عورتوں سے راست معاملگی سے برتاؤ کرو

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں   گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اپنے کسی چھپے کی راز کی بات کہنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی دوسرے کی مثال کر کہی جاے

حسن معاشرت

جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیبیوں کے حالات بلکہ ایک نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور
نصیحت آمیز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور جس کو پنجاب اور ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی
گورنمنٹ بکڈپوؤں نے زنانہ مدارس کے لیے پسند اور منظور فرمایا بعد نظر ثانی و ترمیم مناسب

بشیر الدین احمد دہلوی ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) اول تعلقدار کلکٹر
پنشنر سرکار عالی نظام مصنف اقبال دلہن۔ اصلاح معیشت۔ حرز طفلاں۔
نشاط عمر۔ عصائے پیری۔ تاریخ بیجانگر۔ واقعات مملکت بیجاپور وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۹۱۸ء

طبع سوم ایک ہزار جلد (تمام حقوق بذریعہ رجسٹری بحق مصنف محفوظ ہیں) قیمت عمر
خرچہ وی پی ۳/

دردا کہ یار رفت و دوراں نیز ہم * دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

ڈیڈیکیشن

نذر

میں اپنی اس ناچیز کتاب کو بطور شکرگزاری اور بہ لحاظ اصلی محبت کے اپنی نہایت نیک اور بے انتہا شریف طبیعت اہلیہ **سیدّ زمانی** مرحومہ مغفورہ کے نام پر معنون کرتا ہوں - جن کی یاد دل میں ہر وقت تازہ ہے - جو بہ اعتبار حسن صورت اور سیرت دونوں کے ایک نعمت الٰہی اور بہترین نمونہ ایسی بی بی کا تھیں جن کے دم قدم سے ہمارا اجڑا ہوا گھر دولت اولاد سے مالا مال ہو گیا اور جن سے امور خانہ داری بے انتہا خوش سلیقگی اور اطمینان سے انجام پاتے رہے تھے - گویا گھر جنت کا نمونہ بن گیا تھا اور جنہوں نے اپنی پاک مذہبی زندگی و نیک نہادی - نفس کشی اور اطاعت شعاری سے شوہر کے دل پر اپنا سکہ بٹھا دیا تھا اور جو چھ چھوٹے چھوٹے نادان اور ناسمجھ بچّے یکایک

چھوڑ کر دائمی مفارقت کا ایسا گہرا داغ کلیجے پر دے گئی ہیں کہ مرتے دم

مٹائے مٹ نہیں سکتا اور جن کے دفعتہً بچھڑ جانے سے ساری

زندگی بے لطف اور تمام دنیا اندھیر نظر آتی ہے اور جن کی جگہ اس اُجڑے

ہوئے دل میں ہمیشہ ہمیشہ خالی رہے گی۔ مصرع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والی میں

اے پروردگار عالم! بطفیل اپنے حبیب پاک کے غریب سیدانی

کو (جو دلی چھوڑ کر کالے کوسوں حیدرآباد دکن میں منوں مٹی کے

تلے دبی پڑی ہے) بخش دے اور یا ارحم الراحمین! صدقہ اپنی خدائی

کا اس کی نیکیوں کے بدلے اُسے کروٹ کروٹ جنت نصیب

کر۔ آمین

جو بےکسی اور ایسی جوانی میں جان دے

جنت میں اُس کو بارالٰہا مکان دے

اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْھَا جَنَّةً مِّنَ الْجِنَانِ وَافْرِغْ عَلَیْھَا شَآئِبَ الرِّضْوَانِ

گنہ گار دل فگار

فقیر حقیر بشیر پر تقصیر

BASHIRUDDIN AHMAD. بشیر الدین احمد

U. RAY & SONS. CALCUTTA

فہرست مضامین حسن معاشرت

بالخیر

فہرست تصانیف جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور

(۱) قرآن مجید مترجم تقطیع کلاں دو صفحہ — کاغذ سفید ولایتی — کاغذ حنائی — جلد — محصول ڈاک

تیرہواں ایڈیشن مطبوعہ مفید عام آگرہ جس کے آخر میں الفاظ و محاورات اردو کی ایک مکمل فرہنگ مستزاد کی گئی ہے — مجلد محشی — سے ر — تعا ر — عہ ر

(۲) قرآن شریف تقطیع متوسط چو صفحہ ترجمہ بین السطور علی مع المصاحف — بے — ✛ — عہ ۸ ر — ۹ ر

(۳) قرآن شریف ترجمہ صفحہ مقابل غرائب القرآن — بے ۸ ر بلا حاشیہ — سے ر — ۸ — ۱۳ ر

(۴) حمائل شریف تقطیع ۲×۲۸ ترجمہ بین السطور بارھواں ایڈیشن جس کے آخر میں الفاظ محاورات اردو کی ایک مکمل فرہنگ مستزاد کی گئی ہے — سے محشی — ✛ — عہ ر — ۶ ر

(۵) ادعیۃ القرآن۔ قرآن شریف کی تمام دعائیں مترجم معہ ایک مفصل دیباچے کے جس میں دعا اور اس کی مقبولیت وغیرہ کے عمدہ اور مفید مضامین ہیں، روزانہ وظیفہ کے لیے ایک نایاب کتاب ہے رنگین قیمتی ۸ ر سادہ ٹائٹل ۶ ر محصول ڈاک ۲ ر

(۶) وہ سورتیں احسن سورہ مروجہ پنج سورہ کی جگہ یہ وہ سورہ مترجم و محشی ہیں جو سفر و حضر میں پڑھنے کے لیے بہت کام کا ہے حمائل کی تقطیع ہے — قیمت ۸ ر — محصول ۲

(۷) الحقوق والفرائض حصہ اول حقوق اللہ حصہ دوم حقوق العباد حصہ سوم اخلاق واجب مبرہن مفصل مکمل — ۱۲ — ۹ ر

(۸) اجتہاد۔ اس کتاب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلام اور اسلام کے معتقدات فطری ہیں، جو شخص ذرا بھی سمجھ رکھتا ہے وہ بخوبی تصفیہ کر سکتا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے "ہر نتوانی شد ناچار مسلمان شو" — عہ ر — ۴ ر

(۹) حیات نذیر۔ مولانائے مرحوم کی مکمل لائف مع فوٹو اور دستخطی خط کے ۴۹۰ صفحات — ۱ — ۸ ر

(۱۰) نظم بے نظیر۔ مولانائے مرحوم کی ان نظموں کا مجموعہ مع صراحت اس امر کے کہ کس جلسے اور تقریب کے لیے لکھی گئی تھی — عہ — ۴ ر

(۱۱) مراۃ العروس۔ لڑکیوں کو امور خانہ داری اور سلیقہ سکھلانے کی بے نظیر کتاب جس پر گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ کا انعام ملا — ۸ ر — ۴ ر

(۱۲) بنات النعش گویا کہ مراۃ العروس کا حصہ دوم ہے جس سے لڑکیوں کی اصلاح حالت اور معلومات ان کو زیادہ بکار آمد بنانے کے لیے عمدہ عمدہ تعلیمی مضامین لکھے گئے ہیں۔ اس پر گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ملا ہے — ۸ ر — ۳ ر

(۱۳) توبۃ النصوح نیک کرداری، اخلاق اور مذہبی تعلیم کا بیش بہا ذخیرہ جس پر

گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ انعام ملا

	قیمت	محصول
(۱۴) محصنات یعنی فسانہ مبتلا جس میں دو شادیاں کرنے کی مصیبتوں کو نہایت دردناک طور سے بیان کیا ہے اور آخر میں ایک مخمس بھی ہے	۹ر	۳ر
(۱۵) رویائے صادقہ۔ صادقہ کی زبان سے خواب کے پیرایہ میں مسلمانوں کے مذہب کے مختلف فرقوں کے عقائد سے نہایت عمدہ اور مدلل بحث اور سیتے اور نتھرے ہوئے اسلام کا ہو بہو نقشہ۔ غرض جو اس کتاب کی جتنی باتیں بھی نہ جانتا ہو اس کا اسلام کیا	۱۲ر	۳ر
(۱۶) ابن الوقت انگریزی کورانہ تقلید کی خرابیاں نتیجہ یہ کہ از ین سو راندہ و ز ان سو ماندہ مذہبی مسائل پر نہایت عمدہ اور معقول بلت مباحث	عہ	۴ر
(۱۷) ایامیٰ بیواؤں کی دکھ بھری کہانی خود اُن کی زبانی اُن کے اصلی حالات اور دلی جذبات کا فوٹو۔ اُن کی مشکلات کا بس یہی حل ہے کہ بیواؤں کا نکاح ثانی کیا جائے	عہ	۴ر
(۱۸) موعظہ حسنہ وہ تمام نصیحت آمیز خطوط جو مولانا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو تعلیم کے زمانے میں وقتاً فوقتاً لکھے تھے	۱۲ر	۳ر
(۱۹) منتخب الحکایات۔ بچوں کے لیے چھوٹی چھوٹی کہانیاں	۱۲ر	۳ر
(۲۰) چند پند۔ بچوں کے لیے عمدہ عمدہ نصیحت آمیز مضامین	۴ر	۲ر
(۲۱) صرف صغیر فارسی زبان کے قواعد سلیس اردو میں	۴ر	۲ر
(۲۲) نصاب خسرو۔ امیر خسرو کی ترمیم شدہ خالق باری	۴ر	۲ر
(۲۳) رسم الخط۔ املا و انشا کے نو آموز بچوں کے لئے سلیس قواعد	۴ر	۲ر
(۲۴) مبادی الحکمت۔ علم منطق کے قواعد سلیس اور عام فہم اردو میں جس پر گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ملا	۴ر	۲ر
(۲۵) ما یغنیک فی الصرف۔ صرف عربی کے قواعد اردو میں	۸ر	۳ر
	۸ر	۳ر

زیر طبع

(۲۶) لکچروں کا مکمل مجموعہ (۲۷) امہات الامہ یہ وہ کتاب ہے جسے سوختنی قرار دیکر مولانا پر کفر کا فتوے ہوا تھا۔ اب چند علماء کی نظر ثانی ترمیم اور تعدیل کے بعد خواہشمندوں کے سخت اصرار پر یہ زیر طبع ہے خواہشمند اپنا نام جسٹر کرالیں

مولانا مرحوم کی آخری اور ناتمام تصنیف

(۲۸) مطالب القرآن کلام مجید کی مکمل اردو تفسیر کا پہلا حصہ "معتقدات" صفحہ ۴۸ تک پوری تفسیر کو چند حصوں میں لکھنا مد نظر تھا۔ اور جتنی لکھی جاتی تھی اتنی ہی چھپ جاتی تھی۔ افسوس کہ مولانا کی زندگی نے اور چند روزہ وفا نہ کی اور کتاب ادھوری رہ گئی۔ اب جتنی اور جس حیثیت سے تیار ہے ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ مع محصول ڈاک

ملنے کا پتہ بشیر الدین احمد پبلشر کھاری باؤلی دہلی

دیباچۂ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

ای[1] بنام تو ابتدائے سخن | اولیں وصف انتہائے سخن
نیست موجود بے تو موجودے | نیست غیر از تو ہیچ معبودے
جوشش ملکِ کائنات از تست | ہمہ ذرات را حیات از تست

نعت

اختر[2] برجِ شرفِ کائنات | گوہر درج صدفِ کائنات
جنبشِ اول ز محیطِ قدم | سلسلہ جنبانِ وجود از عدم

---

[1] خدا کی تعریف کو حمد اور پیغمبر صاحب کی تعریف کو نعت کہتے ہیں۔ تیرے ہی نام سے ہم (کتاب) شروع کرتے ہیں۔ اول و آخری بات دونوں بس تیری تعریف ہی۔ دُنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہی جو بے تیرے ٹھیر سکے۔ تیرے سوائے کوئی عبادت کے قابل نہیں۔

[2] دُنیا کے وجود کے برج کا تُو ایک ستارا ہی۔ دُنیا کی سیپی کا تو ایک موتی ہی۔ جب دُنیا میں کوئی بھی نہ تھا تو سب سے اول تو ہی پیدا کیا گیا تیرے ہی سبب سے نیستی سے لوگ ہستی میں آئے ہیں۔

عرضِ حال

جو رہ گیا تھا باقی اِک لطفِ زندگانی — وہ بھی مٹا یا تو نے حیف[1] اے جہانِ فانی

اے دوستو! ذرا دل مضبوط کر کے بیٹھو — قصہ یہ پُر الم[2] ہے پُر درد یہ کہانی

شاید نہ سن سکو تم اِس داستانِ غم کو — اور وہ بھی آج مجھ سے بدبخت کی زبانی

دل خون رو رہا ہے اُس وقت سے برابر — سیّد کی جب سے آئی ہے اِس جگہ سناؤنی[3]

ماتم بپا ہے کس کا گزرا جہاں سے ہے کون — گر نام پوچھتے ہو ہے سیّدِ زمانی

مانا کہ ایک دن ہے سب کو سفر یہاں سے — اور موت ایک دن ہے سب کو ضرور آنی

رونا مگر ہے اِس کا اب ساری عمر مجھ کو — کیوں کر بسر یہ ہوگی بے لطف زندگانی

دل کیوں نہ خون رو دے مرحومہ کے لیے پھر — ہے کون مثل اُس کا ہے کون اُس کا ثانی

سیّد کو یا خدا یا جنت نصیب کیجو! — سیّد کی یا الٰہی باقی رہے نشانی

باقی نہیں ہے مجھ میں اب تاب ضبطِ گریہ[4]
دل چاک کر رہی ہے میرا یہ نوحہ خوانی[5]

خاکسار نے ۱۹۰۸ء میں مستورات[6] کے لیے "اقبال دُلہن" لکھی تھی۔ اُس کو لوگوں نے بے انتہا پسند کیا اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامی گرامی مصنفوں نے اپنی بیش بہا رائے کا اظہار فرما کے میری حوصلہ افزائی[8] کی اور سب سے زیادہ سرمایۂ ناز[9] میرے لیے

---

[1] افسوس۔ [2] رنج کا بھرا ہوا۔ [3] موت کی خبر۔ [4] رونا۔ [5] رونا پیٹنا۔ [6] عورتیں۔ مستورات ستر سے ہے جس کے معنی پردے کے ہیں۔ چوں کہ عورتیں پردے میں رہتی ہیں اِس واسطے مستورات کہلاتی ہیں۔ [8] ہمت بڑھائی۔ [9] فخر کرنے کا خزانہ۔

مستورات کی پسند بہ گی ہی یعنی جن کے لیے کتاب لکھی گئی تھی انھوں نے اس کی قدر کی۔ اس سے بڑھ کے مجھے اور کیا چاہیے تھا میری محنت ٹھکانے لگی۔

اس کے بعد میں ایک اخلاقی سلسلہ کتب کی تالیف و تدوین میں مصروف ہوگیا اور زیادہ تر میرا وقت تاریخ جہانگیر کے لکھنے میں صرف ہوا۔ دل میں کئی دفعہ گدگدی پیدا ہوئی کہ اقبال دولھن کی جوڑ کی اور کوئی کتاب لکھوں مگر فرائض منصبی اور مکروہات دنیوی نے مہلت نہ دی ؎

دیں چین یہ عادتیں زمانے کی نہیں رباعی رسم اس کی ستم سے باز آنے کی نہیں
کیا ناخن فکر سے ہو حل عقدۂ دل فرصت ہمیں سر کے بھی کھجانے کی نہیں

میری فارغ البالی کا زمانہ اب رہا سہا بھی جاتا رہا ؎

آزاد تھا کبھی میں دل شاد تھا کبھی میں تھے وہ بھی دن الٰہی تھا وہ بھی اک زمانہ

لیکن خود مجھے حیرت ہے کہ ایسے طوفان ہم و الم میں جب کہ میرے ہوش و حواس بجا نہیں میری قلم سے یہ کتاب نکلی کیسے ؎

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا شوق سودائے خط و خال کہاں
ایسا آسان نہیں لہو رونا دل میں طاقت جگر میں حال کہاں

ناظرین یقین جانیں کہ صفحۂ قرطاس پہ خون جگر سے میں نے یہ اوراق لکھے ہیں۔ جو کچھ سوچ بچار تھا وہ حصہ اول کا تھا حصۂ دوم تو آپ بیتی اور شبیر میری زوجہ مرحومہ کے من وعن حالات ہیں جو بہت تھوڑے تغیر و تبدل کے ساتھ لکھے گئے ہیں جن کا لکھنا کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ میری

---

۱ تصنیف اور مرتب کرنا ۲ گرہ کو ناخن سے کھولتے ہیں۔ میرے دل کا مطلب فکر کے ناخن سے کیوں کر نکل سکتا ہے ۳ فراغت۔ ۴ کاغذ کے ورق۔ ۵ اپنے پر گزری ہوئی ۶ عین بعین مفصل ۷ ردو بدل

لوحِ دل پر لکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب میں نے شروع سے آخر تک بیس دن میں لکھ لی
انسان مدنی الطبع ہے۔ وہ ہمدردی کا بہت بھوکا ہے۔ دل سے چاہتا ہے کہ اپنا دکھ درد کوئی سن کر
بھی ہلکا کرے۔ چنانچہ اس کتاب کے لکھنے میں میرا بہت کچھ غم غلط ہوا یا یوں سمجھئے کہ میرے دل
کی بھڑاس نکلی ہے

پھونک ڈالا سوزِ غم نے جسم و جاں کیسے شرر تک ... یہ قیامت ہے کہ ہم روئیں مگر رویا نہ جائے

جس حالت سراسیمگی میں میں نے یہ کتاب لکھی ہے اس سے مجھے خدشہ ہے کہ اس میں کوئی
لغزش یا خطا ہو گئی ہو۔ اگر ایسا ہو تو ناظرین سے متوقع ہوں کہ ؎

بمن منگر بکرمِ خویش نگر

اس کے ساتھ ہی ان معزز خواتین سے جن کے محترم ہاتھوں میں یہ کتاب جائے گی خاص
اس امر کی معذرت کرتا ہوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ فریقِ ثانی کی دل آزاری منظور ہے جھوٹی شوہروں کی آڑ میں
سب تمام الزامات عورتوں ہی کے سر تھوپنا چاہتا ہوں۔ اگر میرا ایسا خیال ہو تو میری بڑی
بے انصافی ہوگی اور ہماری متاہل زندگی کی بالکل یک رخی تصویر ہوگی لیکن نصیحت جب
کی جاتی ہے تو اس کا پیرایہ مجبوراً ایسا ہی اختیار کرنا پڑتا ہے جو بظاہر یک رخ معلوم ہوتا ہے ورنہ میرا ذاتی
تجربہ ہے کہ ہماری عورتیں دین داری میں مردوں سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہیں اور ان کی عصمت
اور عفت کا تو کچھ کہنا ہی نہیں بھلا مردوں کو اس سے کیا مناسبت ہے ان مردوں کی جو اپنی

۱- دل کی تنگی۔ ۲- شعلے جلنے والا۔ ۳- گرمی۔ ۴- پریشانی۔ ۵- اندیشہ۔ ۶- لڑکھڑاہٹ غلطی۔ ۷- مجھے نہ دیکھیے
کہ میں کون ہوں۔ آپ اپنے کرم کو دیکھیے۔ ۸- بزرگ۔ ۹- دل کا ستانا۔ ۱۰- زبردستی کسی پر الزام لگانا۔
۱۱- بے انصافی۔ ۱۲- بال بچے دار۔ ۱۳- تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں جو آدمی بات پکڑے اور پوری نہ
سنے اس موقع پر کہتے ہیں۔ ۱۴- طریقہ۔ ۱۵- گڑھا ہوا۔ ۱۶- پاک دامنی۔ ۱۷

سے بدتر سمجھتا ہوں جو غریب اور کم زور فرقہ نسواں پر صرف اس وجہ سے کہ وہ محروم ہیں اور بے بس
اور ان کے محکوم ہیں دست تظلم دراز کرتے ہیں۔ ایسے مردوں کے سینے میں فی الحقیقت پتھر کا دل
ہے۔ میاں بیوی کا نباہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ایک نرم ایک گرم ہو۔ کبھی بیوی نے میاں کی
بات برداشت کی تو کبھی میاں نے بیوی کی بات کو تحمل کیا۔ یہ نہیں کہ سارا بوجھ عورتوں پر ہی
ڈال دیں اور یہ سمجھیں کہ وہ انسان ہی نہیں نہ ان میں جان ہے نہ ارمان بلکہ وہ کاٹھ کی پتلیاں
ہیں جو صرف ہماری خدمت گزاری کو بنائی گئی ہیں۔ اگر ایسا خیال کسی مرد کا ہے تو وہ ضرور تعلیم
سے بے بہرہ ہے۔ عورت اور مرد دونوں اگر بالکل ہم رتبہ اور یکساں نہیں تو ان میں آسمان زمین
کا فرق بھی نہیں۔ جب یہ مرد خود سوچیں ہم نے کس بات میں عورتوں کو ہیٹا پایا ہے کون سی
بات میں یہ مردوں سے پیچھے رہ گئیں ہیں۔ اگر کہو کہ تحریر و تقریر یا سلطنت یورپ ثابت
نہیں ہوتی ہیں تو آگے بڑھ کر دیکھو کہ یورپ کی مستورات تو اچھا نہیں وکیل ہیں یہاں تک
دیکھو ان کی بیرسٹری ان کے حسن انتظام ملک کس کو انکار ہے۔ قطع نظر اس کے وہ
کون سی نوکری ہے جو مردوں کے لیے کھلی ہے اور عورتوں پر بند ہو۔ ڈاکٹری کی اعلیٰ سے اعلیٰ
ڈگریاں ان کو حاصل۔ بیرسٹری حتیٰ کہ امریکہ میں جج بھی ہیں۔ یونیورسٹی کی کون سی ڈگری ہے جو ان
کو حاصل نہیں۔ پس ہم بات دیکھنے میں تو مردوں کو کسی طرح تفوق حاصل نہیں ہوا۔
اب رہا یہ سوال کہ ہندوستان کی عورتیں ایسی نہیں وہ انھیں کے سزاوار ہیں تو ایسی حالت کیوں ہوئی

۱- تابع دار۔ ۲- ظلم کا ہاتھ بڑھانا۔ ۳- گزارہ۔ ۴- برداشت کرنا۔ ۵- کاٹھ کی مورتیں۔ ۶- تعلیم سے فائدہ
نہ اٹھایا ہو۔ ۷- گھٹا ہوا۔ ۸- اونچی سے اونچی۔ ۹- درجہ۔ ۱۰- وکیل۔ ۱۱- یہاں تک۔ ۱۲- لندن یونیورسٹی
کے ایک درجہ کا نام ہے۔ ۱۳- حاکم عدالت۔ ۱۴- ہند کا یونیورسٹی ... آگرہ تعلیم کی انگریزی ...
... یونیورسٹی یعنی دار العلم کہلاتا ہے۔ ۱۵- برتری، بڑائی۔ ۱۶- لائق شایاں۔

اس کے ذمہ دار مرد ہیں جو اپنی تعلیم کا زیادہ انتظام کر رہے ہیں۔ دو مدرسے ہیں کالج ہیں۔ یونیورسٹی ایک نہیں دو دو بلکہ اس سے زیادہ چل رہی ہیں مگر عورتوں کی تعلیم کے لیے کالج تو کالج ایک چھٹنگ سا مدرسہ بھی نہیں۔ اس کا الزام کس پر ہے؟ عورتوں کو جاہل کس نے رکھا ہے؟ یقیناً مردوں نے مردوں نے اپنی تعلیم اور ترقی کو مقدم سمجھتے ہیں اور آپا دھاپی کا معاملہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنے لیے۔ مگر ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ نصف قوم تو ترقی کرے اور بقیہ نصف قوم قعر جہالت میں رہے تو قوم من حیث القوم ترقی کی معراج پر کبھی پہنچ نہیں سکتی۔ مردوں سے زیادہ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام ہماری آئندہ نسل کی ترقی کے لیے لازم و متحتم ہے کہ بچوں کی پرورش ان کی ابتدائی تربیت و تعلیم سب ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے جب شروع سے ماں ہی ناقابل ہوگی تو بچے کیوں کر قابل نکلیں گے۔

افراد انسانی میں دو صنفیں ہیں، مرد اور عورت۔ یا ایک جسم کی دو آنکھیں ہیں۔ ایک آنکھ میں روشنی دوسری اپاہج، ایک نظر میں نور پھر دوسری میں۔ خدا کا قہر یہ تفاوت حالات جب تک قائم ہے قوم ایسی ذلت میں رہے گی اور جس دن یہ فرق اٹھ جائے گا یعنی دونوں آنکھیں یکساں منور ہو جائیں گی پھر دیکھیے گا کہ ہمیں کو چار چاند لگ جائیں گے۔ جب ہماری آنکھ کی حالت ایسی ہی ہے جیسا کہ ہم بیان کر آئے تو اب بے چاری عورتوں پر کیا الزام، ان کا کیا قصور، کرے داڑھی والا اور پکڑا جائے

۱۔ مکتب مدرسہ۔ ۲۔ پہلے۔ ۳۔ خود غرضی۔ ۴۔ آدھا۔ ۵۔ جہالت کے گڑھے میں۔ ۶۔ قوم کی حیثیت سے۔ ۷۔ زینے۔ ۸۔ ضروری۔ ۹۔ شروع سے۔ ۱۰۔ انسان کے حصے۔ ۱۱۔ قسمیں۔ ۱۲۔ محبت کی نظر۔ ۱۳۔ فرق۔ ۱۴۔ ذلت۔ ۱۵۔ روشن۔ ۱۶۔ اتنے بڑے آسمان پر ایک ہی چاند ہوتا ہے چار چاند لگ جانا یعنی بڑی کامیابی ہونا۔ ۱۷۔ ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ کرے ایک اور پکڑا جائے دوسرا۔

موچھوں والا۔ از ماست کہ بر ماست۔ تو پھر کوتاہیوں پر اعتراض کیوں اور کس منہ سے ہے جیسا تم نے ان کو بھونرے میں پال رکھا ہے اور جیسا تم نے ان کو بنایا ہے ویسی وہ ہیں۔ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا میٹھا ہوگا۔ اب انصاف تمہارے ہاتھ ہے۔ کیوں کر تمہارا دل گوارا کر سکتا ہے کہ ان بے زبانوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرو جن کی بھلائی برائی حتیٰ کہ زندگی بھی تمہارے دست قدرت میں ہے۔ ان پر کیوں کر تم جبر و تعدی کا ہاتھ بڑھا سکتے ہو ؎

اے زبردست زیردست آزار — گرم تا کے بماند ایں بازار

عورتیں عموماً کم زور دل کی ہوتی ہیں ذرا سی بھی خاطر شکنی ان کی آس توڑ دیتی ہے۔ دنیا میں سوائے شوہر کے ان کو کوئی نظر نہیں آتا اگر وہی بے رخی کرے تو پھر ان کا ٹھکانا کہاں ہے۔ اس لیے شریف اور سمجھدار مردوں کا فرض ہے کہ ان کے ناز اٹھائیں۔ ناز کرتا ہے بردار سودا گر خریدار پر۔ دیکھو مستورات کی کیا حالت ہے گھر کی چار دیواری کے اندر دائم الحبس۔ دنیا میں باہر کیا ہو رہا ہے ان کو خبر نہیں۔ گھر کا کام دھندا۔ پکانا ریندھنا۔ سینا پرونا سارا ان کے سر پڑا ہوا ہے۔ پھر بچوں کی پرورش۔ یہ کام کچھ آسان نہیں۔ جو کرتا ہے اسی کا دل جانتا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ان ہی کا دل گردہ۔ ان ہی کی بے زبانی۔ ان ہی کا تحمل اور برداشت ان ہی کا پتہ ہے جو ساری دنیا کا بوجھ اپنی ضعیف گردن پر اٹھائے ہوئے ہیں اور پھر شکایت نہیں کرتیں۔ اپنی تقدیر پر صابر و شاکر

۱- جیسا ہم نے کیا ویسا بھرا ۲- کمی اور نقصان ۳- اگلے زمانہ میں بادشاہ لوگ اپنی اولاد کو ایک الگ مکان میں پالتے تھے جہاں کوئی آتا جاتا نہ تھا۔ بچے کو دنیا کی خبر نہ ہوتی تھی گویا کہ کیڑے کی طرح وہ چار دیواری کے اندر بند رہتا تھا۔ ایسا بچہ کیا خاک باخبر ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی پرورش کو بھونرے میں پالنا کہتے ہیں۔ ۴- [illegible] ۵- قدرت کے ہاتھ میں ہے ۶- مجبور کرنا زیادتی کرنا ۷- اے طاقت والے اور کم زوروں کے ستانے والے کب تک تیرا ظلم چلے گا ۸- دل توڑنا ۹- امید توڑ دی ۱۰- [illegible] ۱۱- سمجھ ۱۲- بڑا کام ہے جیسے کھانا پکانا ۱۳- [illegible] ۱۴- [illegible]

ان ہی کا حوصلہ ہے۔ ۱۵- کم زور

آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ تو[1]

ایسی حالت میں اگر ان کے مصائب[2] میں مردوں کی طرف سے اور اضافہ[3] ہو جائے تو مرد مرد کے لقب کے سزاوار نہیں۔

میری اس ناچیز تصنیف سے اگر مستورات نے کچھ فائدہ اٹھایا اور ہمارے گھرانوں کی آئے دن کی بدمزگی اور توتو میں میں[4] کچھ بھی کمی ہوئی تو میری ساری محنت وصول ہو گئی جس کسی کے ہاتھ میں یہ کتاب جائے خواہ کوئی بھائی ہو یا بہن نہایت عاجزی سے مجھ غم زدہ کی یہ منت یہ درخواست ہے کہ وہ میری زوجہ مرحومہ سید زمانی بیگم کے حق میں دعائے خیر کریں اور اس کے بدلے میں میری یہ دعا ہے کہ الٰہی دنیا جہان کی ایسی ہی نیک بخت اور نیک مزاج ہمہ صفت موصوف بیویاں ہوں جیسی کہ میری بیوی تھیں اور جسے پیا چاہے[5] وہی سہاگن[6] کی پوری مصداق بنیں۔ چونکہ میں لمنہ اس نعمت کے قابل نہ تھا اور یوں بھی جو خدا کا پیارا ہوتا ہے دنیا میں وہ بہت دن نہیں رہتا اس لئے ایک بڑی بھاری نعمت خداوند تعالیٰ نے مجھے دی اور دے کر لے لی۔ وہ مالک و مختار ہے اور میں بندۂ ناچار[8]۔ اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہوں۔ رَضِینَا بِرِضَاءِ اللّٰہِ تَعَالیٰ[9]

سخن دراز[10] کشیدم ولے امیدے ہست کہ ذیلِ عفو بریں ماجرے بپوشانی

عثمان آباد (دکن)
۲۴ نومبر ۱۹۱۲ء

خاکسار سراپا خطاکار
بشیر الدین احمد
وَفَّقَہُ اللّٰہُ التَّزَوُّدَ لِغَدٍ[11]

۱۔ تمھاری اس مردانہ ہمت پر شاباش ہے۔ ۲۔ مصیبت کی جمع یعنی مصیبتیں۔ ۳۔ زیادتی۔ ۴۔ تو تڑاخ جھگڑے۔ ۵۔ میاں، شوہر۔ ۶۔ شوہر والی عورت۔ ۷۔ سزاوار لائق۔ ۸۔ عاجز۔ ۹۔ ہم تو خدا کی مرضی پر شاکر ہیں۔ ۱۰۔ بات بہت لمبی ہو گئی مگر خیر امید ہے کہ آپ اس معاملہ پر معافی کا پردہ ڈال دیں گے۔ ۱۱۔ اللہ تعالیٰ اس کو توشۂ آخرت عطا فرمائے۔ ۱۲

دیباچہ طبع ثانی

حسنِ معاشرت کی اشاعت میں جو کچھ دیر ہوئی وہ مطبع والوں کا حسنِ سلوک تھا جوں ہی خدا خدا کر کے کتاب اُن کے پنجے سے نکلی کہ چوطرف پھیل گئی عورتیں دیکھ کر ریجھ گئیں۔ تابڑ توڑ مانگ شروع ہو گئی۔ لگاتار خط آنے لگے۔ متواتر اظہار پسندیدگی کی سندیں ملنے لگیں۔ مردوں نے بھی کتاب کو پسند کیا اور اپنی مستورات سے سفارش کی۔ اُنھیں کی وساطت سے کتاب زنان خانوں میں پونہچی۔ غرض تین چار مہینے میں کتاب چٹنی ہو گئی مگر فرمائشات کا وہی زور و شور قایم رہا اور یہاں ایک کتاب بھی گھس لگانے کو باقی نہ رہی۔ مجھے اپنے قدردانوں سے مفت کی ندامت ہوئی۔ اُن کے دل چھوٹے ہو گئے اور میری شرم ساری بڑھ گئی

خیالِ خاطرِ احباب چاہیئے ہر دم
انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

جھٹ پٹ کتاب کی نظر ثانی کی اور چھپنے کو بھیج دی۔ میرا جو کام تھا وہ کر چکا اب دوسرے کے ہاتھ میری شرم ہے۔

پہلا ایڈیشن مضمون کے اعتبار سے جیسا کچھ تھا ناظرین نے خود دیکھ لیا مگر اِس قدر گنجلک چھپا تھا کہ عورتیں تو عورتیں مرد بھی بے تکلف نہ

پڑھ سکتے تھے اور میں چاہتا تھا کہ ایسی واضح اور خوش خط کتاب چھپے کہ دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو جائے اس پر کاتب نے غلطیوں کی وہ بھرمار کی کہ الٰہی توبہ۔ غلط نامہ جو بنانے بیٹھا تو دل بیٹھ گیا بے اختیار جی چاہا کہ کتاب کو پھاڑ ڈالوں مگر خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گیا اور موٹی موٹی غلطیاں درست کر دیں چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو نظر انداز کرنا پڑا۔ کاتب حضرت کی بلا میرے سر منڈھی جائے گی۔ لوگ سمجھیں گے کہ مصنف ہی کی قابلیت کا چربہ ہے۔ کرے ڈاڑھی والا پکڑا جائے موچھوں والا۔ اس ایڈیشن میں حتی المقدور یہ سب عیب رفع کر دیئے گئے ہیں۔ کتاب ایک خوش نما اور دل کش لباس میں پیش کی جاتی ہے۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی ہر اعتبار سے یہ ایڈیشن پہلے سے بہت بہتر ہے۔ ایک جدت یہ بھی یہ فرمائش کی گئی ہے کہ الفاظ غیر مانوس اور محاورات کی تشریح فٹ نوٹ میں کر دی گئی ہے۔ دہلی اور لکھنؤ کی ٹھیٹ اُردو تمام ہندوستان میں رائج نہیں۔ یہیں پاس کے پاس پورب اور بنگالہ میں دیکھ لیجئے۔ دکن میں مدراس کی اُردو حیدرآباد سے بھی گری ہوئی ہے ہمارے محاورے اس نواح میں بالکل غیر مانوس ہیں۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اُن کی صراحت کی جائے یہ اعتراض صحیح ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مغلق الفاظ کے معنے

بھی صرف عورتوں کے لیئے لکھ دیئے گئے کہ قصّے کہانی کے ساتھ استعداد علمی بھی بڑھے۔ جو پڑھیں وہ سمجھ کر کاوش سے پڑھیں۔ یہ ہندی کی چندی مردوں کے لیئے نہیں ہے۔ بلکہ صرف کم سن بچیوں کے لیئے ہے جو اُردو کی بندی ہیں۔ ایک لفظ ایک بیوی کے لیئے آسان ہے وہ اُس کے معنے جانتی ہیں مگر دوسری عورت پر ملک کی سُن کر کان کھڑے کرتی ہے اور چکّر میں پڑ جاتی ہے اس لیئے نوٹ دینے میں ذرا وسعت مدنظر رکھی گئی ہے۔

عام قاعدہ ہے کہ جو بات خلوصِ نیّت سے کہی جائے سُننے والے کے دل میں اُتر جاتی ہے ؎

اے شعر دل پسند نہ ہو تو تو غم نہیں ۔۔۔ پر تجھ پہ حیف ہے جو نہ ہو دل گداز تو

میری یہ چھوٹی سی کتاب جو چھوٹی دُلہن مرحومہ کی قابلِ تقلید زندگی کا مرقعۂ عبرت ہے جو عورتوں کے لیئے ازبس مفید اور دلچسپ ثابت ہوئی ہے۔ یہ بات میرے لیئے کچھ کم باعثِ فخر و ناز نہیں ؎

ہو قدرداں کوئی تو اُسے مغتنم سمجھ ۔۔۔ حالی کو تجھ پہ ناز ہے گر اس پہ ناز تو

خوش نصیب ہے وہ مصنف جس کی زندگی میں اُس کی کتاب چمک جائے زندہ ہے وہ کتاب جو بار بار چھپے۔ جن بیویوں نے پہلا ایڈیشن دیکھا ہوگا وہ اس دوسرے ایڈیشن کو ایسا پائیں گی کہ۔ ع نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد ز اوّل

اگرچہ چھوٹی دلہن کو انتقال کیئے ہوئے دو برس ہونے آئے مگر اُن کی یاد اِس غم زدہ دل میں اُسی طرح ہر جیسی کہ پہلے تھی - رتی بھر فرق آیا اور نہ آئے گا میں چھوٹی دلہن کو نہیں روتا روتا ہوں اپنے آرام کو ایسی بیوی چراغ لے کر ڈھونڈوں تو بھی نہ ملے گی - رباعی

ای شمع دو دیدۂ جہاں افروزم　　رفتی و در فراق تو شد شب روزم
گویا من و تو دو شمع بودیم بہم　　کز ایام ترا بکشت من می سوزم

اُن کے بچے ایک باغ ہیں جس کا مالی نہیں! مگر زندگی کے دن ہیں کہ بھلی طرح یا بری طرح گزرے چلے جا رہے ہیں ؎

تم ماہ شب چار دہم تھے مرے گھر کے　　پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

اور ایک دن وہ آنے والا ہی کہ ہم اُن سے جا ملیں گے اور ایسے ملیں گے کہ جس کے بعد پھر بچھڑنا نہیں - والسلام ؎

زندگی در گردنم افتاد بیدل چارہ نیست　　شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن
جس کے مرنے سے جگ ڈرے میرے من آنند　　مرنے ہی سے پائیے پورن پرمانند

رائچور - دکن
جولائی سنہ ۱۹۱۴ء

خاکسار
بشیر

دیباچہ طبعِ ثالث

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

اللہ اللہ زمانہ کیسے سُبک پاؤں نکلا چلا جا رہا ہے۔ چھوٹی دلہن کو مرے حساب لگائیے تو چھ برس ہونے آئے مگر ایسے نزدیک کل کی بات ہے۔ وہ منظر ہر وقت پیشِ نظر ہے۔ نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے — نہیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے۔ دو برس کے لگ بھگ ہوگئے میں ملازمت کی قید سے آزاد ہوا مگر ابھی بقیدِ حیات ہوں۔ نوکری کی ذمہ داری اور جھمیلوں سے نچنت ہوں تو بھی دنیاوی بکھیڑے لگے لگا رہے ہیں۔

زندگی ہے یا کہ اک طوفان ہے — ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

اب دلّی میں دھونی رمائے بیٹھا ہوں۔ تصنیف و تالیف کے سہارے جیتا ہوں۔ موت نے سارے خاندان کا صفایا کر دیا۔ چھوٹوں کو بڑا بنایا گیا۔ [illegible] موت آگھیرا ہے۔ ہر چند دل بہلانا چاہتا ہوں مگر پھیر پھیر کر چھوٹی دلہن کی تصویر سامنے آن کھڑی ہوتی ہے۔

کس زباں سے شبِ تنہائی کا احوال کہوں — یہ تو کچھ حشر کے دن سے بھی بڑی ہوتی ہے
کسی کروٹ کسی پہلو نہیں آتا ہے قرار — دل میں اک پھانس سی کم بخت چبھی ہوتی ہے
تیرہ و تار نظر آتا ہے سارا عالم — دل سے اٹھتا ہے دھواں آگ لگی ہوتی ہے

دم گھٹا جاتا ہے اس تنگ مکاں میں اے دل
ہاں تڑپ اور کہ تسکین ذری ہوتی ہے

یاس و امید کے جھگڑوں سے دم اُکتاتا ہے
ہائے کیسی یہ مصیبت کی گھڑی ہوتی ہے

جس طرف اپنی نظر جاتی ہے اس وحشت میں
سامنے چاند سی اک شکل کھڑی ہوتی ہے

نیند آتی ہے کسی طرح نہ ہوتی ہے سحر
چین آتا ہے نہ اُلجھن میں کمی ہوتی ہے

کان کھٹکے پہ لگے رہتے ہیں آنکھیں سوئے در
"شاید آتا ہے وہی" دل کو یہی ہوتی ہے

حُسنِ معاشرت کا دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہو گیا۔ کتاب کی مقبولیت اس درجے پہنچی کہ تیسرے ایڈیشن کی نوبت آئی۔ کاغذ کا توڑا چھپائی کے راستے کا روڑا ہے۔ مگر چھوٹی دلہن کی یاد تازہ رکھنے کا اس سے زیادہ کیا خوش کن مشغلہ ہو سکتا ہے کہ پھر پھر کر اُن کا ذکر خیر کیا جائے۔ "اُذکُرُوا مَوتَاکُم بِالخَیر" لہٰذا حسن معاشرت نئے روپ اور بڑی آب و تاب کے ساتھ بعد نظر ثانی و ترمیم مناسب پیش کی جاتی ہے اور امید ہے کہ پہلے سے زیادہ مقبول خاطر انام ہوگی۔ والسلام

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

دہلی۔ اپریل ۱۹۱۸ء
بشیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسنِ معاشرت

حصّہ اوّل

۱۔ نواب سلیماں قدر اور اُن کی بیگم کا حال۔

ہم نے مانا صحبتیں اگلی فسانہ[1] ہوگئیں
اے فلک[2] یہ تو بتادے وہ فسانہ کیا ہوا

۱۸۵۷ء کا غدر تو تمام ہندوستان میں پڑا مگر اس کی بدولت دلّی کی ایسی بُری گت[3] بنی کہ اینٹ سے اینٹ بج گئی[4] اور اگرچہ نصف صدی[5] سے اوپر اس واقعہ کو گزر چکا مگر تباہی و بربادی کے آثار اب بھی نمایاں ہیں۔ ہزاروں آدمی جلاوطن ہوگئے[6] اور سیکڑوں کے گھرانے اُجڑ گئے۔ جن کی حویلیاں سر بہ فلک[7] کھڑی تھیں آج اُن کا پتہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ خدا

۱۔ کہانی۔ ۲۔ آسمان۔ ۳۔ حالت۔ ۴۔ اپنی جگہ پر ایک اینٹ بھی نہ رہی یعنی ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہوگئی۔ ۵۔ صدی سو برس کی ہوتی ہے نصف صدی یعنی پچاس برس۔ ۶۔ اپنا ملک چھوڑ کر چلے گئے
۷۔ اتنی اونچی کہ آسمان سے جا لگیں۔

جانے وہ لوگ کہاں تلپٹ[1] ہوگئے زمین پھٹ گئی اور وہ سما گئے یا آسمان نگل گیا۔ اُن کی اولاد دربدر[2] ماری ماری پڑی پھرتی ہے نہ پیٹ کو روٹی نہ تن پر چیتھڑا[3]۔ اِس زدہ حال[4] میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہنے کسی کونے کھدرے[5] میں پڑے زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

بادشاہانِ مغلیہ کی سلطنت پہلے ہی سے ادھ موئی[6] تھی دم توڑ رہی[7] تھی کہ غدر نے اُس کا خاتمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کر دیا اور پچھلی بساط[8] الٹ کر برٹش گورنمنٹ[9] کا جھنڈا گاڑ دیا۔ انگریزی عمل داری میں اُجڑی ہوئی دلی کے بسانے کی لگاتار[10] کوشش کی گئی اور جس طرح جاں بلب[11] مریض حکیم حاذق[12] کے علاج سے جانبر[13] ہو جاتا ہے نیم مردہ[14] دلی کے تن بے جان[15] میں روح تازہ پھونک دی۔ دلی[16] گو سسک رہی تھی مگر مری نہ تھی۔ مردہ بدست زندہ[17] صفحہ ہستی[18] سے مٹی بھی نہ تھی۔ اس گئی گزری حالت پر بھی ہندوستان کا کوئی شہر اب بھی اُس سے لگّا[19] نہیں کھاتا

۱۔ غائب۔ ۲۔ گھر گھر ایک دروازے سے دوسرے دروازے کو یعنی تباہ و خستہ حال۔ ۳۔ پھٹا ہوا کپڑا۔ ۴۔ خستہ و تباہ۔ ۵۔ بدل محل۔ ۶۔ آدھا دم رہ گیا تھا۔ ۷۔ سکرات قریب المرگ۔ ۸۔ جس تختہ پر شطرنج کھیلتے ہیں اُسے بساط کہتے ہیں بساط الٹنے کے معنی معاملہ درہم برہم ہو جانا پچھلی حالت کا ایکدم بدل جانا۔ ۹۔ انگریزی حکومت۔ ۱۰۔ مسلسل برابر۔ ۱۱۔ وہ بیمار جس کا دم ہونٹوں پر آگیا ہو۔ یعنی قریب المرگ۔ ۱۲۔ وہ حکیم جس کی تشخیص اور علاج خطا نہ کرے۔ ۱۳۔ چنگا۔ ۱۴۔ ادھ موئی۔ ۱۵۔ وہ بدن جس میں جان نہ ہو۔ ۱۶۔ ابھی ذرا دم باقی تھا۔ ۱۷۔ وہ آدمی جو دم توڑ رہا ہو مگر دوسرے تن درست آدمی اُس کے نگہبان ہوں۔ ۱۸۔ دنیا۔ ۱۹۔ مقابلہ۔

خدا جانے جب آباد ہوگی کیسی کچھ چہل[1] پہل ہوگی۔ گو ہم نے دلی کی وہ رونق دیکھی نہیں مگر اپنے بزرگوں سے چشم[2] دید حالات سُنے تو ضرور ہیں اُس گزرے ہوئے زمانے اور موجودہ حالت کو ملاتے ہیں آج آسمان زمین کا فرق پاتے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ دلی کو ایسا سخت صدمہ پونچا ہے اور ایسا گھن[3] لگ گیا ہے کہ اب اُس کا پنپنا[4] محال ہے لیکن ۱۹۱۱ء کے شاہی دربار نے فی الواقع[5] مسیحائی[6] کی کہ دلی کے قالب[7] مردہ میں جان ڈال دی جس بات کا شان[8] وگمان بھی نہ تھا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے آگئی۔ مکان کی رونق مکین[9] سے ہوتی ہے۔ دلی کا لال قلعہ مدتوں سے خالی پڑا بھائیں[10] بھائیں کر رہا تھا۔ نہ بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ دلی میں بہ نفس[11] نفیس رونق افروز[12] ہوں نہ برسوں کے بعد کوڑی[13] کے دن پھریں۔ بھلا کسے توقع تھی کہ انگلینڈ سے جارج پنجم اور قیصرہ میری (جس کو انگلینڈ تو میری کہتا ہے مگر ہندوستان بھی مَیری ہی کہتا ہے یعنی اپنی) اپنی

۱۔ رونق۔ ۲۔ آنکھوں دیکھے۔ ۳۔ روگ۔ ۴۔ سنبھلنا۔ ۵۔ حقیقت میں۔ ۶۔ حضرت مسیحا (عیسیٰ) مردے کو زندہ کردیتے تھے یعنی ایسا کمال کیا۔ ۷۔ مردہ ڈھانچ۔ ۸۔ وہم وخیال۔ ۹۔ مکان میں رہنے والے۔ ۱۰۔ کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ خالی مکان دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ ۱۱۔ خود اپنی ذات سے۔ ۱۲۔ تشریف لاکر رونق دیں۔ ۱۳۔ کیسی بھی کسی کی خراب حالت ہو ایک مدت گزرنے کے بعد زمانہ پلٹا کھاتا ہے اور جو لوگ بدتر سے بدتر حال میں ہیں وہ بھی سنبھل جاتے ہیں۔ کوڑی وہ مقام ہے جہاں کوڑا کرکٹ ڈالتے ہیں یعنی وہ شخص جو کس مپرسی کی حالت میں کوڑے پر بھی پڑا ہو ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ وہ بھی تو سنبھل جاتا ہے۔

دور دراز کا سفر کرکے ہندوستان میں تشریف لائیں گے اور پھر ہندوستان کے نوجوان اور نوخیز[1] شہر بمبئی اور کلکتے کو چھوڑ کر دلی ہی کو جشن تاج پوشی کے لیے منتخب[2] فرمائیں گے۔ گو پہلے بھی ۱۸۷۷ء و ۱۹۰۳ء میں دو دربار بڑے کروفر سے اسی دلی میں ہو چکے تھے مگر سچ پوچھیے تو وہ بے دولھا کی برات تھی اس کو اس سے کیا مناسبت[3] اس دربار کی عظمت اور جبروت[4] کے سامنے وہ سب گرد[5] تھے۔ اصل اصل ہی ہے نقل نقل۔ یہ بہار بھی بادشاہ سلامت کے دم قدم کے ساتھ تھی۔ ع

دولھا کے دم کے ساتھ یہ ساری برات ہے

پھر وہی سناٹا[6] تھا۔ چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات۔ یہ کبھی خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ دلی کے دن پھر گئے۔ دلدر پار ہو گئے[7] ساڑھے ساتی جاتی رہی دلی کا اجڑا ہوا سہاگ پھر چمک گیا اور اس نے اپنی کھوئی ہوئی عزت دوامی[9] طور پر حاصل کی یعنی یہ کہ نہ صرف پایۂ تخت[10] اور دارالسلطنت بن گئی بلکہ اس کا سنگ بنیاد[11] بھی کسی اور کے ہاتھ سے نہیں خاص بادشاہ سلامت

۱۔ اٹھتا اور ابھرتا ہوا وہ شہر جس کی آبادی اور رونق بڑھ رہی ہو۔ ۲۔ چن لینا ۳۔ مقابلہ۔ ۴۔ شان۔ ۵۔ خاک۔ ۶۔ سن سان۔ اجاڑ۔ ویرانہ۔ ۷۔ مصیبت کٹ گئی۔ ۸۔ منحوس دن۔ ۹۔ ہمیشہ کے لیے۔ ۱۰۔ تخت گاہ۔ ۱۱۔ بنیاد کا پتھر

کے ہاتھوں سے رکھا گیا۔ ع

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست[1]

اب دلّی والوں کا دماغ فلک ہفتم[2] پر ہے اور وہ جس قدر بغلیں بجائیں[3] روا ہے
جو زندہ رہیں گے وہ دلّی کا تماشا[4] دیکھیں گے ہم تو صرف اس مژدۂ جانبخش[5]
پر ہی مگن[6] ہیں کہ دلّی کی بےکسی پر جناب کو رحم آگیا اور چشم زدن[7] میں وہ ایسی
اُچکی[8] کہ کمشنری[9] سے دفعتاً وائسرائے[10] کی دار الاقامت[11] بننے کا عز[12] و افتخار[13] حاصل
ہوا اور اپنے حریف[14] اور مدمقابل[15] کلکتے سے آن واحد[16] میں بازی لے گئی[17]۔

اگلے زمانے میں دلّی میں کتنے جشن اور دولے تھے اور کس کس کی ڈیوڑھی
پر ہاتھی جھولتے اور نوبت جھڑتی[18] تھی دن عید رات شب برات[19] تھی
ہم کو خبر نہیں۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا دلّی میں سنّاٹا ہی دیکھا
لے دَے کے[20] دو چار ہی گھرانے دست برد زمانے[21] سے محفوظ[22] تو کیا رہے

۱۔ اس خوشخبری پر اگر ہم اپنی جان بھی قربان کر دیں تو درست ہے۔ ۲۔ ساتویں آسمان پر یعنی سب کے اوپر۔
۳۔ جب آدمی بہت خوش ہوتا ہے تو بغلیں بجانے لگتا ہے۔ ۴۔ جائزہ۔ ۵۔ خوشخبری۔ ۶۔ چین سے۔
۷۔ پلک مارتے۔ ۸۔ ابھری۔ ۹۔ کئی ضلع مل کر ایک کمشنری ہوتی ہے۔ ۱۰۔ نائب السلطنت۔ گورنر جنرل۔ بڑے
لاٹ صاحب۔ ۱۱۔ رہنے کی جگہ۔ ۱۲۔ عزت۔ ۱۳۔ فخر۔ ۱۴۔ دشمن یا شخص مقابل۔ ۱۵۔ مقابلے والے
۱۶۔ ذرا سی دیر میں۔ ۱۷۔ جیت گئی۔ ۱۸۔ نوبت بجنے کو نوبت جھڑنا کہتے ہیں۔ ۱۹۔ جو شخص دن رات عیش
آرام میں رہے فکر اُس کے پاس نہ پھٹکے ایسے موقع پر بولتے ہیں۔ ۲۰۔ بچ بچا کر۔ ۲۱۔ زمانے کے اثر سے۔
۲۲۔ بچا ہوا۔

بلکہ وہ بھی جھپیٹ[1] میں آ گئے تھے۔ مگر سخت جان تھے کہ لڑکھڑا کر پھر اپنے پاؤں پر کھڑے[2] ہو گئے۔ وہ بھی صرف اس مآل اندیشی[3] سے کہ انھوں نے تاڑ لیا[4] تھا کہ یہ کاغذ کی ناؤ کب تک چلے گی۔ یہ لیل و نہار[6] کوئی دن کی ہوا کھا رہا[5] ہے۔ ہر کمالے را زوالے۔[7] اگر مانند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند[8] دھر سے ٹوٹ کر ادھر ڈھل گئے۔ ع

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست[9]

برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی اور جاں نثاری کی بدولت ان کی تو تو تھمبو[10] گئی ورنہ یہ بھی مرگ انبوہ جشنے دارد[11] کی نظر ہوتے۔

جس خاندان کا ہم حال لکھنا چاہتے ہیں وہ موجودہ زمانے میں دلّی کے رؤسا میں چوٹی[12] کا شمار کیا جاتا تھا۔ دلّی کا بچہ بچہ ان کے نام سے واقف تھا۔ سلیمان قدر کی حویلی کا پتہ جس راہ چلتے سے پوچھو وہ ناک کی سیدھ بتلا دے گا کہ لال قلعے سے آگے بڑھ کے دریا گنج میں جمنا کے کنارے واقع ہے۔ سلیمان قدر کے آبا[13] و اجداد[14] اباً عن جدٍّ سلاطین مغلیہ

۱۔ لپیٹ ۲۔ سنبھل گئے بچ گئے۔ ۳۔ دور اندیشی۔ ۴۔ سمجھ لیا۔ جان گئے۔ ۵۔ عارضی بات ہے۔ ۶۔ رات دن۔ زمانہ۔ ۷۔ ہر کمال کو ایک نہ ایک دن زوال ہے۔ ۸۔ آج ہے تو کل نہیں۔ ۹۔ جو شخص سوچ سمجھ کر کام کرتا ہے وہ بڑا دانش مند ہے۔ ۱۰۔ بات بنی رہی یعنی تعلم ہو گئی۔ ۱۱۔ جب سب کے سب کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو وہ بھی ایک مزے کی بات ہے۔ ۱۲۔ سب سے اوپر ۱۳۔ باپ۔ دادا۔ ۱۴۔ باپ سے لے کر دادا تک یعنی پشت با پشت

کے بڑے جلیل[1] القدر امرا تھے مگر وہ سب ڈھب سے گئے لیکن مرا ہاتھی تو سو من کا ہوتا ہے۔ رسّی[2] جل جاتی ہے مگر بَل نہیں جاتا۔ اب بھی وہی امیرانہ ٹھاٹ[3] وہی طمطراق[4] تھا۔ حشم[5] خدم۔ نوکر چاکر۔ ہاتھی گھوڑا۔ پالکی نالکی اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ پُرانے زمانے کی زندہ تصویر دیکھنی چاہو تو بس سلیمان قدر کو دیکھ لو۔ وہ خود خاندان شاہی کی زندہ یادگار تھے۔ اُن کی آنکھیں دِلّی کی بہار لوٹ چکی تھیں۔ پوتڑوں[6] کے امیر تھے۔ گو نہ اُن کو اب وہ منصب[7] تھے نہ وہ جاگیریں[8] مگر پھر بھی اُن کے ہاں کا بچا کھچا دوسرے نودولتوں کے مقابلے میں بہت کچھ تھا۔ نواب صاحب اس وقت ستّر۔ اسّی کے پیٹے[9] میں تھے مگر اُن کا ہاڑ[10] اور کاٹھی[11] کچھ ایسی مضبوط تھی کہ ساٹھے[12] پاٹھے معلوم دیتے تھے۔ رنگ سرخ و سفید جیسے انار کا دانہ۔ ڈاڑھی سفید بھک جو خود بزرگی کا تمغہ تھی۔ چہرہ نورانی۔ شرافت اور امارت رگ و ریشے[13] سے ٹپکتی تھی ؎

بالائے[14] سرش ز ہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

۱۔ بڑے مرتبہ کے۔ ۲۔ کسی کی عادت نہیں چھوٹتی۔ ۳۔ سامان۔ ۴۔ رونق۔ ۵۔ نوکر چاکر۔ ۶۔ پشتینی امیر جب سے پیدا ہوئے امیر تھے نودولتے نہ تھے۔ ۷۔ بادشاہوں کی سرکار سے جو تنخواہیں نسلاً بعد نسلاً یا صلہ حسن کارگزاری بطور انعام مقرر ہو جاتی ہیں۔ ۸۔ وہ دیہات جو بادشاہ کسی کو بخش دیتے ہیں۔ ۹۔ درمیان۔ ۱۰۔ ڈیل ڈول۔ ۱۱۔ بدن۔ ۱۲۔ گو عمر ساٹھ کی ہو مگر جوان پٹھے۔ ۱۳۔ ہر ہر عضو سے۔ ۱۴۔ عقل مندی کے سبب سے اُس کے سر پر اقبال مندی کا ستارہ چمک رہا تھا۔

خلیق۔ ہنس مکھ[1]۔ ملنسار[2] اور متواضع[3] ایسے تھے کہ آج ڈھونڈے نہیں ملتے جو ایک دفعہ اُن سے مل لیا بس گرویدہ[4] ہو گیا بچوں میں بچے اور بوڑھوں میں بوڑھے ہر کسی کی اڑی[5] میں دانے۔ درمے قدمے سخنے[6] کام آنے والے۔ انگریزی گورنمنٹ کی کیا خیرخواہی کی تھی اُس کی تفصیل تو پولیٹیکل[7] ہے لیکن اپنی جان پر کھیل کر[8] ضرور کوئی بڑا کام کیا ہوگا جواب تک پانچ گاؤں جاگیر تھے اور پانسو ماہانہ کی دوامی پنشن[9] اس کے سوا[10] تھی دُنیا کے جھگڑے بکھیڑوں[11] سے کوسوں[12] دور رہتے تھے۔ آپ بھلے تو جگ بھلا[13] کہیں آتے جاتے نہ تھے اور کہاں جاتے کہ اُن کی جوڑ کا دلی میں کوئی رہا ہی نہ تھا ہاں جو اپنے گھر آن نکلا چھوٹا ہو یا بڑا۔ امیر ہو یا غریب بس اُس کے آگے بچھے[14] جاتے تھے۔ خوش گو[15] اور خوش گفتار ایسے تھے کہ اُن کی باتوں میں جی لگتا تھا۔ اکثر پچھلے زمانے حالات قصے کہانیاں اور لطائف[16] بیان کیا کرتے تھے۔ اُن کی واقفیت عامہ[17] بہت بڑھی ہوئی تھی۔ ہندو مسلمان سب سے یکساں[18] سلوک تھا۔ مذہبی تعصب[19] یا تکبر[20] اور غرور[21] ان کو چھو[22] نہیں گیا تھا۔

۱۔ خندہ رو۔ ہر وقت ہنسنے والے۔ ۲۔ میل جول والے ۳۔ خاطر داری کرنے والے۔ ۴۔ فریفتہ۔ ۵۔ مشکل۔ ۶۔ پیسے کوڑی۔ چل پھر کر۔ بات چیت سے ہر طرح کام آنے والے۔ ۷۔ ملکی معاملات۔ ۸۔ ایسا کام جس میں جان کا خطرہ ہو۔ ۹۔ وظیفہ۔ ۱۰۔ علاوہ۔ ۱۱۔ الجھنوں ۱۲۔ بہت۔ ۱۳۔ ہم اچھے ہیں تو ساری دُنیا اچھی ہے۔ ۱۴۔ خاکساری سے پیش آتے تھے۔ ۱۵۔ اچھی اچھی باتیں کرنے والے ۱۶۔ لطیفے چٹکلے۔ ۱۷۔ عام معلومات۔ دُنیا بھر کی خبر۔ ۱۸۔ ایک ہی طرح کا۔ ۱۹۔ مذہب کی پچ۔ ۲۰۔ غرور۔ اپنے کو بڑا سمجھنا۔ ۲۱۔ گھمنڈ۔ ۲۲۔ پاس نہیں پھٹکا تھا

اگرچہ نواب صاحب گوشہ نشین تھے۔ اور ایک اعتبار سے دنیا سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ آپ چھپنا چاہتے مگر دنیا ان کو کب چھوڑتی تھی۔ دلّی میں کوئی جلسہ کوئی دربار ایسا نہ ہوتا تھا جس میں نواب صاحب کی کرسی سب سے آگے نہ ہو۔ تقاریب میں جاتے تو ضرور تھے مگر با دلِ ناخواستہ

رشتہ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

وہاں سوائے انگریزی کے ٹکڑا نہ توڑا جاتا تھا اور یہ بے چارے اُس سے نابلد محض۔ ان کے زمانے میں انگریزی کی نہ ضرورت تھی نہ رواج بلکہ اس کا پڑھنا متعصب مذہب کے پابندوں کے نزدیک ایک گناہ سمجھا جاتا تھا یہ سر سید احمد خاں مرحوم ہی کی ان تھک کوشش کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے سالہا سال پیچھے پڑے جب کہیں جا کر اب چند سال ہوئے کہ مسلمانوں کی بھڑک نکلی ہے۔ اور وہ خدا خدا کر کے انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ولایت کی تعلیم کا دروازہ بھی جو اُن پر بند تھا سر سید ہی نے کھولا وہ خود گئے اپنے بیٹے کو لے گئے بس راستہ پڑ گیا اور جھجک نکل گئی۔ نواب صاحب اب انگریزی کی ضرورت کو

۱۔ الگ کونے میں بیٹھے رہتے تھے۔ ۲۔ الگ۔ ۳۔ جلسوں محفلوں۔ ۴۔ خلاف مرضی۔ ۵۔ میری گردن میں دوست نے ایک رسی ڈال دی ہے جس کے سہارے جہاں چاہتا ہے گھسیٹ لے جاتا ہے یعنی میں دوست کی مرضی کا تابع ہوں۔ ۶۔ کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ ۷۔ ناواقف۔ ۸۔ نہ سمجھنے والی۔ ۹۔ محنت کی۔ ۱۰۔ جھجک۔ ۱۱۔ کھل گیا۔

شدت سے محسوس[1] کرتے تھے لیکن بڈھے طوطے[2] کیا پڑھ سکتے تھے غرض دربار وں میں نواب صاحب ایک کٹھ پتلی[3] کی طرح برائے[4] بیت تیمناً تبرکاً[5] بیٹھے رہتے تھے ہم سمجھتے ہیں کہ بس ان کا بیٹھا رہنا ہی موجب برکت تھا کہ دلی کی ناک[6] سلامت تھی۔ اب ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ جو نعم البدل[7] اس کا بدل[8] نصیب نہیں ہوتا مسلمانوں میں جیسا کچھ قحط الرجال[9] ہی ظاہر ہے۔ نواب صاحب کی شادی غدر سے پہلے کسی امیر گھرانے[9] میں ہوئی تھی بیگم صاحب اپنے ماں باپ کی ایک ہی لڑکی تھیں۔ بڑے ناز و نعم[10] سے پرورش پائی تھی۔ گو ان کو تعلیم کچھ بھی نہ ہوئی تھی اور سوائے قرآن شریف اور چند مذہبی رسائل[11] کے لکھنے پڑھنے پر قادر نہ[12] تھیں کیوں کہ اس زمانے میں تعلیم نسواں کا رواج نہ تھا۔ عام خیال یہ تھا کہ عورتوں کو شُدبُد[13] بس کافی ہے زیادہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ان کو کیا نوکری کرنی ہے اور لکھانا تو گناہ سمجھا جاتا تھا کہ اس سے عورتوں کا دیدہ[14] ہوائی ہو جاتا ہے پس جتنی کچھ تعلیم بیگم صاحب کو مل گئی تھی وہ بھی

۱۔ معلوم۔ ۲۔ طوطا جب بچہ ہوتا ہے جب ہی پڑھ سکتا ہے بڈھا کیا پڑھے گا۔ ۳۔ کاٹھ کی پتلی جو کہ بے جان ہوتی ہے جس طرح نچاؤ ناچتی ہے خود ہل جل نہیں سکتی یعنی برائے نام۔ بے کار محض۔ ۴۔ برائے نام ۵۔ بزرگی اور رونق کے لیے۔ ۶۔ چہرے کی رونق ناک سے ہے ناک نہیں تو کچھ بھی نہیں یعنی رونق ۷۔ عوض۔ بدل۔ ۸۔ آدمیوں کا توڑا۔ ۹۔ خاندان۔ ۱۰۔ لاڈ۔ چاؤ۔ چونچلا۔ ۱۱۔ رسالوں چھوٹی چھوٹی کتابوں۔ ۱۲۔ قدرت نہ تھی یعنی لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔ ۱۳۔ تھوڑا سا جان لینا۔ ۱۴۔ بے لحاظ۔

بس غنیمت تھی۔ بیگم صاحب (جن کو سسرال سے سردار بیگم کا خطاب ملا تھا) بالطبع[1] نہایت سلجھے[2] ہوئے مزاج کی سمجھ دار سنجیدہ[3]۔ زیرک[4] اور نیک بیوی تھیں۔ اگر اِن کو اچھی طرح لکھایا پڑھایا جاتا تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جاتیں مگر نئی تعلیم کا اثر ان کے عام حالات طرز زندگی پر کچھ نہ پڑا تھا۔ سینا پرونا۔ کاڑھنا۔ پکانا۔ ریندھنا۔ جو شریفوں کی بہو بیٹیوں کو آنا چاہیئے سب ہی آتا تھا۔ نواب صاحب کی شادی جب رچی تو لوگ کہتے ہیں کہ لاکھوں روپیے کے وارے[5] نیارے ہو گئے بیٹے والے بھی امیر اور بیٹی والے بھی امیر۔ دولت کی نہ یہاں کمی تھی، نہ وہاں۔ خوب دل کے ارمان[6] دونوں طرف سے نکالے گئے اور ایک نے ایک سے بڑھ چڑھ کر حوصلہ دکھایا۔ بیگم صاحب کو جہیز ایسا ملا کہ آج تک دلّی میں ضرب[8] المثل ہے بڑے بوڑھے جب کبھی مل بیٹھتے تھے اور باتوں باتوں میں ذکر نکل آتا تھا تو بے اختیار اُن کی زبان سے نکل جاتا تھا کہ "ارے میاں! تم بچے ہو تم نے کیا دیکھا ہے بھلا یہ بھی کوئی شادی تھی۔ شادی ہم نے اپنے بچپنے میں دیکھی تھی جس کی دھوم[9] دھام آج تک یاد ہے۔ نواب سلیمان قدر کی شادی کا کیا کہنا شادی تو بس وہ تھی۔ ایسا اہتمام ایسا دین لین

۱۔ اپنی طبیعت سے۔ ۲۔ نکھرے۔ سیدھے۔ ۳۔ مہذب۔ ۴۔ عقل مند۔ ہوشیار۔ چھیلی۔ ۶۔ ادھر سے اُدھر۔ ۷۔ خواہش۔ تمنا۔ ۸۔ کہاوت ہو گئی۔ بات زبان پر چڑھ گئی۔ ۹۔ بہار۔ رونق۔

کوئی کیا کرے کا اُس کا دل گردہ[1] ہے کہ اُن کی ریس[2] کرے۔" الغرض نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کی لگن[3] کچھ ایسی شبھ[4] گھڑی سے لگی تھی اور ایسی سازگار[5] ہوئی کہ کبھی کانوں کان[6] بدمزگی سُنی ہی نہیں۔ دونوں ایک جان دو قالب تھے

۲۔ فرخندہ جمال کی پیدائش اور تعلیم

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد[7]   دل رمیدۂ ما را رفیق و مونس شد

کئی برس کے انتظار کے بعد بڑی منتوں[8] مرادوں سے نواب صاحب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کی دھوم دھام۔ ناچ رنگ۔ ہیجڑے[9] بھانڈ[10] چھٹی[11] چلا[12] سب ہی کچھ اعلیٰ پیمانہ پر ہوا۔ اللہ نے اُسے پروان چڑھایا[13] خدا رکھے اب اُنیسواں سال تھا۔ اُس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن باپ دادا کا نام روشن کرنے والا ایک ہی کافی تھا شیر کا ایک ہی بچہ بلی کے جھول[14] سے بہتر ہے۔ فرخندہ جمال جس لیل و نہار[15]

۱- حوصلہ ہمت۔ ۲- حرص۔ مقابلہ۔ ۳- شادی۔ ۴- اچھی۔ مبارک۔ ۵- موافق پھولی پھلی۔ ۶- کسی کے کان تک نا اتفاقی کی خبر نہ پہنچی۔ ۷- ایک ستارہ ایسا چمکا کہ وہ مجلس کا چاند بن گیا اور ہمارے بھٹکے ہوئے دل کے لیئے مونس اور رفیق ہوگیا۔ ۸- کسی بزرگ کے مزار پر جا کر یا اُس کے نام پر اپنی مراد حاصل ہونے کے لیئے نذر و نیاز یا چڑھاوے کا اقرار کرنا۔ ۹- زنانے۔ ۱۰- نقال۔ ۱۱- ولادت کے چھٹے دن جو تقریب ہوتی ہے جس میں زچہ اور بچے کو نہلاتے ہیں۔ ۱۲- چالیس دن کی تقریب۔ ۱۳- بڑا کیا۔ ۱۴- کتے بلی کے کئی کئی بچوں کی جھول کہلاتی ہے۔ ۱۵- رات دن یعنی زمانہ ۱۲

میں پیدا ہوا تھا اُس کا اقتضا[1] تو یہی تھا کہ وہ آج دنیا بھر کا شہدا اُچکا[2] مسرف[3]، لکھ لُٹ، شرابی، عیاش[4]۔ جو کچھ نہ ہوتا کم تھا۔ مگر ہم کو حیرت ہے کہ ہم نے اُس کی کوئی ایسی ویسی بات دیکھنا تو کجا، کبھی بھنک[5] تک بھی نہیں سنی۔ نواب صاحب کی امیری سے بڑھ کے کیا چیز تھی، قسمت بگڑی بھی کہ ایسا انمول[6] جوہر اُن کے ہاں پیدا ہوا جو فی الواقع[7] بیش قیمت تھا۔ کچھ خدا ہی کا فضل تھا جو اُسے دنیا کی ہوا نہ لگی[8]۔ ورنہ دولت اور امارت[9]۔ اللہ آمین[10]۔ چاؤ چونچلے[11]۔ لاڈ پیار۔ نوکروں کی خوشامد درآمد۔ سامان تو ایسے جمع تھے کہ پیٹ بھر کر[12] بگڑتا اور جتنا ستیاناس[13] ہوتا کم تھا۔ لیکن خدا جسے سنوارے[14] اُسے کون بگاڑے۔ ہم نے اچھی طرح سے چھان بین[15] کی تو اس کی تصدیق ہوگئی کہ یہ سب بیگم صاحب ہی کی رکھ رکھاؤ[16] کا نتیجہ تھا۔ بچوں کی اصلی تعلیم گاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ مردوں کو کیا خبر، نہ ان کے بس[17] کی بات۔ بیگم صاحب یوں تو بچے پر دیوانی[18] تھیں اور کیوں نہ ہوتیں

۱۔ منشا۔ ۲۔ بدمعاش، آوارہ، فضول خرچ۔ ۳۔ لاکھوں روپے لٹانے والا۔ ۴۔ تماش بین۔ ۵۔ ذرا سی اڑتی پڑتی سنی سنائی خبر۔ ۶۔ جس کے دام نہ لگائے جاسکیں یعنی بیش قیمت۔ ۷۔ حقیقت میں۔ ۸۔ دنیا کی بری صحبتوں میں نہ پڑا۔ ۹۔ امیری۔ ۱۰۔ ہر بات پر بسم اللہ کہنا، ہمیشہ دعا مانگنا۔ ۱۱۔ پیار لاڈ اور ناز اٹھانا۔ ۱۲۔ پوری طرح۔ ۱۳۔ خرابا، بگاڑ، بربادی۔ ۱۴۔ بنائے۔ ۱۵۔ تلاش جستجو۔ ۱۶۔ طریقۂ پرورش۔ ۱۷۔ اختیار، قابو۔ ۱۸۔ فریفتہ۔ ۱۲

کرنے[1] دے کے ایک ہی تھا اور ہر گھڑی صدقے[2] واری جاتی تھیں مگر ایک سکنڈ[3] کے لئے بھی کسی بے عنوانی[4] کی روادار نہ تھیں کھلاتی[5] تھیں سونے کا نوالہ اور دیکھتی تھیں شیر کی نگاہ۔ فرخندہ باپ سے تو کبھی ضد بھی کر بیٹھتا تھا مگر ماں سے تو اُس کا دم ہی سلب[7] ہوتا تھا۔ نواب صاحب خود زمانہ شناس[8] تھے وہ دیکھ رہے تھے کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ پرانی[9] ہڈیوں پر فخر و ناز کیا جائے یا محض امارت سے کام چل جائے اب تو بدون تعلیم کے اور وہ بھی انگریزی تعلیم کے زندگی دشوار کیا محال[10] ہے۔ اُنھوں نے شروع ہی سے اپنے لڑکے کو نہایت اہتمام سے بہترین تعلیم دلوائی تھی۔ مدرسے میں باقاعدہ داخل کرنے کے سوائے پرائیویٹ[11] طور پر بھی ماسٹر[12] نگراں تھا اور ورزش[13] کا بھی بڑا خیال تھا ٹینس[14] کورٹ گھر میں بنوا دیا تھا۔ مڈل[15] تو دلی کے عربک[16] اسکول سے اُس نے پاس کیا لیکن۔ انٹرنس[17] کا امتحان سینٹ[18] سٹیفنز کالج میں دیا اور بی۔ اے[19] کی ڈگری الہ آباد یونیورسٹی سے حاصل

۱۔ پیچ بچھ کر۔ ۲۔ نثار۔ ۳۔ گھنٹے کے ساٹھ منٹ اور ایک منٹ کے ساٹھ سکنڈ یعنی تھوڑی دیر کے لئے بھی ۴۔ بے قاعدگی۔ ۵۔ متحمل۔ ۶۔ کھلاتی پلاتی خوب تھیں مگر رعب داب بھی رکھتی تھیں۔ ۷۔ نکل۔ ۸۔ زمانے کے پہچاننے والے۔ ۹۔ باپ دادا پر۔ ۱۰۔ ناممکن۔ ۱۱۔ خانگی۔ ۱۲۔ اُستاد محافظ۔ دیکھ بھال کرنے والا ۱۳۔ کثرت۔ ۱۴۔ ایک قسم کا کھیل جو ربر کی کھوکلی گیندوں اور تانت سے بُنے ہوئے بلوں سے دو آدمی ایک طرف اور دو دوسری طرف مل کر کھیلتے ہیں۔ ۱۵۔ درمیانی امتحان جو انٹرنس سے پہلے ہوتا ہے۔ ۱۶۔ دلی کے ایک مدرسہ کا نام ہے جو چندے سے قایم ہے۔ ۱۷۔ یونیورسٹی کا پہلا امتحان داخلہ۔ ۱۸۔ دہلی میں پادریوں کا کالج ہے۔ ۱۹۔ بیچلر آف آرٹس۔ انٹرنس کے بعد کی ڈگری ہے اس کا امتحان پاس کرنے والا گریجوایٹ کہلاتا ہے۔

کی۔ بھلا خیال کیجئے کہ نوابی خاندان جس میں انگریزی پڑھنا کفر و الحاد سمجھا جاتا تھا آج اسی گھرانے کا ایک ممبر[1] بی۔ اے ہے۔ خیر بی۔ اے تو اس زمانے میں گاجر مولی کی طرح بکھرے پڑے ہیں مگر فرخندہ معمولی بی۔ اے نہ تھا جن پر انگریزی تعلیم کا اثر سوائے کوٹ پتلون پہن لینے اور دن بھر بال سنوارنے اور پر پرزے[5] درست کرنے اور شاید شراب پینے کے اور کچھ نہ ہوا ہو یہ لڑکا تو کچھ جنم ہی کا نیک اور ہونہار تھا۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ پوت[8] کے پاؤں پالنے ہی میں معلوم دیتے ہیں۔ اس کا لباس عموماً وہی تھا جو اس کے باپ کا تھا وہی چوگوشیہ ٹوپی۔ پردہ دار انگرکھا۔ سلیم شاہی[9] جوتی۔ ہاں خاص خاص مواقع اور ضرورت کے لحاظ سے شیروانی اور چوڑی مہری کا پائجامہ اور رومی ٹوپی بھی پہن لیتا تھا۔ سب سے بڑی بات اس لڑکے کی ہمیں یہ پسند آئی کہ وہ نہ صرف ماں باپ کا حد سے زیادہ ادب اور لحاظ کرتا تھا بلکہ اپنے سے ہر بڑے کے آگے جھک جاتا تھا۔ بی۔ اے اگر وہ تھا تو اپنے واسطے مگر دوسروں کے سامنے تو وہ ایف۔ بی سی پڑھنے والے کے برابر معلوم دیتا تھا ع

۱۔ فرد۔ ۲۔ شخص۔ ۳۔ بے قدری کی حالت۔ ۴۔ منتشر۔ پریشان۔ ۵۔ کیل کانٹے۔ ۶۔ پیدائشی۔ ۷۔ جو پودا پھولنے پھلنے والا ہوتا ہے اس کے پتے شروع ہی سے چکنے چکنے سرسبز و شاداب ہوتے ہیں۔ ۸۔ بچے کی حالت چھٹپنے ہی میں معلوم ہو جاتی ہے کہ آگے چل کر کیسا ہونے والا ہے۔ ۹۔ نوک دار جوتی۔ ۱۰۔ پائنچہ۔ ۱۱۔ مبتدی۔

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں[1]

انگریزی تعلیم نے اُس کے مذہبی خیالات میں رتّی برابر[2] فرق نہیں ڈالا تھا
نماز روزے کا سختی سے پابند تھا کہ جب سے ہوش سنبھالا ماں باپ کی
سخت تاکید تھی سیر تماشے سیر گشت[3] لہو و لعب[4] کی عادت نہ تھی۔ مدرسہ یا گھر
بس دو ہی جگہ اُس کا ٹھکانا تھا مشغلہ سوائے کتب بینی[5] کے اور کچھ نہ تھا۔
انگریزی کے علاوہ اُس کی عربی کی استعداد بھی کافی تھی کہ سکنڈ لینگویج
(دوسری زبان) عربی ہی تھی۔ ہمارے خیال میں اس غیر معمولی کایا پلٹ[6] کا
اصلی گُر[7] یہی تھا کہ مذہبی تعلیم اور تربیت سے غفلت نہیں کی گئی تھی اور ماں باپ کا
عمدہ نمونہ اُس کی پیش نظر تھا۔ وہ انھیں کو دیکھ دیکھ کر خو بو پکڑتا تھا۔ جو
ماں باپ خود پابندی نہ کریں اور بُرے نمونے اپنی اولاد کو دکھلائیں اور پھر
چاہیں کہ شیطان کے گھر رحمٰن اُٹھے اُن کی توقع بالکل بے جا ہے بیگم صاحب
نے شروع ہی سے اس کے مزاج میں سخن شنوی[8] اور اطاعت کی عمدہ عادتیں
راسخ[9] کر دی تھیں۔ کیا مجال تھی کہ بیگم صاحب کی ہوں[10] کے ساتھ اس کے حواس
باختہ[11] نہ ہو جائیں۔ مارنا پیٹنا کوسنا کاٹنا۔ دھاڑنا[12] جھنگھاڑنا۔ کبھی
کبھی گرم[13] آواز سے بھی نہ بولیں۔ ضد اور ہٹ اور مچلنا اور بے جا

۱۔ میوے سے لدی ہوئی ڈالی بوجھ سے خود بخود جھک جاتی ہے یعنی بڑے لوگ اور زیادہ خلیق ہوتے ہیں۔
۲۔ ذرا بھی۔ ۳۔ واہی تباہی پھرنا۔ ۴۔ کھیل کود۔ ۵۔ کتاب دیکھنے۔ ۶۔ انقلاب۔ ۷۔ بھید، علم۔ ۸۔ بات سُن لینا یعنی مان لینا۔ ۹۔ مضبوط۔ ۱۰۔ ڈانٹ گھرکی۔ ۱۱۔ پریشان۔ ۱۲۔ چیخنا چلانا۔ ۱۳۔ سخت۔

لاڈ کو تو بیگم صاحب نے کبھی پیش[1] ہی نہ جانے دیا۔ گربہ کُشتن روزِ اول[2] بیگم صاحب کا کام
کہنا تھا اور اُس کی تعمیل رات دن اس کی حرکات[3] و سکنات نشست[4] و برخاست
بات چیت پر بیگم صاحب کی نظر تھی۔ باتوں ہی باتوں میں سب کچھ سکھا دیا۔ رات کو
جب بچّی کو لے کر پلنگ پر لیٹتیں تو ہمیشہ اُسے اچھی طرح نتیجہ خیز[5] کہانیاں سنائیں
جس سے جھوٹ کی بُرائی۔ راستی[6] کی بھلائی۔ نیک مزاجی۔ اخلاق راست بازی[7]۔ دیانت[8] و
امانت داری۔ خدا ترسی[9]۔ غریبوں پر رحم۔ انسانی ہمدردی چھوٹوں پر شفقت[10]۔ بڑوں کا
ادب۔ موٹی[11] موٹی ساری باتیں بتلایا کرتی تھیں۔ لڑنے[12] جھگڑنے[13]۔ گالی گلوچ جھوٹ
ضد ہٹ[14]۔ شرارت سب کی برائیاں اُس کی گھٹی[15] میں ڈال دی تھیں۔ ابھی
ساتواں ہی برس شروع ہوا تھا کہ اُسے نماز پر ایسا لگایا کہ آج وہ بڑا پکّا[16] اور کٹّا
نمازی تھا خدا کی عظمت۔ اُس کا ڈر نیکی کی ترغیب بُرائی سے نفرت یہ سب

۱۔ چلنے نہ دیا۔ ۲۔ پہلے ہی دن بلّی مارنا۔ یہ کہاوت قصہ طلب ہے ایک شخص تھا جس نے شادی کے پہلے ہی دن دُلہن
کو ڈرانے کو ناحق ایک بلی کو مار ڈالا تھا۔ بیوی نے کہا اوہو یہ تو بڑا تیز مزاج ہے کچھ بات نہ چیت اس نے بلّی کی جان
بے وجہ لے ڈالی خدا جانے غصے میں کیا کر بیٹھے اس لئے وہ بے چاری ڈر گئی مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہو پہلے ہی کر لو۔
۳۔ اُٹھک بیٹھک۔ عادات۔ ۴۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ ۵۔ فضول کہانیاں نہیں جیسے چڑا لایا چانول کا دانہ اور چڑیا
لائی دال کا دانا دونوں نے مل کر کھچڑی پکائی جس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ ایسی کہانیاں کہتی تھیں جن سے
کوئی مفید مطلب نکلتا ہو۔ ۶۔ سچائی۔ ۷۔ سیدھی بات کہنا۔ ۸۔ ایمان داری۔ ۹۔ خدا کا ڈر۔ ۱۰۔ مہربانی
۱۱۔ بڑی بڑی۔ ۱۲-۱۳۔ بدل جھل۔ ۱۴۔ کسی بات پر اَڑ جانا۔ ۱۵۔ بچوں کے پیدا ہوتے ہی املتاس
سونف۔ ایلوا وغیرہ ملا کر پیٹ صاف کرنے کے لئے جو عرق دیا جاتا ہے وہ دوا گھٹی کہلاتی ہے مطلب یہ ہے کہ ڈال

باتیں اُس کی طبیعت ثانیہ[1] ہوگئیں تھیں۔ اب وہ آمد[2] کا درجہ رکھتی تھیں نہ کہ آورد کا۔ یہ صرف بیگم صاحب کی عمدہ تعلیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ آج فرخندہ جمال ایک بے مثال لڑکا[3] اُٹھا جو گھر کا چراغ اور سب کی آنکھوں کا تارا[4] تھا۔ نواب صاحب کی امارت اور نیز[5] فرخندہ کی لیاقت کے لحاظ سے ضرور تھا کہ اب اُسے بغرض تکمیل تعلیم ولایت بھیج دیا جاتا لیکن بیگم صاحب نے کسی طرح ہامی[6] نہ بھری کہ وہ بہت سی ایسی مثالیں دیکھ چکی تھیں کہ لڑکے ہاتھ سے جاتے رہے۔ ولایت سے ایک فرعون[7] بے سامان بن کر آئے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اَلْخَیْرُ فِیْ مَا وَقَعَ[8] جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ خدا جانے وہاں کیا افتاد[9] پڑتی۔ فرخندہ کے لیے یہاں کس بات کی کمی تھی جو وہ خواہ مخواہ ولایت ہی بھیجا جاتا۔ ویسرائے[10] لفٹنٹ گورنر[11] سب کی نگاہ اُس پر تھی۔ اگر چاہتے تو وہ گورنمنٹ اسکالرشپ (سرکاری وظیفہ) سے ولایت بھیجا جا سکتا تھا۔ لیکن

۱۔ وہ عادت جو طبیعت میں داخل ہو جائے۔ ۲۔ آمد وہ چیز خود بخود طبیعت سے نکلے اور وہ جو کوشش سے کی جائے وہ آورد کہلاتی ہے۔ ۳۔ نکلا۔ ۴۔ پیارا۔ ۵۔ بھی۔ ۶۔ راضی نہ ہوئیں۔ ۷۔ فرعون نے خدا کی نافرمانی کی تھی جس کے سبب وہ ڈبو دیا گیا۔ جو شخص بالکل خودمختار ہو جائے وہ فرعون بے سامان کہلاتا ہے یعنی جو کسی کو خاطر تلے نہ لائے۔ ۸۔ جو بات ہو گزری سمجھو کہ اُسی میں خیر ہے۔ ۹۔ معاملہ پیش آئے۔ ۱۰۔ گورنر جنرل۔ سارے ہندوستان کے بڑے لاٹ صاحب۔ ۱۱۔ صوبہ کے لاٹ صاحب۔

سونے کے کٹورے کو بھیک کی کیا کمی۔ شرافت خاندانی کے علاوہ اعلیٰ درجے کی لیاقت، سونے میں سہاگہ۔ سرکاری نوکری اس کی جوتیوں سے لگی پڑی تھی۔

۳۔ فرخندہ جمال کی ملازمت

نہ کس می دہاند نہ کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد

حکام والامقام سب نواب صاحب کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے۔ گورنمنٹ کی شرفا پروری نے سب کے دل مٹھی میں لے رکھے ہیں۔ حکام کو فرخندہ جمال کا بڑا خیال تھا۔ نیک گھڑی آگئی اور فرخندہ جمال کا تیر اقبال چمکنے لگا۔ گھر بیٹھے بے سعی و سفارش لفٹنٹ گورنر کا ڈاکٹ (حکم) آیا۔ ایک دم سے ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوگئے۔ بن مانگے موتی ملے اور مانگے ملے نہ بھیک۔ فرخندہ جمال کو کو نوکری کی ضرورت نہ ہو کیوں کہ گھر میں خدا کا دیا سب کچھ

۱۔ جس کے پاس سونے کا کٹورا ہوگا وہ خود صاحب ثروت ہوگا وہ بھیک ہی کیوں مانگنے لگا اور فرض کرو کہ مانگے تو اُسے بے محنت ملے گی بھی کہ زر زر کشد در جہاں گنج گنج یعنی مالدار آدمی کو کسی بات کی کمی نہیں۔ ۲۔ سہاگہ ڈالنے سے سونے کا رنگ اور نکھر جاتا ہے یہ مثل ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں کسی عمدہ بات میں اور زیادہ عمدگی ہو جائے۔ ۳۔ بلا کوشش دوا دوش مل سکتی تھی۔ ۴۔ کسی کا کیا مقدور کہ اوروں سے دلوا سکے یا خود دے سکے وہ تو بس خدا ہی ہے کہ دلواتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے۔ ۵۔ قابو میں۔ ۶۔ بد ستارہ۔ ۷۔ بے کوشش۔ ۸۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ بلا طلب دولت مل جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود مانگنے کے بھیک بھی نہیں ملتی۔ یعنی سب امور خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۱۲

تھا مگر جوانی کی اُمنگ[1] کا اقتضا[2] یہ ضرور تھا کہ باپ کے دستِ نگر[3] بنکر رہیں
کچھ تو اپنی قوتِ بازو سے بھی کمائیں اِس خیال سے دل ہی دل میں نوکری
کی تمنا کرتا تھا[4] گو اُس کا اظہار ماں باپ پر نہ کر سکتا تھا۔ اب نوکری بھی
ملی تو ایسی کہ جو ہندوستانیوں کے لیے معراج الکمال[5] ہو اور خدا نے گھر
بیٹھے بھیج دی۔ اِس خبر سے سارے گھر میں مبارک سلامت ہونے لگی۔
جس کو دیکھو باچھیں[6] کھلی جاتی تھیں۔ ماں باپ کی خوشی کا کوئی کیا اندازہ
کر سکتا تھا۔ قدر بابا اُں زماں دانی کہ خود بابا شوی[7]۔ دلّی سے میرٹھ[8]
دور ہی کتنا تھا بس وہیں کا مقام ہی کیا تھا۔ بیگم صاحب کو بیٹے کی جدائی شاق[9]
تھی گو وہ گھڑی[10] بھر کے ہی لیے کیوں نہ ہو مگر اُس کی اتنی بڑی نوکری
سے دل باغ باغ[11] تھا۔ لیکن پھر بھی ماں کی ممتا[12] دل نے نہ مانا
وہ بیٹے کے ساتھ ہی گئیں۔ اور اندر کوٹ محلے میں ایک اچھا سا مکان لیکر
ماں بیٹے رہنے سہنے لگے۔ جب مکان ٹھیک ٹھاک[13] ہو گیا تو بیگم صاحب
دلّی چلی آئیں مگر آتی جاتی رہتی تھیں۔ چند دن یہاں چند دن وہاں۔
نواب صاحب بھی مہینے دو مہینے میں پھیرا کرتے تھے۔

۱۔ ولولہ۔ جوش۔ ۲۔ تقاضا۔ ۳۔ محتاج۔ ۴۔ بل بوتے۔ ۵۔ آرزو۔ ۶۔ غایت درجہ کی کامیابی
۷۔ خوش ہونا۔ ۸۔ جب تم خود باپ بنو گے تو تم کو اولاد کی محبت کی قدر آئے گی۔ ۹۔ سخت۔
۱۰۔ تھوڑی ہی دیر کے لیے۔ ۱۱۔ خوش و خرم۔ ۱۲۔ محبت۔ ۱۳۔ درست۔ ۱۴۔

۴۔ فرخندہ جمال کی شادی کی تحریک

اے غازۂ حسنِ مہ جبیناں — اے نیّرِ بخت نازنیناں

تو مرہمِ زخمِ دل کا کافور — تو مصحفِ گل کا سورۂ نور

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ لڑکے کو اب اکیسواں سال شروع ہے اور امیر کا بچہ لیکن ابھی تک اس کی شادی بیاہ کی بھنبھنی تک بھی نہ سُنی گئی۔ بیگم صاحب کچھ آج کل کی نادان عورتوں کی طرح تو تھیں ہی نہیں نہ اُنھوں نے دھوپ میں اپنا چونڈا سفید کیا تھا جو صرف ارمان اور لاڈ کے مارے ننھی سی بہو لے آتیں اور اُس کڑے کو پالتیں اور لڑکے کی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیتیں اگر کسی نے کہا بھی تو ٹکڑا سا توڑ کر جواب دے دیا کہ ابھی جلدی کیا ہے ابھی تو خدا رکھے وہ پڑھ رہا ہے جب نوکر ہو جائے گا دیکھا جائے گا۔ بیٹے کی بری بازار میں کھڑی۔ اب تو سب مرحلے طے ہو چکے تھے۔ پڑھ کر

۱۔ اے خوب صورتوں کے چہرے کے بٹنے (رونق) اے نازنینوں کے نصیب کے چمکتے ہوئے تارے تو زخمِ دل کے لیئے مرہم کافور ہے (جس سے ٹھنڈک پڑ جاتی ہے) تو چہرے کی کتاب کے لیئے سورۂ نور ہے۔
۲۔ کتاب پڑھنے والوں۔ ۳۔ بات چیت۔ ۴۔ موئے سفید تجربہ کی دلیل ہے۔ چونڈا (سر کے بال) کچھ دھوپ لگ کر سفید نہیں ہوتے۔ بلکہ دُنیا کے نیک و بد سب طرح کے مرحلے طے کر چکنے کے بعد آدمی بڑھا ہوتا ہے۔
۵۔ چھوٹی سی جان۔ ۶۔ کسی کام میں حارج ہونا۔ ۷۔ صاف جواب دے دیا۔ ۸۔ بیٹے کی شادی میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ جھٹ پٹ بازار سے سب سامان ہو سکتا ہے برخلاف اس کے لڑکی کی شادی جہیز کی طیاری ایک دقت طلب امر ہے۔ بری اُن چیزوں کو کہتے ہیں میوہ اور نُقل وغیرہ جو دولھا کی طرف سے دُلھن کے ہاں بھیجے جاتے ہیں۔ ۹۔ مراتب مشکلیں۔ ۱۲

بھی فارغ ہوئے اور نوکر بھی ہو گئے۔ کوئی حالت منتظرہ باقی نہ تھی لہذا
اب سلسلہ جنبانی شروع ہوئی۔ دلّی میں کئی باتیں آئیں مگر چھاتی نہ ٹھکی۔
جوڑا اور گھوڑا تقدیر سے ملتا ہے۔ میرٹھ میں خود اِن کے محلے میں ایک بڑے
رئیس مرزا جہاں دار علی بیگ رہتے تھے بیگم صاحب کو کسی نے خبر دی کہ
اُن کی ایک ہی لڑکی ہے اور بہت خوش حال ہیں۔ بڑے بھاری زمیندار
ہیں اور لڑکی صورت شکل کی بھی بہت اچھی ہے۔ دلّی کی طرح نہ لکھا پڑھی
ہوگی نہ کوئی جھگڑا کھیڑا ہوگا۔ بیگم صاحب نے بات سُن لی اور دل ہی
دل میں سوچ بچار کرنے لگیں دل اُدھیڑ بُن ہونے لگا۔ نواب صاحب سے
مشورہ کیا تو انھوں نے بھی پسند کیا۔ لڑکے سے انھوں نے مشورت اس
وجہ سے بے کار سمجھی کہ وہ آج کل کے لڑکوں کی طرح دیدہ شُہوائی نہ تھا تو وہ
اب ڈپٹی مگر ماں کے سامنے تو بچہ ہی تھا۔ بیگم صاحب تو جانتی تھیں کہ دُنیا
کی اونچ نیچ وہ کیا جانے ابھی اُس کے مُنہ سے دودھ کی بو بھی نہیں
گئی۔ میں خود کیسی کرنے والی بیٹھی ہوں جہاں میں کہہ دوں گی وہ
کر لے گا میرا بچہ ایسا نہیں۔ جو میری بات کو اُلٹے اور سچ بات بھی یہی تھی۔

۱۔ انتظار کی حالت۔ ۲۔ بات چھیڑی۔ ۳۔ اطمینان نہ ہوا۔ ۴۔ فکر ۵۔ پس و پیش
۶۔ صلاح۔ ۷۔ بے شرم۔ نڈر۔ ۸۔ نشیب و فراز۔ ۹۔ یعنی ابھی بالکل ہی
بچہ تھا۔ ۱۲

اگر فرخندہ سے پوچھا بھی جاتا تو وہ بالکل ماں کی مرضی پر چھوڑ دیتا اور خود دخل دینا سوء ادبی[1] سمجھتا۔ سعادت مند[2] ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بیگم صاحب نے آئے گئے لوگوں سے اس گھرانے[3] کی ٹوہ لی۔ معلوم ہوا کہ سب طرح ٹھیک ٹھاک ہے لیکن لڑکی کچھ پڑھی لکھی نہیں ہے اور امیر کا بچہ ہے ذرا لاڈ پیار زیادہ ہے کہ گھر بھر میں لے دے کے ایک اسی کا دم ہے۔ بیگم صاحب کا خیال تھا کہ عورتوں کو لکھنے پڑھنے کی ایسی ضرورت ہی کیا ہے۔ خود میں ہی کون سی پڑھی لکھی ہوں پھر اس بن میرے کون سے کام اٹکے[4] پڑے ہیں رہا روزہ نماز کے لائق لکھنا پڑھنا وہ ہم خود سکھا لیں گے۔ لاڈ پیار کی جو کہو تو سب بچے اپنے اپنے ماں باپ کے لاڈلے ہوتے ہیں۔

۵۔ لڑکی کے حالات

صحبتِ صالح ترا صالح کند[5] صحبتِ طالح ترا طالح کند

بیگم صاحب نے اپنے لڑکے پر قیاس[6] کیا لیکن ان کو خبر نہ تھی کہ فرخندہ جمال کی ماں کی طرح کی اس لڑکی کی ماں نہ تھیں۔ ان میں ان میں آسمان[7] زمین کا فرق تھا۔ انھوں نے بیٹی کو پیٹ بھر کر[8] غارت کیا تھا۔ اس کی کسی

۱۔ بے ادبی۔ ۲۔ نیک۔ ۳۔ خاندان۔ ۴۔ رکے۔ ۵۔ اچھی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے سے انسان اچھا ہو جاتا ہے اور بری صحبت سے برا۔ ۶۔ اندازہ۔ ۷۔ بہت بڑا۔ ۸۔ اچھی طرح۔ بہت زیادہ ۔ ۱۲

بات کو بھول کر بھی ٹوکتی[1] نہ تھیں وہ بالکل خود مختار[2] اور مطلق العنان[3] تھی۔
ماں کی وقعت[4] اُس کی نگاہ میں رتّی برابر بھی نہ تھی۔ باپ سے واسطہ ہی نہ تھا۔
لاڈ کچھ اِس درجہ بڑھ گیا تھا کہ ہم کو اس لڑکی کا اصلی نام بھی آج تک معلوم
نہ ہوا لاڈلی بیگم ہی سب کی زبان پر چڑھا ہوا تھا وہی ہم نے بھی اختیار کیا۔
لاڈ کے سامنے اُسے لکھنا پڑھنا تو خیر یکا یا ئندہ تھا۔ سینا پرونا بھی خیر سلّا[5]
ہی تھا۔ ہاں دن بھر دھما چوکڑی[6] اور اودھم مچی رہتی تھی کھیل تماشا تھا کنجڑنوں[7]
اور سقنیوں کی صحبت تھی اور بس۔ گھر کے نوکروں کا ناک میں دم تھا۔ جو کچھ تھیں
بس چھوٹی بیگم ہی تھیں۔ کیا مجال کہ اُن کی بات ذرا گِر[8] جائے۔ زبان سے
جو نکلے بس وہ ہو کر رہے پھر اس میں دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے[9]۔ کس کا
زہرہ[10] تھا کہ کوئی اُس کی بات کاٹ[11] تو دے اور کیسی بھی سیدھی بات
کیسے ہی رسان[12] ہی سے اس سے کہی جائے مگر کیا مجال کہ اپنی بات
کے آگے کسی کی چلنے[13] دے وہ تو بے تُکے[14] جھاڑ کے اِس طرح پیچھے پڑ جاتی تھی
کہ جان چھڑانا دوبھر[15] ہو جاتا تھا۔ ایسی کون سی ماما اصیل تھی کہ جس کا
چونڈا[16] کھسوٹا نہ گیا ہو۔ نوکر کوئی چار دن ٹکتا نہ تھا اِدھر آیا اُدھر گیا اور
سارے شہر میں ڈھنڈورا[17] پیٹ دیا کہ نا بیوی کس کی شامت آئی ہے

۱۔ کبھی روکتی نہ تھیں۔ ۲۔ آزاد۔ ۳۔ بِن ناتھی کا بیل۔ بے لگام۔ ۴۔ عزت توقیر۔ ۵۔ یوں ہی سا
۶۔ گڑبڑ۔ ۷۔ ترکاری فروش۔ کاچھن۔ ۸۔ گھٹ جائے۔ ۹۔ کچھ بھی ہو جائے۔ ۱۰۔ حوصلہ۔
۱۱۔ منسوخ۔ ۱۲۔ آہستہ۔ ۱۳۔ پیش رفت جانے دے۔ ۱۴۔ بے طور۔ ۱۵۔ مشکل۔ اجیرن۔ ۱۶۔ سر۔ ۱۷۔ منادی

جو اُن کے ہاں رہے۔ اُن کی لڑکی تو کھڑے[1] پانی بھی نہ پینے دے لاڈلی کا مزاج کسی طرح سامان[2] میں نہ آتا تھا جب دیکھو تیوری[3] پر بل مُنہ پھولا ہوا جس سے دیکھو ٹیڑھی[4] جلی کٹی بات۔ نازک مزاج ایسی کہ آئے دن بیماری کی شکایت اور ایسا شخص بیمار ہوا ہی چاہے جو سارے دن عہدیوں[5] کی طرح اینڈے[6] پڑا رہے پلنگ پر بیٹھے نواڑ توڑنے کے سوائے کچھ کام نہ تھا۔ خالی بنیا[7] کیا کرے اِس کوٹھی کے دھان اُس کوٹھی میں۔ ذرا پنڈا[8] اچھیکا ہوا یا سر میں درد ہوا کہ سارے گھر میں تلملم[9] مچ جاتی تھی کہ اللہ دے اور بندہ لے اُلٹی[10] کھٹوانٹی لے کر پڑیں۔ حکیم ڈاکٹر کے علاوہ صدقے[11] سلّے ٹونے ٹوٹکوں گنڈے تعویذوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی۔ خدا رکھے اُن کے گلے میں خود تعویذوں کی ہیکل[12] موجود تھی۔ کئی تو گنڈے پڑے ہوئے تھے جس[13] کی وجہ سے لڑکی موت بیماری کے گھر میں جا نہیں سکتی تھی۔ نذر نیاز۔ منت مرادیں بات[14] بات پر بکرا۔ غرض ایک چھوئی[15] موئی بنا رکھا تھا۔ پھر ایسے شخص کا مزاج اگر فلک[16] ہفتم پر نہ ہوتا تو کس کا

۱۔ ذرا دیر بھی ٹھیرنے نہ دے ۲۔ قابو ۳۔ پیشانی پر شکن ۴۔ اوندھی طعنے دینے کی ۵۔ بےکار ۶۔ سُست ۷۔ خالی آدمی فضول کام میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے ۸۔ بدن گرم ہوا ۹۔ اودھم ۱۰۔ سر مُنہ لپیٹ کر چارپائی پر پڑ جانا۔ روٹھ جانا ۱۱۔ خیرات۔ نذر نیاز۔ اُتارا۔ گلے میں جو سوت بٹ کر ڈال لیتے ہیں اُسے گنڈا کہتے ہیں ۱۲۔ ہار ۱۳۔ جس کے گلے میں گنڈا ہوتا ہے وہ وہم کے مارے بیماری یا مرنے میں نہیں جاتا ۱۴۔ ذرا اونچ نیچ ہوئی کہ بکرا ذبح کر دیا ۱۵۔ لجالو کا درخت جس کے پتے ہاتھ لگاتے ہی مرجھا جاتے ہیں ۱۶۔ ساتویں آسمان پر ۱۲

ہوتا وہ خوب سمجھے ہوئے تھی کہ گھر والوں کو جس ناچ[1] نچاؤں گی ناچیں گے۔ اس قسم کی فرضی بیماری تو اس کے دم کے ساتھ تھی ہی اور پھر بات بات پر مچلنا[2] اور ضد اور ہٹ۔ دوا کسی طرح پیتی نہ تھی۔ آنکھیں میچیں[3] کون پیئے ہو رہا ہے اور وہ گھنٹوں جھلا[4] رہی ہے۔ آدھی پھینکی آدھی پہ مشکل پی۔ چڑچڑا پن[5] بدزبانی۔ کج اخلاقی[6]۔ غرض وہ تمام خرابیاں جو ایک بے ہودہ لاڈ کا لازمی[7] نتیجہ ہے۔ کوٹ کوٹ[8] کر اس لڑکی میں جمع ہوئی تھیں اور پھوہڑپن[9] مزید برآں۔ ایک[10] تو کریلا کڑوا اور سے چڑھا نیم۔ ان کی اماں جان کو اپنی صاحبزادی کی کوئی ادا[11] بری ہی نہ لگتی تھی نہ خود کسی بات کا برا مانتی تھیں تو پھر وہ ٹوکتی[12] ہی کیوں۔ کس کا جگر تھا کہ ماں سے بیٹی کی شکایت کی بھاپ[13] نکالتا۔ ماں تو سنی[14] کی ان سنی کر دیتی کہ بیٹی ان کی سنتی ہی کب تھی۔ اس کو ماں کی ناراضی بھانویں[15] بھی نہ تھی۔ ماں کو وہ خاطر تلے[16] کب لاتی تھی وہ بدو تڑاق[17] پڑاق پر آمادہ[18] ہو جاتی تھی۔ ماں اپنا سامنہ[19] لے کر رہ جاتی تھی۔ البتہ شکایت

۱۔ جس بات پر اڑ جاؤں گی کرا کے چھوڑوں گی۔ ۲۔ ضد کرنا۔ ٹوٹ جانا۔ ۳۔ بند کریں۔ ۴۔ ٹلانا۔ ۵۔ بات بات پر بگڑنا۔ ۶۔ ٹیڑھا اخلاق۔ بدخلقی۔ ۷۔ ضروری۔ ۸۔ خوب پیٹ بھر کر۔ ۹۔ بدسلیقگی۔ ۱۰۔ کریلا تو خود کڑوا ہوتا ہے اور نیم بھی کڑوا ہوتا ہے تو جس کریلے کی بیل نیم کے درخت پر چڑھی ہوئی ہو اس کی کڑواہٹ کا کیا پوچھنا ہے۔ ۱۱۔ طرز۔ انداز۔ ۱۲۔ روکتی۔ ۱۳۔ ہوا۔ ۱۴۔ یعنی ایسی بے خبر ہو جاتی تھیں کہ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ ۱۵۔ پروا خاطر تلے نہ لاتی تھی۔ ۱۶۔ خیال میں۔ ۱۷۔ تو تو میں میں۔ ۱۸۔ طیار۔ ۱۹۔ شرمندہ ہو جاتی تھیں۔

کرنے والوں کی منت میں مٹی[1] پلید ہو جاتی۔ اس ڈر سے سب دم بخود[2] تھے لڑکی کی ماں کو کبھی اس بات کا خیال تک بھی نہ آیا کہ جوان جوان لڑکی اور یہ حالت۔ یہ لوٹھا خانم[3] کس گھر جاکر بسیں گی۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ صرف روپیہ پیسہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو سب عیبوں کو ڈھانک لیتا[4] ہے اور وہ اپنی لڑکی کی حرکات کو سرے[5] سے عیب ہی نہیں سمجھتی تھیں بلکہ وہ تو اس کا روٹھنا[6] ٹھنکنا[7]۔ ضد کرنا۔ بگڑنا۔ دیکھ کر ہنس دیا کرتی تھیں۔ خدا کا حکم ایک دفعہ ٹل[8] جائے۔ مگر نہ ٹلے تو لاڈلی کا کہنا۔ بات بات پر بیٹی کی حمایت میں کہنا تھا کہ اونھ! امیروں کے سارے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہم نے کسی کو اس عمر میں بوڑھا[9] بچہ یا لگا[10] چھپتیا نہیں دیکھا بڑی ہوگی گھر بار کا بوجھ پڑے گا خود سمجھ آجائے گی۔ لیکن انھوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ میرا لاڈ اس کے حق میں کانٹے بو رہا[11] ہے اور میں اس کو دین و دنیا سے غارت[12] کر رہی ہوں اور آئندہ کے لیئے اس کی ریڑھ[13] مار رہی ہوں۔ گو ماں کو اپنی بیٹی کا ہر انداز پسندیدہ نظر آتا تھا مگر جس گھر جائیں گی سسرال والے نکلے کے سے بل[14] نکال دیں گے۔ بیوی

۱۔ ذلت اور خواری۔ ۲۔ خاموش۔ ۳۔ طعن کا لفظ ہے یعنی ہٹی کٹی۔ موٹی مشٹنڈی۔ ۴۔ چھپا لینا۔ ۵۔ شروع سے۔ ۶۔ خفا ہو جانا۔ ۷۔ لاڈ سے رونا۔ ۸۔ ہٹ جائے۔ ۹۔ تجربہ کار۔ ۱۰۔ سیانا۔ ۱۱۔ سخت برائی کر رہا ہے۔ ۱۲۔ برباد۔ ۱۳۔ کھوج کھو دینا۔ ستیاناس کرنا۔ ۱۴۔ سیدھا کر دینا۔ درست کر دینا۔ ۱۲

چھٹی[۱] کا دودھ یاد آجائے گا۔

۴۔ بات کا ٹھیرنا، میاں بیوی کی تکرار اور وداع[۲]

نقدِ[۳] مطلب سے ہوئی جیبِ تمنا معمور
پُر ہی گلہائے فرح بخش سے دامانِ امید

سردار بیگم کو ان کے اندرونی[۴] حالات کی کیا خبر تھی اور کیوں کر ہو سکتی تھی۔ انھوں نے ظاہری حالت کا اطمینان کر لیا بلکہ خود بھی کسی بہانے[۵] سے جا کر لڑکی کو دیکھ آئیں۔ گو لڑکی کی عمر چودہ سال کی تھی مگر امیر کا بچہ ماشاء اللہ[۶] چشم بددور اُٹھان[۷] اچھا تھا کوئی پندرہ برس کی معلوم دیتی تھی۔ صورت شکل کی اچھی خاصی تھی نہ حور اور پری تھی نہ ایسی تھی کہ کوئی نام دھرے۔ رنگ گندمی[۸] کھلا ہوا۔ فراخ[۹] پیشانی۔ غلافی بڑی بڑی آنکھیں۔ جڑواں[۱۰] بھنویں۔ لمبی ستواں[۱۱] ناک۔ پتلے پتلے ہونٹ۔ دانت ہموار[۱۲]۔ صراحی دار پتلی گردن۔ میانہ[۱۳] قد۔ ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے سڈول[۱۴]۔ بیگم صاحب

۱۔ لاڈ کو اپنا پچھلا زمانہ یاد آجائے گا۔ ۲۔ رخصت۔ عورتیں بدا اور بدائی بولتی ہیں۔ ۳۔ مراد بر آئی اور بڑی جھولی اچھے اچھے پھولوں سے بھر گئی۔ ۴۔ اصلی واقعات۔ کچا چٹھا۔ ۵۔ حیلے۔ ۶۔ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر ماشاء اللہ چشم بددور کہتے ہیں تاکہ نظر نہ لگے۔ ۷۔ ہاڑ۔ ۸۔ گیہواں۔ ۹۔ چوڑی۔ کھلی ہوئی۔ ۱۰۔ جڑی ہوئی۔ ۱۱۔ پتلی۔ ۱۲۔ برابر اونچے نیچے نہیں۔ ۱۳۔ نہ لمبا نہ ٹھنگنا بلکہ بیچ کی اس کا قد۔ ۱۴۔ اچھے خوب صورت۔ ۱۲

کی نظر میں جچ گئی۔[1] انھوں نے صورت کے سامنے کسی بات کی پرچول[2] نہ
کی سمجھیں کہ بڑے گھر کی لڑکی ہے سلیقہ مند ضرور ہی ہوگی۔ رہی اُن کی دولت
اس سے ہم کو کیا مطلب جو کچھ دیں گے اپنی بیٹی کو دیں گے۔

ہمارے ہاں خدا کے فضل سے کس بات کی کمی ہے۔ مشاطہ کے ذریعے سے
پیغام سلام شروع ہوا۔ مرزا جہاندار علی کی بیوی امیر بیگم نام سنتے ہی
ریجھ گئیں[3] بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا[4]۔ شہر کے شہر میں ایسی اچھی بات
مل گئی۔ لڑکی کو دیکھو چاہو سو کا۔ اصل نسل ذات[5] پات کا اچھا اور ان کو چاہیے
کیا تھا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں[6]۔ گو وہ تو اسی وقت ہاں کر لینے کو
تھیں مگر رسم زمانہ کے لحاظ سے مشاطہ سے کہا کہ اچھا ہم ذرا ٹوہ ٹٹول کر لیں ان شاء اللہ[7]
ایک ہفتہ میں اس کا جواب دے دوں گی۔ ہفتہ ابھی گزرنے بھی نہ پایا تھا کہ
مشاطہ آن پہنچی۔ خدا جانے امیر بیگم نے کچھ پوچھ گچھ[8] کی یا نہیں لڑکی
کے باپ سے صلاح مشورہ کیا یا نہیں ہمیں خبر نہیں مگر ہمارے سامنے
تو مشاطہ سے ہامی بھر لی۔ بات ہر طرح پکی ہو گئی۔ بعد میں میاں

۱۔ پسند آگئی ۲۔ تفتیش۔ تفحص۔ ۳۔ ریجھ گئیں۔ فریفتہ ہو گئیں۔ ۴۔ کسی کام کے بلا کوشش آسانی سے ہو جانے پر یہ مثل کہی جاتی ہے کہ بلی کی تقدیر سے چھینکا ٹوٹ گیا اور مفت میں چیز ہاتھ لگی۔ ۵۔ ذات اور خوش خاندان۔ ۶۔ اندھے کی خواہش اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ۷۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ جب کبھی آئندہ کے لئے کوئی بات کہی جاتی ہے تو ان شاء اللہ کہنے کا دستور ہے کہ نہیں معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے غیب کا علم تو خدا ہی کو ہے۔ ۸۔ دریافت۔ تفتیش۔ ۱۲

کے کمانِ ناز پر بھی سبیل تذکرہ یہ بات ڈال دی۔ وہ پہلے ہی بیوی کے ہاتھوں نالاں تھے اُن کی کبھی بنی ہی نہ تھی۔ بیوی ناک چوٹی گرفتار میاں حد سے زیادہ بے زار۔ میاں دن کہتے تو بیوی رات۔ لاڈلی کو جس بیہودگی سے وہ اُٹھا رہی تھیں مرزا صاحب اُس سے بے خبر نہ تھے دیکھتے تھے اور خون کے سے گھونٹ پی کر رہ جاتے تھے۔ اُن کو یہ طرزِ عمل ناگوار تھا کئی دفعہ ٹوک بھی چکے تھے۔ میاں بیوی کی اِس بات پر بارہا لڑائی بھی ہوئی لیکن بیگم صاحب کی حکومت ایسی قاہرہ اور اُن کا سکہ ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ گھر کی چار دیواری کے اندر مرزا کا ذرا بھی دخل نہ تھا اور بیوی ہی مطلق العنان بادشاہ تھیں۔ جب کبھی مرزا صاحب نے صلاحیت سے بھی کہا کہ دیکھو یہ اچھی بات نہیں لڑکی کو تمھارے بے جا لاڈ نے غارت کر دیا تو بس آئیں تو جائیں کہاں پنجے جھاڑ کر ایسی پیچھے پڑیں کہ مرزا صاحب نے گویا بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ اُن کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ میاں کو بیوی نے ایسی ڈانٹ بتائی کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

۱۔ سنا دیا۔ ۲۔ روتے تھے۔ عاجز اور دق تھے۔ ۳۔ سخت۔ بدمزاج۔ ۴۔ طریقہ۔ ۵۔ ظالمانہ۔ ۶۔ رعب داب۔ ۷۔ خود مختار۔ ۸۔ آہستگی سے۔ ۹۔ جب بگڑ جاتی تھیں تو پھر سنبھلنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ۱۰۔ جس طرح بھڑیں لپٹ جاتی ہیں۔ ۱۱۔ جھڑکی دی۔ ۱۲۔ شرمندہ ہو گئے۔ ۱۲

بیوی۔ واہ! مجھے اچھا نہیں لگتا جب دیکھو بچی کو بے خطا بے قصور پُن[1] ڈالتے ہو۔ بڑے بیچارے کہیں[2] کے نکلے وہ کم بخت تمہارے لینے[3] میں نہیں دینے میں نہیں حق ناحق اُسے نکو[4] بنا دیا ہے۔ یہ بھی کوئی بات ہے اڑے[5] دڑے قاضی کے سر پڑے۔ خدا جانے تم کیسے انوکھے[6] باپ ہو کہ بیٹی کے دشمن بن گئے۔ پیار محبت سے تو گئے اُلٹے کیڑے[7] ڈالنے کو موجود دُنیا کا لہو[8] سفید ہو گیا ہے۔ تمہیں جوان بیٹی کے معاملے میں دخل دیتے شرم نہیں آتی۔ قربان[9] ایسی باداگیری[10] کے اور صدقے میں اُتاری تھی ایسی ماما تمہارا بس چلے تو اُسے زہر دے کے سُلادو وہ تو میرا ہی دم ہے جو وہ گھر میں بھی بیٹھی ہے ورنہ تم کو تو اُس سے خدا واسطے کا بیر[11] پڑ گیا ہے۔ سو دفعہ تم سے کہہ دیا کہ تم اُس کے معاملے میں دخل نہ دیا کرو۔ میں جانوں میری لڑکی جانے تم کو کیا سروکار[12]۔ تم عورتوں کی بات میں دخل دینے والے کون۔ کیا گردن جھکائے بیٹھے ہیں اور کیا اچھے معلوم دیتے ہیں۔ اب تو تم نے کہا سو کہا۔ خیر۔ مگر خدا کی قسم اگر پھر کبھی تم نے دخل دیا تو یاد رکھنا مجھ سے بُرا کوئی نہیں۔

۱۔ دُھن۔ ۲۔ کہیں سے آئے۔ ۳۔ معاملے۔ ۴۔ بدنام۔ ۵۔ جو بات ہو قاضی بے چارے کے سر تھوپی جائے۔ ۶۔ سب سے نرالے۔ ۷۔ عیب نکالنے۔ ۸۔ محبت باقی نہیں رہی۔ ۹۔ صدقے۔
۱۰۔ باپ ہوتے کے۔ ۱۱۔ عداوت۔ دشمنی۔ ۱۲۔ واسطہ۔ ۱۲

مرزا جی بھلا اِس گرانب[1] کے گولے کی کیا تاب لا سکتے تھے۔ مُنہ سے بات نکال کر چوپٹ[2] بن گئے۔ ویسے ہی اُلٹے پاؤں بھیگی[3] بلّی کی طرح باہر مردانے میں آئے۔ چاہیئے تھا کہ اب تو چُپ ہو جاتیں مگر باہر مردانے میں بھی برابر دہاڑنے کی آواز دیر تک آتی رہی۔ ماں کا باپ کے ساتھ اِس قسم کا سلوک دیکھ کر بیٹی کے دل میں باپ کی وقعت اور ادب و لحاظ کچھ باقی نہ رہا تھا اور اب وہ ناسمجھ نہ تھی ماں کی رتّی رتّی بات اُس کے دل میں جمی جاتی تھی۔ ماں اس عمر میں باپ کی یہ قدر کرتی تھی تو بیٹی ضرور ماں سے سوائی[5] ہوا ہی چاہے۔ اگر یہ کہو کہ مرزا نے مرد ہو کر ایسی ڈھیل[6] کیوں ڈال دی تھی تو جناب بن آئے کا سودا[7] ہی خدا بُرے سے پالا نہ ڈالے۔ مثل مشہور ہے کہ بندہ خوب مار کھاتا ہے بُنھ شریف اپنی شرافت سے دبا۔ کمین نے کہا کہ مجھ سے ڈرا۔ مرزا بہت نیک منش[8]۔ کم سخن[9]۔ شرمیلے اور غیور[10] مزاج کے تھے بیوی پرکالۂ آتش[11]۔ گز بھر کی زبان۔ غصیلی[12]۔ ترّی[13]۔ بدمزاج۔ بدخو[14]۔ بھلا

۱- وہ گولہ جس کے اندر نوک دار اور قاطع چیزیں بھری ہوئی ہوں جو چھٹ کر چاروں طرف کھیل جاتا ہے جیسے آج کل کا بمب۔ ۲- کب متحمل ہو سکتی تھیں۔ ۳- یعنی پھنس گئے۔ ۴- بلی جب بھیگ جاتی ہے تو سردی کے مارے کونے کونے چھپتی پھرتی ہے یعنی نہایت غربت سے۔ ۵- زیادہ۔ ۶- آزاد کر دینا۔ گرفت نہ کرنا۔ ۷- سودا ہی جو پٹ جائے جیسی جس پر پڑتی ہے وہ چار و ناچار اُس کو جھیلتا ہے۔ ۸- نیک روش۔ ۹- کم گو۔ ۱۰- غیرت مند۔ ۱۱- آگ کی لپٹ۔ ۱۲- غصہ ور۔ ۱۳- بدزبان۔ ۱۴- بُری عادت۔ ۱۲

فرمائیے کہ ایسی کے منہ کون[1] لگے۔ میاں بے چارے محض اپنی شرافت اور نیک نفسی کی وجہ سے اپنے پر جبر کر کے چپ رہ جاتے تھے اور بیوی کو لا الٰہ[2] نہیں کہتے تھے اور بیوی سمجھتی تھیں کہ میں نے دبا لیا یہ وجہ تھی کہ گھر میں دو عملی[3] تھی اور اسی وجہ سے لڑکی کا ایسا بُرا مزاج ہوا تھا۔

مرزا صاحب نے جب سُنا کہ اِس نیک بخت نے لڑکی کی بات فرخندہ جمال سے ٹھیرا دی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے[4] کیوں کہ اُن کو اپنی لڑکی کی کوتاہیاں[5] اور فرخندہ جمال کی خوبیاں اچھی طرح معلوم تھیں۔ اِن دونوں کے مزاج میں ذرا بھی مناسبت نہ تھی بلکہ مشرق و مغرب کا فرق تھا۔ لڑکا تعلیم یافتہ لڑکی کوڑن[6] محض اور اِس پر اول درجے کی بد مزاج اور پھوہڑ سلیقہ اُس کو چھو نہیں گیا پھر کیا توقع تھی کہ یہ بیل منڈھے چڑھے[7] گی۔ بظاہر اسباب یہ تعلق بالکل بے جوڑ تھا مگر مرزا صاحب نے اپنی عافیت اسی میں دیکھی کہ جب مجھ سے پوچھا ہی نہیں تو میں اپنی طرف سے خواہ مخواہ کیوں دخل دوں۔ وہ جانیں اُن کا کام۔ جیسا کریں گی ویسا بھریں گی۔ ایک چپ[8] لاکھ سُکھ لیکن آخر اتنا بڑا کام بیٹی کا کاج[9] بلا باپ کی صلاح اور امداد کے ہو کیسے سکتا تھا۔ بیگم صاحب نے بے وقوفی سے ہامی

۱۔ کون بات کرے۔ ۲۔ ذرا سی بات بھی۔ ۳۔ میاں کی حکومت الگ اور بیوی کی الگ۔ ۴۔ جب بہت فکر ہوتی ہے تو آدمی سر پکڑ لیتا ہے۔ ۵۔ کم زوریاں۔ ۶۔ جاہل۔ ۷۔ کام یابی ہوگی۔ ۸۔ خاموشی میں بڑا آرام ہے۔ ۹۔ شادی بیاہ۔ ۱۲

تو بھرلی مگر جب قدم قدم پر مشکل آن پڑی تو سٹپٹائیں[1] اور لاچار[2] میاں کے کان پر بات ڈالی۔ دوسرا کوئی ہوتا تو ٹکا سا جواب دے دیتا[3] کہ تم جا نو تمھارا کام جانے جب بات تم پکی کر چکیں، قول قرار کر چکیں اب مجھ سے پوچھنے سے فائدہ ہا لیکن آخر بیٹی[4] تو ان کی تھی گو بیوی نے صریح[5] حماقت کی اور ضرورت سے زیادہ جلدی کی مگر اب سنبھال ان پر ہی تھی۔ بیوی کی بات سن کر دیر تک غوط[6] میں گئے اور کچھ جواب نہ دیا لیکن بیوی بھلا کب ماننے والی تھی وہ ان کے اچھے سے ہاں کرا کر چھوڑے پر چھوڑے۔ وہ ان سے اسی طرح اقبال[7] کرا سکتی تھی جیسے کسی مجرم[8] سے پولیس کرا دیتی ہی اگر ذرا بھی یہ ہیر پھیر[9] کرتے تو ایسا پاکھنڈ[10] مچاتی کہ الٹا حضرت ہی کو منانا پڑتا۔

بیوی۔ اجی تم نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں تو بات پکی کر چکی مبارک باد کا رقعہ بھی آگیا۔

میاں۔ میرے جواب کی اب ضرورت ہی کیا رہی۔

بیوی۔ پھر تم نے جلی کٹی باتیں شروع کریں۔ سیدھی بات میں بھی تم کھچ[11] نکال دیتے ہو۔ تمھارا مزاج ہی کچھ عجب طرح کا ہی۔ خیر خیر[12] مانگو۔ خدا خدا

۱۔ گھبرائیں۔ ۲۔ صحیح لفظ ناچار ہی مگر عورتوں کی زبان پر یہی چڑھا ہوا ہی۔ ۳۔ کہہ دیا۔ ۴۔ صاف۔ ۵۔ کھلی ہوئی بے وقوفی۔ ۶۔ فکر۔ ۷۔ اقرار۔ ۸۔ جرم کرنے والے چور جیکار وغیرہ۔ ۹۔ پس وپیش۔ ۱۰۔ ڈھونگ۔ ۱۱۔ کچھ نہ کچھ عیب۔ ۱۲۔ بری فال نہ نکالو۔ ۱۲

کرکے تو یہ دن آیا ہی اور تم اس میں تا[1]نوں کرکے بدشگونی کرتے ہو۔ تمھیں [2]تم نہیں آتا۔

میاں۔ اس میں کھُچر وچر کی کیا بات ہی تم تو سب طے کر چکیں نا۔ اب مجھ سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہی۔

بیوی۔ پتھر پڑیں [3]تمہاری سمجھ پر ساری عمر ہی [4]پٹنا رہا۔ کبھی تم نے سیدھے منہ بات نہ کی بُری بات تو خیر بُری ہی ہی مگر تم کو میری بھلی بات بھی بُری لگتی ہی۔ تمھاری بیٹی کی بات میں نے اچھی جگہ لگا دی اس میں میں نے کون سا [5]بِس گھول دیا۔ لڑکی تمھاری ہی کوئی میں اپنے گھر سے تو لائی ہی نہیں۔ بادام پیسہ لگے گا تمھارا۔ میں بے چاری کون ہوں اور پھر کہتے ہو کہ مجھ سے کیوں صلاح پوچھتی ہو۔ تم سے نہ پوچھوں تو کس سے پوچھوں۔

میاں۔ اچھا صاحب اچھا۔ جو تمھارے دل میں آئے سو کرو۔ منع کون کرتا ہی۔

بیوی۔ الٰہی خدا کی مار پڑے ایسے جی جلانے والے پر۔ تم آدمی ہو یا [6]گھن چکر۔ خواہ مخواہ بات کا [7]بتنگڑ بناتے ہو۔ لوگ سنیں گے تو تمھارے

۱۔ انکار۔ ۲۔ شگن یعنی بُرا نہیں معلوم دیتا۔ ۳۔ یعنی تمھاری سمجھ بہت ٹھس ہی۔ ۴۔ جھکتا ۵۔ زہر۔ ۶۔ جس طرح آتش بازی میں گھن چکر چک پھیری پھرتا ہی نچلا نہیں رہ سکتا تم بھی اٹھاؤ چولھا ہو کسی کل قرار نہیں۔ ۷۔ ذرا سی بات کو طول دینا۔ ۱۲

منہ میں ۔ ۔ ۔ ۔ دیں گے۔ خدا کرے میں مٹ[1] جاؤں۔ دنیا کے پردے سے اٹھ جاؤں۔ ناشاد نامراد جاؤں۔ الٰہی یہ شادی مجھے دیکھنی نصیب نہ ہو۔ دو گھڑی کی موت[2] مجھے آجائے کہ تمھارا پاپ[3] کٹ جائے اور تم سے میرا پیچھا چھوٹے اور تم چین سے رہو۔

میاں۔ یہ بھی کوسنے[4] پیٹنے کی بھلا کوئی بات ہے۔ ناحق تم بگڑتی ہو خدا جانے کب کی بھری[5] بیٹھی ہو جو جلے پھپھولے[6] پھوڑ رہی ہو۔ میں نے کوئی بات بھی کہی ہو۔ میں تو یہی کہہ رہا ہوں کہ جہاں تمھارا دل ٹھکے شوق سے کرو میں تمھاری رائے میں دخل دینا نہیں چاہتا۔

بیوی۔ بس تو تم نے مجھ پر تھوپ[7] رکھ دیا۔ اچھی کی تو خدا نے اور بری کی تو بندے نے اور آپ صاف الگ ہو گئے۔ باوا کے ہوتے میں کم بخت کرنے والی کون؟ تمھاری لڑکی ہے چاہے کرو چاہے نہ کرو۔ چاہے عمر بھر گھٹنے سے لگا کر بٹھا رکھو۔ لیکن یہ تو سوچو کہ جوان لڑکی کا بٹھا رکھنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ آخر ایک نہ ایک دن یہ کام کرنا ہی پڑتا ہے۔ ایسی باتیں بار بار نہیں آتیں۔ اگر میں نے ہاں کر بھی لی تو اس میں برائی کون سی کی۔ اپنی جانم[8] (درجانب) میں نے تو گھرانا اچھا دیکھا۔ لڑکا اچھا پھر غیب کی خبر

۱۔ فنا ہو جاؤں۔ مر جاؤں۔ ۲۔ یکایک موت۔ ۳۔ مصیبت ختم ہو۔ ۴۔ کوسنا اور پیٹنا۔
۵۔ لڑنے پر آمادہ۔ ۶۔ بدلا لے رہی ہو۔ ۷۔ الزام۔ ۸۔ نزدیک۔ ۱۲

خدا کو ہی۔ تم اِس طرح کانوں میں تیل ڈال کر[1] اور مُنہ میں گھنگنیاں[2] بھر کے بیٹھو گے
نہ منہ سے بولو گے نہ سر سے کھیلو گے تو آخر کیلئے میرے بل[3] بوتے کا تو یہ کام
ہی بھی نہیں۔ اِس کا بر[4] کوئی عرش پر سے اُترنے ہی سے رہا۔ دُنیا جہان
میں ماں باپ دونوں ہی کی صلاح سے بیٹے بیٹی کا کاج ہوتا ہے مگر تم کو
تو گھر دار کی کچھ خبر ہی نہیں۔

میاں نے دیکھا کہ بات بڑھتی ہے نہایت نرمی اور آہستگی سے کہا
شادی بیاہ کا معاملہ ایسا نہیں کہ یوں ہتیلی[5] پر سرسوں جمائی جائے اور
جھٹ پٹ بلا سوچے سمجھے طے ہو جائے۔ ہر پہلو پر نظر ڈالنی چاہیئے کنبے والوں سے
صلاح مشورہ لو۔ یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی سودا ہے ناپسند ہوا پھیر دیا یا بدلوا لیا
یہ تو مرنے بھرنے کا معاملہ ہے۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ لڑکا ہر طرح اچھا ہے۔
ذات پات۔ ہڈی بوٹی۔ روپیہ پیسہ سب باتیں ایک سے ایک اچھی
ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ معزز عہدہ پر مامور ہے مگر ہم کو اپنی لڑکی کو بھی
تو دیکھنا چاہیئے کہ اُس گھرانے میں اُس کا نباہ[6] ہو سکے گا یا نہیں۔ دو
دن میں جوتیوں میں دال بٹنے لگے تو پھر کیا کرو گی سر پر ہاتھ دھر کر رو دو گی
بے شک ہماری لڑکی ہم کو پیاری ہے۔ ہماری نگاہ اُس کے عیوب پر

۱۔ کسی بات کو نہ سُننا۔ ۲۔ خاموش بیٹھنا۔ ۳۔ بس۔ قدرت۔ ۴۔ جوڑا۔ شوہر۔ ۵۔ جلد بازی۔ ثروت۔ شہرت۔ ۶۔ گزر۔ ۷۔ ٹھکا فضیحت ہونا۔ ۱۲

نہیں پڑتی مگر یہ تو دیکھو کہ تم نے لاڈ میں اس کا کھوج[1] کھو دیا۔ نہ لکھوایا نہ پڑھوایا نہ خانہ داری کا اُسے سلیقہ۔ مزاج اس کا خراب۔ بات جہاں ٹھہر رہی ہو وہ لڑکیاں اعلیٰ درجے کا تعلیم یافتہ بھلا وہاں اس کا کیا حشر[2] ہوگا۔ بس اگر مجھے پس[3] و پیش ہے تو اسی بات کا ہے اور کوئی بات نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ جگ ہنسائی[4] ہو۔

بیوی۔ تم مردوں کی مت[5] تو الٹی ہی ہوتی ہے۔ جب تم باپ ہو کر لڑکی میں اتنے کیڑے[6] ڈالو گے تو دوسرے تو بس اُسے نشان[7] کا ہاتھی ہی بنا دیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جیسی مائی[8] ویسی جائی۔ میں نے لاکھ اپنی جان تم پہ ماری تو کیا ہوا۔ تم ہمیشہ مجھ میں کیڑے ہی ڈالتے رہے اور صرف اس وجہ سے لڑکی بے چاری سے بھی خدا واسطے کی دشمنا[9] گی مول لی ہے اور ناحق بھی اُسے کھائے جاتے ہو۔ اسی واسطے اس کم بخت نے ڈر کے مارے تمہارے سامنے نکلنا بھی چھوڑ دیا۔ تمہارا بس چلے تو اُسے کچا کھا جاؤ۔ خدا کا شکر ہے ایک ہی لڑکی ہے اگر دو چار ہوتیں تو خدا جانے تم کیا کچھ کرتے۔ میں نے تو بے شک ہامی بھر لی ہے۔ اب بھلا کوئی

۱۔ستیاناس کر دیا۔ برباد کر دیا۔ ۲۔ انجام۔ ۳۔ اندیشہ۔ ۴۔ دنیا بھر میں ندامت۔ ۵۔ عقل۔ ۶۔ عیب نکالو گے۔ ۷۔ انگشت نما کر دیں گے۔ ۸۔ جس کی جیسی ماں ہوتی ہے ویسی بیٹی بھی ہوتی ہے۔
۹۔ اصل لفظ دشمنی ہے مگر عورتوں کی زبان پر یوں ہی چڑھا ہوا ہے۔ ۱۲

وقع ہو کہ انکار کیا جائے۔ اپنی طرف سے تو میں نے بہت کچھ دیکھ بھال کر لی ہو آگے تقدیر یا نصیب۔

غرض میاں بیوی کی دیر تک کٹھ حجتی[1] ہوتی رہی۔ بات بڑھنے لگی بیوی نے اپنا سر پیٹ لیا اور میاں دبے پاؤں کھسک کر باہر چلے گئے اور منہ لپیٹ کر پڑ رہے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا اور نہ کسی نے اُلٹ[2] کر ان کی خبر لی۔ یہ تو ایک معمولی سی جھڑپ[3] ہم نے دکھلائی اگر امیر بیگم کی باقاعدہ لڑائی کا حال ہم کبھی سنائیں تو روم و روس کی لڑائی کا سین[4] سامنے آجائے۔ سچ یہ ہو کہ مرزا صاحب کو اس تعلق پر اعتراض لڑکے کی طرف سے نہ تھا جو کچھ تھا اپنی لڑکی کی طرف سے تھا۔ مرزا صاحب جانتے تھے کہ بیوی کے منہ سے جو بات نکل چکی تھی وہ پتھر کی لکیر[5] تھی ضرور ہو کر رہے گی۔ مرزا صاحب نے بھی ڈھیل دی۔ اُن کی مخالفت نہ کرنا ہی دلیل اجازت تھی جھٹ منگنی اور چھ مہینے کے اندر پٹ بیاہ ہو گیا اور لاڈلی بیگم شہر کے شہر میں بیاہی گئیں اور اصل خیر سے ڈپٹیائن[6] بن گئیں۔

۷۔ متاہلانہ[7] زندگی کے حالات

زندگی زندہ دلی کا ہے نام مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

۱۔ کج بحثی۔ ۲۔ پھر۔ ۳۔ ہلکی سی بدمزگی۔ ۴۔ تماشہ۔ منظر۔ ۵۔ پکی تھی جو ٹل نہ سکے جس طرح پتھر کی لکیر مٹائے مٹ نہیں سکتی۔ ۶۔ ڈپٹی کی مونث جیسے مولوی مولون۔ ۷۔ بیاہی ہوئی زندگی۔

سارے محلّے میں کھلبلی مچ گئی جس کو دیکھو دُلہن کو دیکھنے کو دوڑا چلا جارہا ہے۔ دُلہن کی صورت اور دان دھیز (جہیز) دیکھ کر سب خوش تھے لیکن سیرت کی کسے خبر تھی کہ پیٹ میں کیا گُن بھرے ہیں دلہنوں کے ساتھ ایک یا دو ساتھ والیاں آیا کرتی ہیں مگر لاڈلی بیگم کے ساتھ ایک درجن لونڈیاں۔ مامائیں۔ اصیلیں۔ انّا۔ ددا۔ چھوچھو۔ مغلانی اور کون کون الا بلا سب چمٹی ہوئی تھیں۔ اِن خوشامدیوں اور خود غرضوں نے دُلہن کو ہوّا بنا رکھا تھا۔ کچھ تو دُلہن خود ناز و نعم کی پلی ہوئی اور کچھ اُس کے حوالی موالی نے اُسے بنا رکھا تھا۔ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند جس کو وہ دیکھتی تھیں اُس کی خوشامد درآمد میں لگا رہتا تھا۔ جدھر دیکھو اللہ آمین اور اللہ بسم اللہ۔ ع

آدمی فربہ شود از راہ گوش

لاڈلی اپنے آپ کو کچھ انوکھی اور عجب چیز سمجھنے بھی لگی تھی۔ سسرال اور میکا دونوں گھر آنگن تھا۔ مکان قریب ہی قریب تھے۔ رات دن ماماؤں

۱۔ گڑبڑ۔ ۲۔ ایرے غیرے۔ ۳۔ ڈر کی چیز۔ ۴۔ لاڈ پیار۔ ۵۔ گرد و پیش کے لوگ۔ ۶۔ پیر تو نہیں مگر اُن کے مرید انہیں لے اُڑتے ہیں۔ یعنی اپنے پیر کی نسبت بہت ڈینگ مارتے ہیں ۷۔ آدمی (اپنی تعریف) اپنے کانوں سے سُن سُن کر (خوشی کے مارے) پھول جاتا ہے۔ ۸۔ غیر معمولی۔ نادر ۹۔ پاس پاس جیسے گھر اور انگنائی۔ یعنی صحن خانہ۔ ۱۲

کا تانتا لگا رہتا تھا ایک آتا تھا ایک جاتا تھا۔ دلہن یہاں تو کچھ کھاتی نہ
تھیں مگر کھانے کے گال اور نہانے کے بال کب چھپتے ہیں۔ ان کے میکے سے چوری
چھپے کچھ نہ کچھ آتا ہی رہتا تھا۔ ماؤں اور اصیلوں نے نئے گھر میں اپنا ایسا سکہ جمایا کہ
بڑی بی بے چاری کی کچھ بن نہ پڑی۔ نئی نئی دلہن اس کے ساتھ والیوں کی بات سننی ہی
پڑتی تھی۔ لیکن ان کو مایوسی کی کوئی وجہ نہ تھی کہ دن کی رات دلہن پنپنے میں ایسا ہوا ہی کرتا ہے
رفتہ رفتہ یہ سب بھٹے پر کی چڑیاں خود بخود اڑ جائیں گی اور یہ آخور کی بھرتی باڑی کی طرح چھنٹ
جائے گی تب دلہن آپ ہی اپنے پر لگ جائیں گی۔ فرخندہ نے بھی ڈھیلی ڈوری چھوڑ دی تھی
کہ میل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو۔ آدمی دیکھو بس کر اور سونا دیکھو کس کر۔ تھی چالوں تک تو
دلہن کا گھنگٹ ہی نہیں اٹھا اس کے اچھے برے کی خبر کیوں کر ہو۔ اب خدا رکھے بیاہ کو تیسرا
مہینا شروع ہو گیا تھا اگلی سی وہ شرم باقی نہ تھی آنکھیں کھل گئی تھیں چلنے پھرنے اور کچھ بات
چیت بھی کرنے لگی تھی۔ فرخندہ نے اتنا تو معلوم کر لیا تھا ان کا دل خدا جانے میکے

۱۔ سلسلہ۔ ۲۔ کچھ نہ سدھری۔ ۳۔ بڑا اسیدھی۔ ۴۔ بتدریج۔ آہستہ آہستہ۔ ۵۔ کھیت میں جب بھٹے
لگتے ہیں تو چڑیوں کے جھلڑ کے جھلڑ آتے ہیں جب بھٹے ہو چکتے ہیں تو چند روز میں چڑیوں کا پتہ
بھی نہیں رہتا اسی طرح ان عورتوں کا مجمع چھنٹ جائے گا۔ ۶۔ فضول جماؤ۔ ۷۔ جس طرح بلغمی
مزاج کا آدمی پھول جاتا ہے وہ اصلی موٹاپا نہیں ہوتا اور جلد چھنک جاتا ہے اسی طرح کا یہ چند روزہ
جگھٹا تھا جو خود بخود منتشر ہونے والا تھا۔ ۸۔ روک ٹوک نہ کی۔ ۹۔ تامل کرو۔ ۱۰۔ جس طرح
سونے کا کھوٹ اور کھرا پن بدون کسوٹی پر کسے کے نہیں معلوم دیتا۔ اسی طرح آدمی کا حال بلا
رہے بسے کے نہیں کھلتا۔ ۱۱۔ شادی کے دوسرے دن کی رسم جو چوتھی کہلاتی ہے اور چالے ہفتہ دار ہوتے ہیں۔

میں کیوں زیادہ لگتا ہی۔ یہاں جب تک رہتی ہیں ٹہل[1] او منقبض[2]۔ میکے کی سی آزادی یہاں کہاں نصیب۔ یہاں گھر میں صرف ایک بڑی بی کا دم تھا اور دو مائیں یا کوئی محلے والی گھڑی[3] دو گھڑی کو آن نکلی ان سے دلہن کی دل بستگی[4] کیسے ہو سکتی تھی۔ وہاں ایک گنوروں[5] جمع رہتا تھا۔ دلہن کی ڈولی ڈیوڑھی پر پہنچی کہ ان کو پرانی سہیلیوں نے گھیر لیا صحنچی[6] ان لم چھنیوں[7] سے بھری رہتی تھی جن میں مولو سقے کی لڑکی رمضانو چھمن بھٹیارے کی نواسی۔ رحیمن حسینی رنگریز کی لڑکی بنو سے ان کی دانت[8] کاٹی روٹی تھی بلکہ ان میں سے عجب نہیں کہ کوئی دوپٹہ بدل بہن[9] بھی بنی ہوئی ہو۔ دونوں وقت صبح شام چودھرائن[10] حلال خوری کی پوتی جمالو آن بیٹھتی تھی بھلا جس لڑکی کا اوڑھنا بچھونا[11] ایسی کمینی اور نالائق لڑکیاں ہوں تو پھر وہ کیسے تمیزدار اور سلیقہ مند اٹھ[12] سکتی ہی۔ سسرال میں نہ یہ سب جا سکتی تھیں نہ ان کو وہاں کوئی منہ لگاتا[13] بس ان کی یاد رہ رہ کر دلہن کو اٹھتی تھی اور وہ جب دیکھو چھٹی[14] میکے چھٹی میکے۔ ان کو چھوڑ کر سسرال جانا اور وہاں اٹڑوں[15] ٹوں

۱۔ رکی رکی۔ ۲۔ ذرا کی ذرا۔ ۳۔ آ گئی۔ ۴۔ دل لگنا۔ ۵۔ گنواروں یعنی دیہاتیوں کا مجمع۔ ۶۔ سہ دری۔ ۷۔ بیہودہ عورتوں۔ ۸۔ بہت میل ملاپ تھا۔ ۹۔ جب کسی کو بہن بناتے ہیں تو ایک لڑکی دوسری سے ڈوپٹہ بدل لیتی ہی یہ بھی ایک طریقہ بہناپے کا ہی۔ ۱۰۔ چودھری کی مونث۔ ۱۱۔ رات دن کا مشغلہ۔ ۱۲۔ متوجہ ہوتا۔ ۱۳۔ جب دیکھو بار بار میکے چلی جاتی تھیں۔ ۱۴۔ اکیلے۔ ۱۵

بیٹھے رہنا ان کو بہت شاق گزرتا تھا۔ اس میں شک نہیں سسرال ایک نئی دُنیا ہوتی ہے اور شروع شروع سب ہی لڑکیوں کا دل اجنبی[1] لوگوں میں گھبراتا ہے مگر وہ جانتی ہیں کہ ہمارا اصلی گھر یہی ہے اسی میں ہم کو بسنا[2] ہے دل پر جبر کرتی ہیں اور اسی طرح رفتہ رفتہ میکے کے تعلقات خود بخود ضعیف ہوتے ہوتے سسرال ہی کی ہو رہتی ہیں۔ مگر لاڈلی بیگم جن کو "خندہ دہن" کا خطاب سسرال سے ملا تھا سسرال میں بالکل ایک مرغِ نوگرفتار کی طرح تھیں اور یہ گھر ایک قفس[3] نظر آتا تھا اور جس طرح گرداں[4] کبوتر سیدھا اپنے گھر کا راستہ لیتا ہے اِن کو بھی میکے کی دُھن[5] لگی رہتی تھی۔ چند دن تو کسی نے روک ٹوک[6] نہ کی مگر آخر کب تک۔ میاں کو بیوی کا یہ طرزِ عمل اور سسرال سے نفرت ناگوار ہوئی۔ بیوی سے انھوں نے کہا بھی تو بیوی نے صاف جواب دیا کہ "واہ خوب۔ بڑے بے حیا[7] نکلے۔ کیا میں تمھارے لئے اپنے اماں باوا کو چھوڑ دوں مجھ سے نہ یہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ چاہے تم بُرا مانو یا بھلا۔" وہ تو خدا کا شکر ہے کہ میکا اور سسرال قریب قریب تھے لیکن اگر پردیس میں بیاہی جاتیں تو قلعی[8] کھلتی۔ ماں نے جب یہ بات سُنی تو بیٹے کو سمجھا دیا کہ ابھی جلدی کیا ہے جو تم ان کے آنے جانے کی

۱۔ جن سے جان پہچان نہ ہو۔ اوپری ۲۔ رہنا سہنا۔ ۳۔ پنجرا۔ ۴۔ ہلا ہوا۔ ۵۔ [illegible] لَو۔ ہر وقت کا خیال۔ ۶۔ مخالفت۔ ۷۔ حقارت سے۔ ۸۔ حقیقت معلوم ہوتی۔ ۱۲

روک ٹوک کرتے ہو۔ ذرا گھر بار کا بوجھ پڑے گا تو اُن کا دل خود ہی لگ جائے گا
ابھی تو اوپری ہیں۔ بیگم صاحب نے چاہا کہ لاؤ دُلہن کے لیئے کوئی مشغلہ
نکالوں کہ سارے دن خالی بیٹھے بیٹھے اِن کا جی گھبراتا ہوگا۔ ایک دن
ترکاری بنانے کو بھیج دی۔ بھلا ترکاری بنانا جانے اِن کی بلا انھوں نے
اپنی عمر میں ترکاری کب بنائی تھی۔ ساس کی شرما شرمی آلو تو چھیلے مگر جیسے
گنجے کی حجامت اور اپنی انگلیاں لہولہان کیں سو الگ۔ پسنہاری
ایک دن آٹا پیس کر لائی ساس نے کہا دُلہن بیٹی ذرا اسے تُلوا لینا۔ ان کو
تول ناپ کی کیا خبر سیر کی کہ چھٹانکیں اِن کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔
بہت جز بز ہوئیں۔ پسنہاری بہت دیر بیٹھی رہی جب کوئی نہ آیا تو خود ہی
اوندھا سیدھا ناپ جھونک کر چل دی۔ جنس نکلوانے کو کہا تو دُلہن دبیں
کسمسا کر رہ گئیں۔ دل میں کہا کہ یہ تو روز کی بُری بلا گلے پڑی۔ ملک الموت
نے گھر دیکھ لیا۔ بڑی بی تو آہستہ آہستہ سارے کام مجھ پر ڈال دیں گی۔ ساس
سے تو کہنے کا منہ نہ پڑا مگر ماما سے کہا بُوا اس گھر کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے میں نے
تو یہ نئی دُنیا دیکھی ہے۔ بھلا آٹا تُلوانا میں کیا جانوں اور جنس نکلوانے کی
مجھے کیا خبر مجھے دیکھو اور ماماؤں کے کام کو دیکھو۔ ہمارے ہاں تو جنس

۱۔ تازہ وارد۔ نئی نئی۔ ۲۔ یعنی کہیں چھلے کہیں نہ چھلے گنجے کا سر کٹتا رہتا ہے صاف طور پر مونڈا نہیں جا سکتا۔
۳۔ خوناخون۔ ۴۔ دق۔ ۵۔ دبیں کے دبیں پہلو بدل کر۔ ۶۔ ہمت نہ ہوئی۔ ۷۔ دستور۔ ۸۔ انوکھا۔ ۱۲

کی کوٹھری کی کنجی ماما شبراتن کے پاس رہتی ہے وہی سب کرتی دھرتی ہے۔ ابا جان نہ
کبھی اُلٹ کر پوچھیں نہ اُن کو خبر کہ کیا چیز کب آئی اور کتنی آئی اور کب ختم ہوئی اور
وہ بے چاری ایسی ایمان دار ہے کہ کیا مجال کہ ایک تنکا ادھر کا اُدھر تو ہو جائے کوئی
چیز ختم ہو گئی امی جان سے اس نے کہہ دیا انھوں نے باہر کہلا بھیجا بس آ گئی۔
کھٹلا یہ دردسری کون لے کہ خود تلواؤ خود رکھواؤ اور پھر حساب بھی رکھو یہ گھر کا ہے کو ہوا
بوٹیے کی دُکان ہوئی۔ باورچی خانے میں خدا رکھے ایک چھوڑ دو دو مامائیں ایک
نے جھاڑو بُہارو دی دوسری نے مسالا پیسا۔ ایک نے سالن بھونا دوسری نے
روٹی ڈالی چلو کھانا طیار ہو گیا۔ انھوں نے نکالا اور سامنے دسترخوان پر رکھ دیا
پکانا اُن کا کام ہے اور کھانا ہمارا۔ اس گھر کی جو بات دیکھو انوکھی۔ اونٹ رے اونٹ
تیری کون سی کل سیدھی جس چیز کو دیکھو کانٹے کی تول تولی جاتی ہے اور پھر طرفہ یہ کہ
حساب بھی ایسی پابندی سے لکھوایا جاتا ہے کہ جیسے کسی غیر کا مال ہے۔ اماں جان
ہیں کہ دن بھر باورچی خانے میں گھسی رہتی ہیں بلائے بے درمان کی طرح
ماماؤں کے سر پر سوار۔ بھلا یہ بھی کوئی امیری ہے کہ خود چولھا پھونکیں سالن آپ
بگھاریں اور تنور پراٹھے بھی اپنے ہی ہاتھ سے پکاتی ہیں کہ کہیں ماما گھی

۱۔ ذرا سی چیز بھی ۔ ۲۔ عجیب ۔ ۳۔ اونٹ کی سب چیزیں بے ڈھنگی۔ قد بے ڈول گردن دیکھو
شیطان کی آنت ۔ پیٹھ دیکھو کُب نکلا ہوا۔ یعنی سارا کارخانہ بے ڈھنگا ہے۔ ۴۔ بہت احتیاط سے۔
پوری پوری ٹھیک ٹھیک ۔ ۵۔ گھسی ۔ ۶۔ ایسی بلا کہ جس کے دفعیہ کا کوئی علاج نہ ہو۔ ۱۲

نہ چرائے جب ہاتھوں پر پھیر دیں تو پھر تو نہ آپ رکھیں ہی کیوں تھا ایسی کیا وہ چوٹی ہیں کہ آنکھوں کا کاجل نکال لے جائیں گی۔ یہی نا کہ دو ایک روٹیاں چُرا لیں گی یا ایک آدھ ٹکیہ گھٹر لیں گی تو امیروں کے گھر میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ ایسی بال کی کھال تو موئے نفاختوں[2] کے ہاں نکالی جاتی ہے کہ آپ کھائیں نہ کسی کو کھانے دیں صدقے میں اُتاری تھی موئی ایسی امیری کہ چمڑی[3] جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ ہمارے گھر کا یہ دستور نہیں نہ ہم نے ایسا بے ڈھنگا کارخانہ آنکھ کھول کر دیکھا یا سنا۔ ہم نے تو ساری عمر امن چین سے گزاری۔ نوکر چاکر ٹہل[4] خدمت کو رہے کبھی ہل کر اپنے ہاتھ سے پانی بھی نہ پیا بھلا کام کرنا تو کجا۔ جب خدا نوکر دے تو آپ تکلیف کیوں اٹھائے میرا تو یہ دستور قاعدہ رہا کہ صبح سویرے تو مجھ سے اٹھا نہیں جاتا۔ آٹھ بجے سے اول میری آنکھ کھلتی ہی نہیں۔ جب ہوشیار ہوئی تو بھی گھنٹہ آدھ گھنٹے پلنگ پر پڑی کروٹیں لیا کرتی ہوں مغلانی نے چوکی پر پانی کا لوٹا منجن تولیہ سب کچھ رکھ دیا جب مجھے اٹھایا میں اٹھی ضروریات سے فارغ ہو ہاتھ منہ دھویا پان کھایا۔ بازار سے کچوریاں حلوا پوری منگا ناشتہ کیا یا کبھی نہاری منگالی اور گھر میں گھی داغ کر کے ڈال لیا پھر جو گڑیاں

۱۔ یعنی دیکھتے دیکھتے چرالیں۔ ۲۔ منحوسوں۔ ۳۔ چاہے جان جائے تو جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ ۵ گر جاں طلبی مضائقہ نیست ٭ گر زر طلبی سخن درین ست۔ جان مانگیے تو مضائقہ نہیں حاضر ہے شوق سے لیجئے لیکن اگر روپیہ پیسے کا سوال ہے تو یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ بس معاف رکھئے
۴۔ ابتر۔ ۵۔ حاضر باشی۔ ۶۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر۔ ۷

لے کر بیٹھی تو دوپہر ہو گئی۔ اماں جان کتنی کتنی دفعہ بلاتی ہیں پر اندر نہیں
جاتی اور صاف کہہ دیتی ہوں کہ ابھی نہیں آتی گڑیاں کھیل رہی ہوں یا کبھی
یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مجھے بھوک نہیں میں ابھی نہیں آتی۔ اماں جان دسترخوان
بچھائے میری راہ دیکھتی رہتی ہیں میں بہتر کہتی ہوں کہ بی تم کھالو نا مگر وہ بے
میرے ٹکڑا[1] نہیں توڑتیں ناچار میں گڑیاں چھوڑ کر گئی۔ منہ جھٹال[2] کر چلی آئی وہ
منتیں کرتی رہتی ہیں کہ تو نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔ اچھی تیرا جی تو اچھا ہی اور
مجھے بھوک نہیں لگتی کہ صبح خوب سا ناشتہ کر لیتی ہوں اور پھر کا چھپن آجاتی
ہی تو اس سے سودا لے لیا پیٹ تو یوں بھر گیا اب کھاؤں کیا۔ دوپہر کو سو
رہی تو ایسا سوتی ہوں کہ تیسرے پہر کو اٹھتی ہوں۔ پھر کچھ بازار سے سودا منگوایا
اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ شام ہوتے ہی خدا جانے کس بلا کی نیند امنڈتی
ہے کہ بس ادھر چراغ میں بتی پڑی اُدھر مندی جو لیٹی تو پھر نو بجے کی توپ
چلے اماں نے زبردستی جھنجھوڑ جھنجھوڑ[4] کے اٹھایا۔ مگر نیند اس غضب کی ٹوٹ
پڑتی ہے کہ اٹھنے کو دل نہیں چاہتا آخر کو اماں منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے بھی
دیتی ہیں کہ کسی طرح ہوشیار ہو کر ایک ٹکڑا تو کھالے ورنہ ساری پہاڑ[5] سی رات
بھوکی رہے گی۔ میں خفا بھی ہوتی ہوں برا بھلا بھی کہتی ہوں ان کا
ہاتھ بھی جھٹک دیتی ہوں مگر وہ مجھے اٹھائے اور کھلائے بغیر نہیں رہتیں

۱۔ نوالہ۔ ۲۔ حرف چکھ کر۔ ۳۔ گھبراتی ہے۔ ۴۔ زور سے ہلانا۔ ۵۔ بہت لمبی۔ ۱۲

پھر اُن کی خاطر سے اُٹھ بیٹھتی ہوں۔ روٹی ووٹی تو میں کھاتی نہیں۔ میرے واسطے
وہ ایک پراٹھا ڈال رکھتی ہیں اور بازار کی ربڑی اور تھوڑے سے سیخ کے کباب
بس یہ میری غذا ہے۔ ہاں سوتے وقت تھوڑا سا دودھ پی لیتی ہوں۔ پھر جو بندی
مُردوں سے شرط باندھ کے سوتی ہے تو نہیں صبح کے نو بجے اُٹھتی ہے وہ بھی اُٹھانے
سے اور جو کوئی نہ اُٹھائے تو شاید دوپہر تک بھی نہ اُٹھوں۔ جب سے شادی ہوئی
میری سب عادتیں چھوٹ گئیں۔ یہاں آآجان صبح سویرے اُٹھ کر نماز پڑھتی ہیں
بھلا ہمارے ہاں اتنے سویرے کون اُٹھتا ہے۔ یہاں کھٹر پٹر شروع ہو جاتی ہے۔ نیند
بھرے تو کیسے بھرے۔ میں بھی اب بہت سویرے اُٹھنے لگی پھر بھی سات بجے
کے اول تو نہیں آج تک اُٹھی نہ مجھ سے اُٹھا جائے۔ سودا میں نے کھانا ہی چھوڑ
دیا۔ یہاں کی کاچھن موئی زٹل [1] چیزیں اُٹھا لاتی ہے ہماری کاچھن [2] منیا منڈی [3]
سے ٹوکرا بھر کر لاتی ہے اس کا ٹوکرا تم دیکھو تو معلوم ہو۔ اکثر تو میں سارے ٹوکرے
کا مول کر لیتی ہوں ترکاری خریدی اور سب کو بانٹ دی میں نے بھی برائے
نام کچھ چکھ لی۔ دوپہر کو جو کچھ میں کھاتی ہوں تم کو معلوم ہے۔ تیسرے پہر کا
کھانا چھوٹ ہی گیا۔ رات کو نہیں پہلے کبھی کھاتی تھی نہ اب کھاؤں

۱- بدل مہل ۲- ردی بے کار ۳- وہ جگہ جہاں باغوں سے ترکاری آکر جمع ہوتی ہے وہاں سے
شہر کے سبزی فروش متفرق طور پر خرید کر اپنی اپنی دکانوں پر لا کر بیچتے ہیں۔ چوں کہ تھوک فروشی
ہوتی ہے۔ مال سستا ملتا ہے۔ کاچھنیں وہیں سے خریدتی ہیں ۱۲-

کیوں کہ سویرے سوجانے کی عادت مجھے بچپنے سے پڑ گئی ہے مجھ سے نہیں
ہوسکتا کہ میں بڑی رات تک جاگا کروں۔ خدا نے رات آرام کے
لیے بنائی ہے نہ جاگنے کے لیے اور بوا جو سویرے اٹھے گا اور دن بھر کر
سیدھی نہ کرے گا وہ تو سویرے سویا ہی چاہے۔ میری ساری عادتیں
یہاں آکر بدل گئیں نہ وقت پر سو سکتی ہوں نہ نیند بھر سوتی ہوں نہ کھانے
کے کوئی اوقات مقرر ہیں تو تم ہی بتاؤ کہیں تن درست کیسے رہ سکتی ہوں
یہی وجہ ہے کہ اتنے ہی سے دنوں میں ادھیا[1] گئی ہوں“ ماما نے دلہن کی
سوانح عمری جا بیگم صاحب کے سامنے دہرائی۔ بیگم صاحب کو ذرا بھی
اس انوکھی زندگی پر تعجب نہ ہوا کہ خود دلہن کی حالت اس کی شاہد[2] حال تھی
اور وہ سمجھ گئیں کہ اس لڑکی کو راہ راست[3] پر لانا اگر محال نہیں تو مشکل تو ضرور
ہے۔ بات رفت گزشت[4] ہو گئی۔ بیگم صاحب بہو لا کر اس خیال سے خوش
ہوئی تھیں کہ دسراہٹ[5] ہو گی گھر کا کام کاج سنبھالے گی مجھے آرام ملے گا مگر
یہاں معاملہ برعکس تھا کہ ساس کو الٹی بہو کی خدمت گزاری اور بڑھ گئی۔ کیوں کہ
بہو صاحب نے نہ کبھی کام کاج کیا تھا نہ آگے کو ان سے توقع تھی کہ وہ خانہ داری
کا بوجھ اپنے سر لیں گی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میاں کچہری جا رہے تھے۔ کرتہ

۱۔ آدھی رہ گئی ہوں۔ ۲۔ گواہ۔ ۳۔ سیدھے راستہ پر۔ ۴۔ گئی گزری ہوئی۔ ۵۔ ایک سے دو
تنہائی کا رفع ہو جانا۔ ۶۔ اتفاق۔ ۱۲

ذرا سا اُدھڑا ہوا تھا۔ بیوی سے اُنھوں نے کہا کہ ذرا جلدی سے کھونپ[1] بھر دینا مجھے
کچہری جانے کو دیر ہوتی ہے یہاں سرے سے سینے کی بقچیہ[2] ہی ندارد تھی۔ نہ سوئی نہ
دھاگا کھونپ بھرے کون۔ خیر اُس نے اپنی اَنّا سے سلوا لیا لیکن دل میں سوچا کہ یہ
بیوی کاہے کو ہے بس ایک گوشت کی لوتھ[3] ہے۔ بیوی سے جو آرام ملنا چاہیے اُس میں
کی ایک بات بھی اس میں نہ تھی۔ کسی اور وقت مناسب پر برسبیل[4] تذکرہ میاں نے
پوچھا کہ سینا پرونا تو تم کو آتا ہی ہوگا پھر تم نے سوئی دھاگا وقت بے وقت[5] کے لیے
درست کیوں نہ کر لیا؟ خالی بیٹھے تمھارا دل گھبراتا ہوگا پہاڑ سا دن تمھیں ہاتھ پر ہاتھ
دھرے گزر جاتا ہے۔ سینے پرونے ہی کا مشغلہ نکالو۔ بیوی اول درجے کی آرام طلب
اور جھدّی تھیں اُن کو کام سے کیا تعلق وہ سرے سے کندھے پر جُوا ہی نہیں رکھنے
دیتی تھی۔ گھر کی گاڑی کیا چلاتی[6]۔ فوراً دو ٹوک جواب دیا میں کوئی درزن تھوڑی ہوں
خدا نہ کرے کہ میں سِلائی کا سیوں۔ ہمارے ہاں تو مُغلانی نوکر ہے[7]۔ میں نے تو کبھی
سوئی میں دھاگا بھی نہیں پرویا۔ شیخ[8] کیا جانے صابن کا بھاؤ۔ میرے اَنّا باوا نے راج[9]
کردیا یا۔ نہ صاحب مجھ سے دیدہ ریزی[10] کا کام نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔

۱- پھٹے ہوئے کو سی دینا۔ ۲- پوٹلی۔ ۳- ڈھیر۔ ۴- آمد سخن۔ ذکر کے طور پر۔ ۵- بے کار۔
۶- یعنی جب کندھے پر جُوا ہی نہ رکھنے دے گا تو گاڑی میں لگے گا کیسے۔ ۷- سینے والی عورت۔
۸- شیخ جی کو صابن کا بھاؤ کیا معلوم صابن کا بھاؤ وہ جانے جو صابن کا بیوپار کرے یعنی میں
کیا جانوں۔ ۹- حکومت۔ ۱۰- پتہ ماری۔ ۱۲

میاں کے دل میں گرہ پڑ[1] گئی کہ بس اس عورت سے گھر ہو چکا۔
عورتیں انتظامِ خانہ داری کے لیے بنائی گئی ہیں میں دیکھتا ہوں تو
یہ سوائے بکری کی طرح پان چبانے کے اپنی جگہ سے جنبش[2] نہیں کرتی
نہ اسے گھر کی خبر کہ اوندھا[3] ہے یا سیدھا نہ پکانے ریندھنے میں ہاتھ بٹانے[4] سے نہ
سینے پرونے کا شوق اس کا تو ابھی صاف جواب مل چکا ہے اور کوئی بات
کہوں گا تو اسی طرح ٹکرا تو ڑ کر دھرے گی۔ پڑھنے لکھنے سے اس کی بحث
ہی نہیں۔ نماز روزے سے اسے سروکار[5] نہیں کبھی بھول کر بھی سجدہ
نہیں کرتی تو ایسی سے میرا نباہ[6] تو بس ہو چکا۔

فرخندہ جمال بہت دھیمے مزاج کا آدمی تھا۔ کسی کام میں جلدی نہ
کرتا تھا۔ بیوی کے حالات غور سے دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں
سوچتا رہا کہ کسے سمجھے اُسے جو سُنے یا جسے سمجھ ہو۔ بیوی ٹھیری اکھٹ[7]
کبھی اُسے چھیڑ کر اپنے سر مفت کی بلا کون لے۔ اسی حالت میں چھ
مہینے گزر گئے مگر اس نیک بخت کی حالت میں ایک رتی برابر فرق
نہ ہوا۔ میاں کے خلاف مرضی کام کرنے پر اسے فخر و ناز تھا اپنی
سہیلیوں میں بیٹھ کر شیخی بگھارا کرتی تھی کہ انھوں نے یوں کہا تو

۱۔ بل۔ ۲۔ حرکت۔ ۳۔ اُلٹا۔ ۴۔ شریک ہو جائے۔ ۵۔ واسطہ۔ ۶۔ گزارا۔
۷۔ یک رخی۔ اپنی بات کو سچ کرنے والی جو کسی دوسرے کی نہ سنے۔ ۱۲

میں نے اُن کی بات کو یوں کاٹا[1] اور ایسا تڑ سے[2] جواب دیا کہ اپنا[3] سا مُنہ لے کر رہ گئے۔ اُن کی سہیلیاں ہاں میں ہاں[4] ملایا کرتی تھیں جس سے یہ اپنے زعم باطل[5] میں بہت خوش تھی۔

۸۔ دلہن کی لگائی بجھائی[6] میکے میں

دلوں میں کہنے سننے سے عداوت آہی جاتی ہے
صفائی لاکھ ہو لیکن کدورت[7] آہی جاتی ہے

دُلہن کی عادت تھی کہ وہ ایک ایک کی دس دس میکے میں جا جا کر اپنی ماں سے لگاتی اور جب اس نے دیکھا کہ ماں اس کی باتوں پر کان دھرتی ہیں اور اس کی ہر بات چل[8] رہی ہے تو اُسے اور جرأت[9] ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ امیر بیگم سمدھن اور داماد دونوں سے کبیدہ[10] دل ہو گئیں۔ اور آئے گئے[11] کے سامنے اپنی صاحبزادی کا دکھڑا[12] لے بیٹھتی تھیں کہ میں نہیں جانتی تھی کہ سردار بیگم پیٹ[13] میں سے ایسے پاؤں نکالیں گی۔ خدا جانے کب کا بیر[14] نکالا کہ لڑکی کو گو[15] دے ڈالتی ہیں وہ نگوڑی بھولی قدر کیا جانے اس کے آگے کوئی بیٹی ہوتی تو پرائی

۱۔ رد کیا۔ ۲۔ فوراً سختی سے۔ ۳۔ شرمندہ ہو گئے۔ ۴۔ یعنی اُن کی بات کو درست اور واجبی سمجھتی تھیں
۵۔ خیال فاسد۔ اوندھی سمجھ۔ ۶۔ چغل خوری۔ ۷۔ رنجش۔ ۸۔ چل جاتی تھی۔ ۹۔ ہمت۔ ۱۰۔ رنجیدہ۔
۱۱۔ آنے جانے والوں سے۔ ۱۲۔ معاملہ شکایت۔ ۱۳۔ آگے چل کر ایسی ہو جائیں گی۔ ۱۴۔ عداوت
۱۵۔ پیسے ڈالتی ہیں۔ ۱۲

بیٹی کی قدر جانتی۔ جس کی نہ پھٹے بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی۔ وہ بہو کیا لے
گئی ہیں گوبن داموں کی لونڈی لے گئی ہیں۔ کہنے کو تو اتنا بڑا گھرا اور دیکھو تو
ڈھاک کے تین پات ایک وہ خود بڑھیا اور صرف دو سڑل مامائیں۔ خوان بڑا
خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا۔ سو بوا اس بڑھیا کی تو بڈھی کام کرتے
کرتے گھِس گئی ہی۔ ماماؤں کی طرح سارے گھر میں ایک پاؤں پڑی پھرتی ہی اسے تو کام
کرنے کی عادت پڑ گئی ہی۔ رہی میری بچی بھلا وہ کام کرنا کیا جانے اس نے تو خدا
رکھے ماشاء اللہ آنکھ کھول کر اپنے آگے نوکر چاکر ہی دیکھے میں نے تو کسی
بات میں اس کی آنکھ پر میل تک آنے نہ دیا۔ تقدیر اس بچی کی ایسی
پھوٹی کہ خدا دشمن کو بھی یہ دن نہ دکھائے۔ بڑی بی چاہیں کہ بہو ان کی ٹہل
خدمت کرے اور وہ چین سے مسند تکیے سے لگی بیٹھی رہیں تو نابوجا ماشاءاللہ
جب تک اس بندی کے دم میں دم ہی یہ تو نہ ہوا ہی نہ ہوگا۔ بڑی بی
منہ دھو رکھیں مجھے اپنی لڑکی کو گھٹنے سے لگا کر بٹھانا منظور میں نے

۱۔ جس پہ گزری ہو وہی جانے۔ جو کہ بے درد ہو وہ کیا جانے۔ ۲۔ ڈھاک کا درخت دیکھنے میں تو اتنا بڑا ہوتا ہی
مگر پتے چوں کہ بڑے بڑے ہوتے ہیں بہت کم ہوتے ہیں یعنی کچھ بھی نہیں۔ ۳۔ بری۔ ۴۔ اتنا بڑا تو خوان اور
اس پر اتنا بڑا چھبا۔ ظاہری ٹیم ٹام بہت مگر اندر کھول کر دیکھو تو صرف آدھا بڑا (قلمی بڑا) تھا (جو ایک قسم
کی تلن ہوتی ہی) وہ بھی آدھا۔ ۵۔ عادت پڑ گئی ہی۔ ۶۔ سارے کام کرتی پھرتی تھیں۔ ۷۔ نہ لگنا تھا۔ ذرا
بھی رنج نہ ہونے دیا۔ ۸۔ بری ہوئی۔ ۹۔ ہرگز نہیں۔ ۱۰۔ یعنی یہ بات نہ ہوگی۔ ۱۱۔ اپنے پاس۔ ۱۲۔

بیٹی بیاہی ہی لاکلام کوئی اُن کے آگے لونڈی باندی تھوڑی دی ہی۔ ایسی سسرال کو سراد ورسے سلام ہی جھلسا لگے ایسی ناھراد ساس کو جہاں میری بچی گھل گھل کر آدھی رہ گئی۔ مجھے تو اس کے جینے کے لالے پڑ گئے ہیں۔ دیکھیے وہ جیتی کیوں کر ہی" امیر بیگم کے جوشِ مادری کا یہ پہلا ابال تھا خدا جانے آگے چل کر کیا افتاد پڑے ؂

ابتدائے عشق ہے روتا ہی کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہی کیا

لاڈلی نے ساس کی طرف سے ماں کو الٹی سیدھی پٹی خوب پڑھائی تھی اور ضمناً شوہر کی بے اعتنائی اور لاپرواہی بھی ظاہر کی اور سب سے بڑھ کر یہ سمجھایا کہ شوہر تو اپنی ذات سے نیک ہی لیکن ماں کا کلمہ پڑھتا ہی۔ اور بالکل ماں کے کہنے میں ہی جس کل وہ اُٹھاتی بٹھاتی ہیں یہ اُٹھتا بیٹھتا ہی۔ خیر وہ بیٹے ہیں ماں مگر غضب تو یہ ہی کہ مجھ پر بھی دباؤ ڈالتے ہیں کہ تم بھی اُن کی تابع دار ہو کر رہو۔ سو اِس بندی نے اپنی ماں کی تابع داری تو آج تک کی ہی نہیں تو یہ بے چاری کس شمار وقطار میں ہیں۔ میں ان کو سمجھتی کیا

۱۔ ضرور۔ ۲۔ جھلسنا۔ جلا دینا یعنی جل جائے۔ ۳۔ کم بخت۔ ۴۔ غم سے دبلی ہو گئی۔ ۵۔ اللہ آمین پڑ گئی ہی۔ ۶۔ چکمہ دیا۔ ۷۔ اندرونی طور پر۔ ۸۔ بے رخی۔ ۹۔ اصل لفظ ناپروائی ہی۔ مگر عورتیں یہی بولتی ہیں غلط العام ہی۔ ۱۰۔ دم بھرتا ہی۔ ۱۲

ہوں یہ ہیں کس باغ کی مولی۔

۹۔ ساس بہو کی شکر رنجی

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر
کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی

لوگوں کو کچھ اِدھر کی بات اُدھر لگانے اور آپس میں لڑائی ڈلوانے میں مزہ آتا ہے۔ یہ ساری باتیں اور نمک مرچ لگا کر سردار بیگم کیا بلکہ فرخندہ جمال کے کان میں پھونک دیں۔ غرض دلہن والوں کی طرف سے جنگ کا الٹیمیٹم (اعلان) دے دیا گیا اور دونوں طرف سے دلوں میں کدورتوں کا غبار جمنے لگا۔ بڑی بی بے چاری نے ابھی تک منہ سے بھاپ نہیں نکالی بہو کو بالکل اُس کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ لیکن بہو صاحب چاہتی تھیں کہ بڑی بی کو بے دخل محض کر کے میاں کو زَرِخرید غلام بنالیں فرخندہ جمال کی طبیعت سے یہ امر بالکل مستبعد تھا۔ وہ ماں کی عظمت ہی نہیں کرتا تھا بلکہ اُس کو ماں کا عشق تھا اور ماں بیٹے پر دیوانی تھیں۔ گھڑی بھر نہ دیکھتی تھیں تو بے چین ہو جاتی تھیں ایسے ماں بیٹوں کو جو شمع اور پروانہ ہوں چھڑا دینا یا تفرقہ ڈلوانے کی کوشش کرنا ناخن سے گوشت یا قالب سے روح کو جدا کرنا

۱۔ کم و بیش کر کے۔ ۲۔ چغلی کھا دی۔ جا لگائیں۔ ۳۔ بانڈ غلام۔ زر خرید غلام۔ بالکل تابع حکم۔ ۴۔ بعید۔ دور۔ ۱۲

تھا جو کچھ آسان کام نہ تھا دلہن کی مشیر اعظم[1] اُن کی والدہ ماجدہ[2] تھیں۔ وہ اپنا گھر تو غارت[3] کر ہی چکی تھیں اب بیٹی کی باری تھی ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی[4] ۔۔۔ کہ بر آسماں نیز پرداختی

انھوں نے تو بیٹی کو بس یہی تعلیم دی تھی کہ ساس کو جس طرح ممکن ہو گھر سے بے دخل کر خود قابض ہو جائے اور میاں کو کبھی مُنہ نہ لگائے ورنہ اپنی قدر کھوئے گی اور عمر بھر پچھتائے گی اور سر پر ہاتھ دھر کر روئے گی یہی دو باتیں بیٹی کی ازدواجی[5] زندگی کی لینڈ مارک (بڑے اصول) تھیں۔ ساس پر تو دلہن چھاپا[6] مار ہی چکی تھیں میاں پر اب نرغہ[7] تھا۔ دلہن کے دل میں از خود کھویا نادان خیر خواہوں کے بھڑکانے اور بڑھاوے چڑھاوے دینے سے[8] یہ خیال جم گیا تھا کہ بڑھیا[9] اُس کی دلی بدخواہ اور پکّی دشمن ہے اور بیٹے کو وہی اُکساتی[10] اور اُبھارتی رہتی ہے۔ بس بِس[11] کی گانٹھ یہی بڑھیا ہے ورنہ کبھی کا پاؤں[12] مرید ہو جاتا اور کیا معنے کہ چالیس دن سے برابر قلندر شاہ کا پلیتہ[13] جلا رہی ہوں ماں بیٹوں میں جلبوائی[14] ڈالنے کو گندھک[15] پڑھوا رہی ہوں مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا ورنہ اُن کے تعویذ

۱۔ بڑی صلاح کار۔ ۲۔ بزرگ۔ ۳۔ برباد۔ ۴۔ دُنیا کا کام تم نے کون سا سلیقے سے کیا جو تم کو آسمان کی سوجھی۔ ۵۔ بیاہی ہوئی۔ ۶۔ مغلوب کر لیا تھا۔ ۷۔ مصیبت میں گھِر گیا تھا۔ ۸۔ سبز باغ دکھلانے سے۔ ۹۔ پکّا ہو گیا۔ ۱۰۔ بھڑکاتی۔ ۱۱۔ زہر کی گرہ۔ ۱۲۔ ایسا مرید جس کا سر پاؤں پر جھکا رہے۔ ۱۳۔ صحیح لفظ فلیتہ ہے مگر عورتیں پلیتہ بولتی ہیں تعویذ کو لکھ کر بتی بنا دیتے ہیں اور پھر جلاتے ہیں۔ ۱۴۔ سخت عداوت۔ ۱۵۔ آپس میں پھوٹ ڈلوانے کو گندھک پڑھ کر جلاتے ہیں۔ ۱۲

تیر[1] بہ ہدف ہوتے ہیں کبھی خطا نہیں کرتے۔ بیگم صاحب کا پیٹھ پیچھا ہی اُن کی نسبت ایسے رکیک[2] خیالات صریح بدگمانی اور اتہام[3] تھا۔ حق بات نکلی نہیں جاتی ہم کو جہاں تک معلوم ہی سردار بیگم بہو کو از حد[4] چاہتی تھیں اُس کو آنکھ کا تارا سمجھتی تھیں۔ بیٹی تو اُن کے کوئی تھی ہی نہیں بہو کو دیکھ کر وہ شاد شاد ہوتی تھیں کہ اللہ میاں کے صدقے جاؤں کہ اُس نے مجھے بیٹی بھی دی۔ اللہ نے یہ دن نصیب کیا کہ بہو لائی وہ بیٹے کو ہمیشہ دھمکا[5] کرتی رہتی تھیں اور یہ کہہ کر ٹال[6] دیتی تھیں کہ بچی ہی نادان ہی۔ آگے چل کر خود سمجھ آجائے گی خبردار تمھاری طرف سے دل شکنی[7] کی کوئی بات نہ ہو لیکن بڑی بی کی تقدیر کہ کرنے[8] جاتی تھیں سیدھی اور ہوتی تھی اُلٹی۔ نیکی برباد گنہ لازم۔ بات یہ ہی کہ لاڈلی کو تو سرے سے وہ طرزِ عمل ہی ناگوار[9] تھا جو شوہر نے اپنی ماں سے رکھا تھا وہ کوئی کام ماں کی صلاح اور مشورت کے بغیر نہ کرتا تھا اور بیوی سے بھی وہ یہی متوقع تھا کہ جس طرح میں نے اپنی باگ[10] ماں کے ہاتھ میں چھوڑ دی ہی یہ بھی یہی طریقہ اختیار کریں۔ لیکن لاڈلی جب اپنی سگی ماں کو کچھ نہ سمجھتی تھی تو ساس تو پھر غیر تھیں۔ ایسی حالت میں روز بروز کشیدگی[11] بڑھنے لگی۔ بہو کو ساس سے اور ساس کی وجہ سے میاں کو بیوی سے رکاوٹ[12] پیدا ہوگئی۔

۱۔ وہ تیر جو ٹھیک نشانہ پر لگے یعنی خطا نہ کرے۔ ۲۔ ہلکے۔ ۳۔ تہمت۔ ۴۔ بہت پیارا۔ ۵۔ جھنجھوڑنا۔ ۶۔ رفع دفع کر دینا۔ ۷۔ دل ٹوٹ جانے کی۔ ۸۔ کرنے جاؤ بھلائی اور ہو بُرائی۔ ۹۔ ناپسند۔ ۱۰۔ اختیار۔ ۱۱۔ رنجش۔ ۱۲۔ رُک جانا۔ پیچ۔ کشیدگی۔ ۱۳۔

دلوں ہی دلوں میں آگ سلگ رہی تھی لیکن ابھی زباں تک کوئی بات نہ آئی تھی۔

۱۰۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات پر ایک نظر

کپڑا ذرا سا اور وہ پھر مٹی کھر کرے
عورت وہ کیا جو دل میں نہ شوہر کے گھر کرے

میاں بیوی کے باہمی تعلقات جب ہی خوبرو ہو سکتے ہیں جب ایک دوسرے کے آرام و آسائش کا خیال رہے۔ کسی قسم کی منافرت نہ ہو کسی بات کا پردہ نہ ہو۔ یک جہتی ہو۔ محبت جب ہی بڑھتی ہے اور واقعی سچ پوچھئے میاں بیوی وہی ہیں جو آپس میں شیر و شکر ہوں۔ ایک دوسرے پر فدا ہوں ایک جان دو قالب ہوں۔ دو جز مل کر ایک عدد کامل بن جائیں۔ دنیا کی گاڑی دونوں سے مل کر چلتی ہے نہ کسی ایک سے تنہا۔ اگر یہ ہو تو پھر جنت ہے ورنہ یہیں دوزخ لیجئے۔ لاڈلی بیگم کے مزاج کی افتاد ایسی پڑی پڑی یا ڈالی گئی تھی کہ وہ اپنے سوائے کسی دوسرے کو خاطر تلے لاتی ہی نہ تھی۔ اس نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی ماں کا وہ برتاؤ دیکھا جو باپ کے ساتھ تھا روز کی تو تو میں میں دیکھی۔ جو کورس

۱- آہستہ آہستہ جل رہی تھی۔ ۲- جگہ۔ ۳- آپس کے۔ ۴- ٹھیک ٹھاک۔ ۵- دوئی۔ ۶- مل جل کر۔ ۷- بنا نہ تھا

(سلسلۂ تعلیم) امیر بیگم نے زن و شوہر کے تعلقات کے متعلق پڑھا تھا وہ سینہ بسینہ انھوں نے من و عن لاڈلی کو نہ صرف پہنچا دیا تھا بلکہ عملاً کر کے دکھلا بھی دیا تھا ایسی حالت میں فطرتی طور پر اگر لاڈلی تقلید کر سکتی تھی تو اپنی اماں کی نہ کسی اور کی۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہی تخم تاثیر صحبت کا اثر تعلیم سے وہ بے بہرہ محض تھی اور جہالت کی وجہ سے وہ نیک بد میں تمیز کرنے پر قادر نہ تھی۔ عورت مرد کے تعلقات کی کیا ذمے داریاں ہیں اور شوہر کا کیا رتبہ ہے وہ کچھ جانتی ہی نہ تھی۔ اپنے آپ کو وہ میکے کی طرح سسرال کا بھی بلا شرکت غیرے مالک منفرد سمجھتی تھی اس کا خیال تھا کہ بہو کے پاؤں رکھتے ہی ساس کی حکومت برخاست۔ آب آمد تیمم برخاست۔ جس طرح سورج کی کرن نکلنے سے پہلے ہی چاند تارے غائب ہو جاتے ہیں ساس کو بہو کے واسطے جگہ خالی کر دینی چاہیئے۔ ایسی ناسمجھ عورتوں کے نزدیک شوہر کا رتبہ ایک مہذب خدمت گار سے زیادہ نہیں ہوتا۔ لاڈلی بیگم کے خیال میں شوہر ایک بن داموں کا غلام تھا جس کا اہم فریضہ بیوی کی خوشنودی۔ دل جوئی۔ استمالت اور غایت

---

۱ سلسلہ بسلسلہ۔ ۲۔ عین بعین۔ ۳۔ برت کر بتا دیا۔ ۴۔ خلقی۔ ۵۔ جیسی صحبت ویسا اثر ۶۔ جیسا بیج ہوگا ویسا ہی پھل ہوگا۔ ۷۔ ناواقف۔ ۸۔ اچھے برے۔ ۹۔ فرق۔ ۱۰۔ فرائض۔ ۱۱۔ اور دوسرا کوئی شریک نہ ہو ۱۲۔ اکیلی مالک۔ ۱۳۔ پانی ملتے ہی تیمم موقوف ہو جاتا ہے۔ ۱۴۔ شعاع۔ ۱۵۔ بڑا کام۔ ۱۶۔ خاطر داری ۱۷۔ تسکین۔ ۱۸۔ اس بات کا نتیجہ یہ ہے کہ۔ ۱۲

نافی الباب اطاعت گزاری تھا جس لڑکی کو اس طرح کا سبز باغ دکھلایا جائے اور اسی طرح کی تخم ریزی اس کے دل میں کی گئی ہو تو بھلا اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ شوہر کی عظمت اور توقیر برابر کرے۔ وہ شوہر کے دل پر اطاعت اور فرماں برداری سے قبضہ بٹھانا نہیں چاہتی تھی بلکہ بدمزاجی مخالفت اور مخالفانہ طرزِ عمل سے۔ حالاں کہ ع

جو گڑ سے مرے تو زہر کیوں دے

عورت کے لیے حب کا عمل کہو تسخیر کہو جو کچھ ہے ایک اطاعت ہے ۵

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

اگر وہ دل سے شوہر کو اپنے سے برتر سمجھتی ہے اور اس کو آرام و آسائش پہنچانے کی متمنی ہے اور اس کی خوشنودی کو سب امور پر مقدم سمجھتی ہے تو ہم نوشتہ دیتے ہیں کہ اس کا خاوند خود مطیع ہو جائے گا اور اس کے پاؤں دھو دھو کر پیئے گا۔ بگڑے ہوئے خاوند کو بنانا اور بنے ہوئے کو بگڑنے نہ دینا اپنی جگہ اس کے دل میں کرنا۔ صرف عورت ہی کا کام ہے محبت۔ اطاعت شعاری، خبرگیری اور نگہداشت سے جنگل کا درندہ شیر رام ہو جاتا ہے

۱۔ تابع داری۔ ۲۔ دھوکا دیا جائے۔ ۳۔ بیج ڈالا جائے۔ ۴۔ محبت۔ ۵۔ اپنا بنا لینا۔ ۶۔ جو دوسروں کی خدمت گزاری کرتا ہے لوگ خود بخود اس کی خدمت کرنے لگتے ہیں اور جو خود پسندی کرتا ہے وہ بے نصیب رہتا ہے۔ ۷۔ بڑا۔ ۸۔ آرزومند۔ ۹۔ اول سمجھتی ہے۔ ۱۰۔ اقرار تحریری کرتے ہیں۔ ۱۱۔ خاطر مدارات کرنا۔ ۱۲۔ پھاڑ کھانے والے۔ ۱۲۔

یہ تو انسان ہے اس کو قابو میں کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ کیسا ہی بدخصلت اور کٹر ہو چند دن اگر عورت اپنے دل پر جبر کرے اور ذرا سی تکلیف برداشت کرے تو آرام بھی ساری عمر وہی اٹھائے گی۔ بے محنت کے راحت ملتی نہیں۔ جو سیوا کرتا ہے وہی میوہ کھاتا ہے۔ بعض عورتیں عمل اور گنڈے تعویذ کی بڑی معتقد ہوتی ہیں اور سیکڑوں روپیے برباد کرتی ہیں مگر ہوتا ہوا تا کچھ نہیں۔ ہم نے جو لاکھ ٹکے کی بات کہی ہے اسے پلے باندھو اور پھر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے

ٹونا ٹامنا ای ری سکھی بھول نہ کیجے کوے
آسا اپنے پی کی کیجے جو پی اپنے بس ہوے

بے شک اپنی طبیعت پر بوجھ ڈالنا کچھ آسان کام نہیں۔ بہت سی باتیں خلاف مرضی پی جانی ہوں گی جب ہی تو دوسرے کا دل ہاتھ آئے گا۔ تم کو چاہیئے کہ پہلے اپنے خاوند کے رنگ میں رنگ جاؤ پھر رفتہ رفتہ اسے اپنے طرز پر لے آنے کی کوشش کرو۔ اور کچھ تم بھی اپنی عادتیں چھوڑو اور شوہر کی مرضی پر چلو جب بیچ بیچ کا ایک معتدل راستہ نکلے گا۔ ذرا ذرا سی

۱۔ سخت۔ ۲۔ خدمت۔ انتظار۔ ۳۔ بھروسہ رکھنا۔ ۴۔ قیمتی۔ ۵۔ عمل کرو۔ ۶۔ ای بہن جادو ٹوٹکے کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم اپنے میاں کی خدمت کرو تا کہ تمھارا میاں تمھارا ہو جائے۔ ۷۔ برداشت کرنی پڑیں گی۔ ۸۔ جیسا شوہر ہے تم بھی ہو جاؤ۔ ۹۔ بیچوں بیچ۔ ۱۰۔ درمیانہ۔

بات پر اَڑنا[1] اور ہٹ[2] کا پتلی بنانا اور ضد کرنا کہ یہ بات یوں ہو کر رہے۔ ہر بات میں جلدی کرنا گرما گرمی میں[3] دونوں طرف تناتنی ہو جاتی ہے۔ تمہاری اچھی بات بھی بے موقع شور پر چھیڑنے[4] سے بُری لگتی ہے۔ جو تم چاہتی ہو آج نہیں کل ہو رہے گا۔ جو بات ملائمت[5] سے کہنے سے ہو سکتی ہے کبھی سختی سے اس کا ہونا ممکن نہیں۔ ع

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے دارد

ہر بات کے کہنے کا ڈھنگ ہی جدا ہوتا ہے جب طبیعت حاضر ہو میاں خوشی میں ہو نرمی اور خندہ پیشانی سے شوق سے کہو۔ اگر ایک دفعہ ناکام یابی ہو ذرا بھی بُرا نہ مانو۔ دل پر جبر کرو چپ رہنا کیا معنی اظہار ناخوشی بھی نہ کرو پھر کبھی وقفہ دے کر بات کہو۔ تم خود دیکھ لوگی کہ وہی بات کیسی خوش اسلوبی سے طے پاتی ہے جسے تم دہلۂ اول میں ناممکن سمجھتی تھیں۔ میاں کے آرام آسایش اس کی ضروریات کے بروقت انجام پانے کا بڑا خیال رکھو۔ تم کو معلوم ہے کہ خاوند کا کیا رتبہ ہے؟ خدا کے سوائے اگر کسی اور کے لیے سجدے کا حکم ہوتا تو وہ شوہر ہی ہوتا۔ بیشتر عورتیں خاوند

۱۔ ضد کرنا۔ ۲۔ ذراسی بات کو پہاڑ کر دینا۔ ۳۔ غصے کے وقت۔ ۴۔ رکاوٹ۔ ۵۔ معقول۔ ۶۔ تحریک کرنے سے۔ ۷۔ نرمی۔ ۸۔ ہر بات کا ایک ٹھور ٹھکانا ہوتا ہے۔ ۹۔ انداز۔ ۱۰۔ موزوں۔ ۱۱۔ ہنس مکھ۔ ۱۲۔ ٹھیر کے۔ ۱۳۔ عمدگی۔ ۱۴۔ پہلی بار۔ ۱۵۔ پورا ہونے کا۔ ۱۲

کی احسان فراموشی اور ناشکری میں گرفتار ہوں گی۔ ہماری عورتیں تو بالکل
خاوند کی مٹھی میں ہیں اور ہر طرح تابع اور منقاد[2] ہیں وہ میموں کی طرح آزاد اور
خودمختار[1] نہیں ہیں۔ اگر شوہر کی نگاہ بدلی[3] تو پھر اُن کا کہیں ٹھکانا نہیں شوہر سے
بگاڑ کر عمر بھر خود دُکھ سہیں[4] گی اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ لپیٹ[5] لیں گی ۵

سائیں[6] انکھیاں مہر کی تو جھک جھک کریں سلام
سائیں انکھیاں پھیریاں تو بیری ملک جہان

شوہر کے دل میں اگر بیوی کی طرف سے بل[7] پڑ گیا تو پھر نکلنا مشکل ہے روز
بروز کشیدگی بڑھتی ہی جائے گی۔ سیدھی بات بھی اُلٹی معلوم دے گی۔ آئینہ[8]
میں جب بال پڑ جاتا ہے تو پھر درست نہیں ہوتا۔

دل را شکستی نہ کہ گوہر شکستی

سسرال کو اپنا گھر سمجھو ساس نندوں سے میل جول[9] رکھو جس کو میاں
چاہے اُس پر تم جان چھڑکو[10] میکے کی دھن دولت پر کبھی گھمنڈ[11] نہ کرو۔ سسرال

۱۔ اختیار۔ ۲۔ اطاعت گزار۔ ۳۔ اصل معنی گردن جھکے ہوئے کے ہیں یعنی جو بات کہو سر تسلیم خم ہے ذرا اختلاف ہوا
۴۔ اُٹھائیں گی۔ ۵۔ سمیٹنا، شامل کرنا۔ ۶۔ اگر شوہر کی محبت کی نگاہ ہے تو سب خاطر تواضع سے پیش آئیں گے
جدھر دیکھو لوگ تعظیم کریں گے اور جھک کر سلام کریں گے اور اگر خدانخواستہ شوہر نے رخ پھیر لیا تو پھر کیا تھا ساری
دُنیا دشمن ہو جائے گی۔ ۷۔ فرق آ گیا۔ ۸۔ تم نے دل جیسی پیاری چیز کو توڑا کوئی موتی تھوڑی توڑا ہے کہ
خیر بھئی جانے دو۔ ۹۔ میل ملاپ، ملنا جلنا۔ ۱۰۔ فدا ہو۔ ۱۱۔ غرور۔ ۱۲۔

کی تھوڑی چیز کو بہت سمجھو۔ ماں کا پان بھی بہت ہوتا ہی۔ میاں کے
کپڑے لتے کھانے پینے حقہ پانی کی خبر رکھو۔ وقت پر سب کام طیار رہے کہنے
سُننے کی ضرورت نہ ہو۔ کہے بعد اگر کام ہوا تو کس کام کا۔ دُکھ بیماری میں دوا
ٹھنڈائی کا پورا خیال رکھو۔ خرچ بے دردی سے نہ اُٹھاؤ۔ خاوند یہ سمجھے کہ میرے
روپئے کا بیوی کو درد ہی تب تو وہ ساری کمائی خوشی سے تمھارے ہاتھ میں
دے گا ورنہ وہی تلی بوٹی اور نپے شوربے کا معاملہ رہے گا۔ میاں کے نقشِ
قدم پر چلنے کی کوشش کرو۔ جس بات میں میاں خوش ہو تم بھی خوش رہو۔
بیاہے بعد میکے سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا میاں کا ہی پیسا اپنا ہوتا ہی
ماں باپ کیسے بھی امیر ہوں تو بیٹی کو کیا بھاگ بیاہی بیٹی پڑوسن داخل
جو زیور میاں اپنے شوق سے بنا دے گو وہ تمھارے نزدیک ہلکا ہی
ہو مگر بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھو اور ضرورت سے زیادہ خوشی
کا اظہار کرو۔ بعض لڑکیاں یہ غلط خیال کرتی ہیں کہ اگر ہم ایسا
کریں گے تو ہم کو تھڑدلا سمجھیں گے اور ندیدی کہیں گے ایسے

۱۔ جہاں حق کا معاملہ ہوتا ہی وہاں کا ذرا سا پان بھی بہت ہی۔ ۲۔ بدل اٹھل جیتھڑے۔ ۳۔ وہ دوا جس
سے ٹھنڈک ہو۔ تبرید۔ ۴۔ یعنی سنبھال کرتی ہی اور زیادہ خرچ ہوا تو دل دُکھتا ہی۔ ۵۔ آمدنی ۶۔ ۱۱ روک
ٹوک۔ ۷۔ کسی کے پاؤں کے نشان پر چلنے کے معنی یہ ہیں جو وہ کرتا ہی ہم بھی کریں۔ ۸۔ فخر۔ ۹۔ ہمسائی
۱۰۔ کم حوصلہ۔ ۱۱۔ وہ شخص جس نے کبھی کسی چیز کو دیکھا نہ ہو۔ ۱۲

نصیب[1] نہ تھا جو پھول گئی[2]۔ اس واسطے اظہارِ خوشی میں تامل کرتی ہیں اور
ناک بھوں چڑھا لیتی ہیں لیکن اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ میاں کا دل بجھ جاتا ہے[3]
اور اس کا دل نہیں بڑھتا[4] کہ کچھ بنا لائے یا لائے لوائے[5]۔ یہی حال کپڑے
لتے کا ہے۔ کپڑا میاں کی خوشی اور پسند کا پہنو۔ صاف ستھری رہو یہ نہیں
کہ سر میں کنگھی نہ دارد لٹیں[6] منہ پر پڑی ہیں کپڑے میلے چیکٹ[7]۔ آدمی کی
زینت[8] لباس سے ہوتی ہے بنی سنوری[9] گڑیا بھی اچھی معلوم دیتی ہے۔ بھاری[10]
بھرکم جوڑے بالکل فضول ہیں۔ نہ ایسے گھٹیا[11] پہنو کہ شان کو بٹہ[12] لگے لوگ
نام دھریں میاں کی ناک کٹے نہ ہر وقت گوٹے کناری میں لدی رہو کہ
لوگ شیخی خوری اور چھچھوری[13] کہیں۔ میانہ روی[14] ہر حال میں بہتر ہے۔ لباس[15]
پردہ پوش ہو۔ ایسا باریک نہ ہو کہ جس میں جسم جھلکے[16] بلکہ ایسا ہو کہ پورا ستر[17] ہو
جہاں تک ممکن ہو فرمائشات سے پرہیز[18] کرو۔ بار بار فرمائش کرنے سے آدمی
حقیر[19] ہو جاتا ہے۔ دنیا میں روپیہ بڑی قدر کی چیز ہے

۱۔ میسر ۲۔ بے انتہا خوش ہو گئی۔ ۳۔ حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ ۴۔ ہمت نہیں پڑتی۔ ۵۔ لائے اور لوائے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ ۶۔ بال۔ ۷۔ چرغ اور ڈیوٹ پر جیسی کالی کالی گاد جم جاتی ہے اُسے کہتے ہیں یعنی ایسا میلا جیسے چیکٹ۔ ۸۔ آراستگی۔ ۹۔ ٹھیک ٹھاک۔ ۱۰۔ قیمتی گوٹے کناری سے لپے ہوئے۔ ۱۱۔ کم قیمت۔ ۱۲۔ عیب۔ ۱۳۔ خفیف الحرکات۔ ۱۴۔ بیچوں کی چال۔ ۱۵۔ ایسا لباس ہو جس سے بدن ڈھکے۔ ۱۶۔ نظر آئے۔ ۱۷۔ پردہ۔ ۱۸۔ اچھی رہو۔ ۱۹۔ ذلیل و بے وقعت۔ ۱۲

اے زر[۱] تو خدا نئی ولیکن بخدا
ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

کمانے والے کے دل سے پوچھو کہ کیسے سخت[۲] پاپڑ بیل کر پیدا ہوتا ہی اِس کو ضائع نہ کرو۔ اگر بچ رہے گا تو تمھاری ہی اڑی میں کام آئے گا۔ میاں بیوی کچھ جدا نہیں جہاں ایک کا پسینہ گرے دوسرے کا لہو[۳] ٹپکے کسی کی لگائی بجھائی[۴] کہنے سُننے پر مزاج نہ بگاڑو لوگ لڑوا کر تماشہ دیکھتے ہیں ذراسی بات کو نمک مرچ[۵] لگا کر کہہ دیتے ہیں۔ بڑ[۶] کا کوا بنا دینا ان کے بائیں[۷] ہاتھ کا کھیل ہی۔ اُن کا کچھ نہ بگڑے گا نتیجہ تم کو بھگتنا[۸] پڑے گا۔ اگر تم چغل خوروں کی بات[۹] دل پر نہ لوگی تو وہ کہنا چھوڑ دیں گے۔ کسی بات کی کرید[۱۰] اور پرچول[۱۱] نہ کرو۔ دل میں بری باتوں کو نہ جماؤ[۱۲] جو ہو جب کا جب کہہ سن کر دل صاف کر لو۔ اگر کبھی سوء مزاجی[۱۳] بھی ہو جائے تو فوراً تصفیہ کر لو۔ اگر تمھارا قصور ہی تو خوشی سے قائل ہو جاؤ معافی مانگ لو اس میں کچھ بُرائی نہیں نہ تم ہیٹی[۱۴] ہو جاؤ گی۔ نہ شیخت[۱۵] کرکری ہو جائے گی۔ اگر

۱۔ روپیہ خدا تو (بے شک نہیں ہی) لیکن خدا کی قسم کہ سارے عیبوں کو ڈھانک لیتا ہی۔ اور بڑا کام نکالنے والا ہی تمام ضرورتیں اسی سے پوری ہوتی ہیں۔ ۲۔ محنت کے کام کو پاپڑ بیلنا کہتے ہیں کہ وہ بھی محنت کا کام ہی۔ ۳۔ خون گرے۔ ۴۔ چغلی کھانا۔ ۵۔ بڑھا کر۔ ۶۔ بات کا بتنگڑ بنانا۔ ۷۔ بالکل آسان بات ہی۔ ۸۔ برداشت کرنا۔ ۹۔ خیال نہ کرو۔ ۱۰۔ کھودنا۔ ۱۱۔ تلاش۔ ۱۲۔ نہ جگہ دو۔ ۱۳۔ بدمزگی۔ ۱۴۔ کم۔ ۱۵۔ شیخی بگڑ جائے گی

دوسرے کا قصور ہی درگزر کرو جانے دو چشم پوشی کرو ؏

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست[1]

کوشش کرو کہ جس بات پر رنجش ہوئی تھی پھر بھول کر بھی نہ ہو۔ وہ آدمی کیا جو ایک دفعہ کی غلطی سے سبق حاصل نہ کرے۔ حیادار اور غیرت مند کا یہ کام نہیں کہ ایک بات پر بار بار اُسے ٹوکا[2] جائے اپنی غلطی پر سمجھ دار کو کان[3] اینٹھنا چاہیئے۔ خاوند کے سامنے عاجزی اور معذرت کرلینا ہرگز عیب کی بات نہیں بلکہ عین نیک دلی اور شرافت کی دلیل ہے۔ ایسی ہی باتوں سے میاں کا دل پسیج[4] جاتا ہے عام اصول یہ رکھو کہ رات کا جھگڑا صبح ہونے تک ختم ہو جائے اور دن کا جھگڑا شام سے پہلے چُک[5] جائے غرض کیسا ہی جھگڑا ہو صبح آفتاب غروب ہونے کے پیشتر سُلجھ جائے۔ ہر وقت ہوّا[6] بنے رہنا تیوری پر بل ڈالنا جھٹکنا پٹکنا بہت بُرا ہے۔ مردوں کے لئے[7] دنیا میں سیکڑوں قسم کے جھمیلے ہیں۔ یک سر و[8] ہزار سودا۔ کچہری دربار کے جھگڑے معاملات مقدمات کے بکھیڑے[9] خدا جانے باہر کیا کیا گزرتی ہے۔ تم چاردیواری کے اندر بند تمھیں اچھے بُرے کی کیا خبر کہ کس قسم کے تردد اور افکار[10] پیش ہیں۔ بھلا اتنا تو ہو کہ

۱۔ جو مزہ معاف کرنے میں ہے وہ بدلہ لینے میں نہیں ہے۔ ۲۔ جتلایا جائے۔ ۳۔ کان پکڑنا یعنی یاد رکھنا کہ پھر ایسا نہ ہو۔ ۴۔ نرم پڑجاتا ہے۔ ۵۔ ختم ہو جائے۔ ۶۔ ایسا بگڑے رہنا کہ لوگ صورت دیکھ کر ڈر جائیں۔ ۷۔ پیچیدگیاں۔ ۸۔ ایک سر پر سیکڑوں بکھیڑے۔ ۹۔ بکھڑاگ۔ ۱۰۔ پریشانی کی باتیں مشکلیں۔ ۱۰۔ فکریں۔

جب گھر والا باہر سے ہارا تھکا ماندا آئے تو گھر میں اُسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ بیوی ایسی ہو کہ گھر میں ساری کلفتیں[1] آن واحد میں[2] دور ہو جائیں۔ گھر سلیقے سے سجا ہو۔ ہر چیز قرینے سے دھری ہو۔ نوکر چاکر سب اپنے اپنے کام پر لگے ہوں۔ سارے کام اپنے اپنے وقت پر ہو جائیں۔ رنج و راحت کی شریک ہو۔ اگر میاں کو متردد[3] دیکھو اُس کی ہم دردی دل جوئی کرو۔ خود بیوی کو چاہیئے کہ خوش مزاج اور خندہ رو رہے۔ میاں کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو جائے۔ اپنے طرز عمل سے بھلا میاں کے دل میں اتنی جگہ تو کرلے کہ یہ ہم کو دیکھ کر خوش تو ہوتی ہے اور ہمارے آرام و آسایش کی فکر ہے۔ ہماری خاطر داری اور دل جوئی اور راحت رسانی کا بڑا خیال ہے۔ اور اگر بیوی اتنی بھی نہیں تو ہمارے حساب تو وہ بیوی نہیں بلا ہے۔

جو سمجھ دار بیویاں ہیں وہ بگڑے ہوؤں کو سنوار لیتی ہیں یا جو پھوہڑ ہیں وہ بنے بنائے گھر کو بگاڑ دیتی ہیں۔ چنانچہ لاڈلی بیگم نے اپنے ذاتی طور سے بھلے چنگے شوہر سے بگاڑ لی۔ یہاں تو اُلٹی گنگا بہتی تھی۔ جو بات تھی نرالی۔[4] جو ڈھنگ تھا انوکھا۔[5] دلوں میں بل پڑ ہی چکا تھا جو روز بروز اور زیادہ اُلجھتا گیا۔ دونوں طرف سے دل بھرے ہوئے تھے۔ مادہ[6] طیار تھا صرف چھیڑنے کی دیر تھی

۱۔ تکلیفیں۔ ۲۔ ایک لمحہ میں۔ ۳۔ پریشان۔ ۴۔ کسی بات کا خلاف توقع ہونا۔ ۵۔ عجیب
۶۔ سب سے الگ۔ ۷۔ مواد۔ ۱۲

پکا[1] پھوڑا کہ ٹھیس لگی اور پھوٹا۔ لاڈلی کو سمجھانے والا کون تھا۔ ایک ماں تھیں سو اُن
کے تو سارے یہ کرتوت ہی تھے[2] ناؤ کس نے ڈبوئی خواجہ خضر نے اگر شروع ہی
سے روک تھام کرتیں بیٹی کو اونچ نیچ سمجھاتیں تو یہ نوبت ہی کیوں پہنچتی۔ وہ تو
ہر بات پر بیٹی کو شاباش دیتی تھیں۔ اور پیٹھ ٹھونکتی[3] تھیں اور یہی کہتی تھیں کہ ڈرے
تیری بلا۔ بہت ہوگا بٹھا دیں گے تو تیرے لئے روٹی بہت۔ تیری پلاؤ کی رکابی
کہاں گئی ہے۔ لعنت کرو موؤں کو ٹھلبا لگا، اِن کم بختوں کو وہ کیا بٹھائیں گے
میں خود تجھے اب سسرال نہ جانے دوں گی۔ بھلا دیکھوں تو کون دھنتر[4] تجھے لے
جاتا ہے۔ کچھ لاڈلی ہی کے دل میں خدا نے نیکی دی تھی کہ وہ بادل ناخواستہ[5] چلی جاتی
تھی ورنہ کبھی کی چھٹم[6] چھٹا ہو جاتی۔ مانا کہ میکے میں روٹی بہت تھی۔ خدا کسی کو بھوکا
نہیں سلاتا وہ سب کا رزاق ہے مگر پیٹ بھرنے بھرنے میں بھی فرق ہے۔ پیٹ تو
گائے بھینس بھی بھر لیتی ہیں مگر خوشی کے مٹھی[7] بھر چنے مصیبت
اور تکلیف کی پلاؤ کی رکابی سے بدرجہا بہتر ہیں۔ لاڈلی نے شروع
سے میاں کی بے وقری[8] کو اپنا فخر سمجھا۔ بات بات کو کاٹنا[9] ہر بات
پر روٹھنا۔ ضد کرنا۔ میاں دن کہے تو بیوی رات۔ آئے دن کی

۱۔ کیا دھرا۔ ۲۔ حضرت خواجہ خضر کا کام تو رہبری کرنا ہے کہ ناؤ ڈبوتا جب وہیں ڈبوئیں تو بچائے
کون ؟ ۳۔ ہمت بڑھانا۔ ۴۔ افلاطون۔ ۵۔ مجبوری سے۔ اگرچہ دل نہ چاہتا تھا۔ ۶۔ قطع تعلق۔
۷۔ کئی درجے۔ بہت زیادہ۔ ۸۔ بے عزتی۔ بے قدری۔ ۹۔ خلاف کرنا۔ ۱۲

گھس پھس[1] چلی ہی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دلوں میں فرق کے ساتھ بات چیت میں بھی فرق آ گیا تھا۔ بیوی کبھی رُخ نہ دیتی تھیں جب دیکھو مُنہ پھولا ہوا۔ اٹوانٹی کھٹوانٹی لیے مُنہ تھتھائے[2] پڑی ہیں۔ یوں تو سارے دن گھر میں اچھی طرح رہتی تھیں جہاں میاں کے آنے کا وقت ہوا اور اُنھوں نے اپنا کونا سنبھالا ہُنکارا[3] شروع ہوا۔ جب وہ میاں سے سیدھے مُنہ بات نہ کرتی تھیں تو مجبور ہو کر میاں نے بھی رُخ پھیر لیا۔ آخر تا کجے[4]۔ پچاس روپیہ مہینا بیوی کو ٹپاری[5] کے خرچ کا ملتا تھا اکیلی جان کو بہت تھا۔ کھانا پینا۔ کپڑا لتّا۔ پان چھالیہ سب ساس کے ساتھ تھا پھر خرچ رہ ہی کیا گیا۔ مگر خدا جانے وہ ہوتا کیا تھا۔ دوسری کوئی ہوتی تو اسی میں کتر بیونت[6] کر کے کوئی چیز بنواتی میاں کا بھی دل خوش ہوتا مگر ہم کو معلوم ہوا کہ ہمیشہ ہاتھ تنگ رہنے کی شکایت۔ جب سنو پچاس رُپلّی[7] میں ہوتا ہی کیا ہے وہ تو چھٹّی[8] ہو جاتے ہیں ادھر آئے اُدھر خرچ کس کی شامت آئی تھی کہ حساب پوچھتا۔ لکھی پڑھی وہ تھیں ہی نہیں اور ہوتیں تو بھی حساب نہ لکھتیں۔ اِن کا بڑا خرچ چٹورپن[9] تھا اور جو بچا وہ تعویذ گنڈے ملّا سیانوں کی نذر۔ کچھ ان کی

۱۔ خفیف سی رنجش۔ ۲۔ پھُلائے۔ ۳۔ بیماروں کی طرح کراہنا۔ ۴۔ کب تک۔ ۵۔ پان کھانے کا خرچ یعنی متفرق اخراجات کے لیے۔ ۶۔ کاٹ چھانٹ۔ ۷۔ روپیہ کو حقارت سے رُپلّی کہا ہے۔ ۸۔ جھٹ پٹ خرچ ہو جاتے۔ ۹۔ زبان کا چسکا۔ ۱۲

سہیلیاں جو ایک سے ایک بڑھ کر قلاش[1] تھیں ان کو جُل[2] دے کر لے اڑتی[3] تھیں۔ اگر کبھی میاں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو یہی جواب ملا کہ جب مجھے دے چکے تو حساب پوچھنے والے کون۔ نہ میں حساب رکھوں نہ جانوں۔ حساب کتاب غیر کے روپیے کا ہوتا ہے نہ اپنے کا۔ تم کو اگر میرا اعتبار نہیں تو بسم اللہ اپنے پچاس روپیے رکھو۔ مجھے ضرورت نہیں۔ میرے دینے والے بہت ہیں کچھ ننگی بھوکی نہیں نہ کسی کی محتاج۔ اللہ نے مجھے بہت دیا ہے۔ کھانا تو وہ کھاتی ہی نہ تھیں پھول سونگھ کر جیتی تھیں۔ میاں کے سامنے قسم کھانے کو صرف منہ جھٹال[4] گھڑی ہو جاتی تھیں لیکن بازار کا پوری حلوا مٹھریاں کچوریاں دال[5] جلیبیاں۔ امرتیاں گھاتے[6] ہی تھیں ہم صبح سویرے چھپا کر کھا لیتی تھیں دن چڑھے کنجڑن آئی تو اس کے ٹوکرے کا صفایا کر لیا۔ امرود کچالو شکر قند کیلے بھٹے۔ انار۔ ناشپاتی بیر۔ الابلا[7] لینا فرض تھا۔ قریب قریب ایک روپیہ روزانہ کے تو اس ہی چٹنی[8] ہو جاتا تھا اور کبھی ملائی کی برف کی آواز کان میں پڑ گئی تو پھر منڈے کا ہنڈا خالی۔ پھر تیسرے پہر کا سودا الگ۔ بھلا جن کو ان چٹخاروں[9] کا چسکا پڑ جائے ان کے پاس کیا خاک پیسہ رہ سکتا ہے۔

۱۔ مفلس۔ ۲۔ دھوکا۔ ۳۔ لے بھاگتی۔ ۴۔ چھوٹی چھوٹی خستہ نمکین ٹکیاں۔ ۵۔ وہ کھن جو چیز حساب میں نہ ہو۔ ۶۔ گھیر لیا۔ ۷۔ جدا۔ ماسوا۔ ۸۔ چٹپٹی چیزوں کا۔ ۹۔ مزہ۔ ۱۲

قرار در کفِ آزادگاں نگیرد مال[1]   نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

۱۱۔ بیوی کا تمارض[2] اور میاں بیوی کی دو دو چونچیں

یہ تماشا ہے نیا صلح بھی ہے جنگ بھی ہے   دل ملے پر بھی لڑا کرتی ہیں اکثر آنکھیں

بیماری شرطِ امیری اور لازمۂ نزاکت ہے۔ آئے دن کی دوا ٹھنڈائی۔ کبھی خمیرۂ مروارید[3] گھل رہا ہے۔ ورق[4] نقرہ پیچیدہ عرق بید مشک کے ساتھ نوش جان[5] ہو رہا ہے۔ کبھی خمیرۂ آبریشم عنبری عرق گاؤزبان[6] مرکب میں پیا جا رہا ہے۔ طرح بہ طرح کی معجونیں اور جوارشیں آ رہی ہیں مگر دھڑکن[7] ہے کہ کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ منہ پر ہوائیاں[8] اڑ رہی ہیں ایک رنگ آتا ہے ایک رنگ جاتا ہے وہم کی دارو[9] لقمان کے پاس بھی نہیں۔ حاذق الملک[10] حکیم اجمل خاں صاحب اور شفاء الملک حکیم رضی الدین خاں صاحب کے مطب کی رونق ان کے دم سے تھی۔ بَلّی ماروں[11] میں جمال الدین عطار کی دکان سے حساب کا کھاتہ[12] سدا کھلا رہتا تھا۔ بیماری کچھ ہوتی تو کبھی کی بھلی چنگی[13] ہو جاتیں۔ صورت سے بھلا ان کو بیمار کون کہے۔ خاصی

۱۔ جس طرح عاشق کو صبر نہیں آتا اور جس طرح چھلنی میں پانی نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح آزاد لوگوں کے ہاتھ میں پیسہ ٹک نہیں سکتا۔ ۲۔ بیمار بننا۔ ۳۔ موتی۔ ۴۔ چاندی کے ورق میں لپیٹ کر۔ ۵۔ کھایا جا رہا ہے۔ ۶۔ گاجر کا عرق۔ ۷۔ اختلاج قلب۔ ۸۔ چہرہ فق ہو گیا۔ ۹۔ دوا۔ ۱۰۔ یہ دونوں صاحب دلی کے نامور اور مشہور گورنمنٹ کے خطاب یافتہ یونانی طبیب ہیں۔ ۱۱۔ دلی کا ایک محلہ ہے۔ ۱۲۔ اسم واری حساب۔ ۱۳۔ تن درست۔ ۱۲

بھلی چنگی تن درست اور توانا[1] ہٹّی کٹّی[2]۔ پھر خدا جانے وہ کون سا موذی[3] مرض دامن گیر[4] ہوا تھا جو ایسے نامی گرامی[5] حکیموں کے بھی بس کا نہ تھا۔ رہا درد سر اور گھبراہٹ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جانا۔ بے ہوش ہو جانا۔ یہ بہانے[6] تو عورتوں کے ساتھ لگے ہی ہوئے ہیں۔ اور پردالے بے چارے اس کی لِم[7] کو کیا سمجھ سکتے تھے۔ میاں نے آئے دن کی بیماری کو اگر ٹوکا بھی کہ تم کو تو وہم ہو گیا ہے پیٹ کو دواخانہ بنا لیا روز دوا پیتے پیتے دوا کی عادت پڑ جاتی ہے اُس کا اثر باقی نہیں رہتا۔ تو یہ جواب ملا۔

دُلہن۔ ہاں ٹھیک تم کو دوسرے کی کیا خبر۔ تم تن درست ہو تو تم دوسروں کو بھی تن درست ہی سمجھتے ہو۔ تمھیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے یہاں میری دوا درمن کرنے والا کون ہے۔ کس کے دل کو لگی ہے جو الٹ کر پوچھے پھر میں بھی اپنا علاج نہ کروں تو آخر تمھاری مرضی کیا ہے یوں مر رہوں کہ تمھارا پاپ[8] کٹے اور دوسری کر لاؤ۔ تم پر میں دو بھر[9] ہوں مگر میرے اماں باوا کے دل سے تو پوچھو کہ ان کو میں کہاں پیدا؟

میاں۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو تم بگڑ گئیں۔ دکھ بیماری تو سب کے ساتھ ہے لیکن میرے خیال میں تمھاری بیماری کا بڑا سبب یہ ہے کہ تم سارے دن بے کار پڑی رہتی ہو۔ سو بیماریوں کی ایک بیماری تو بے کاری

۱۔ طاقت ور مضبوط۔ ۲۔ تکلیف دہ۔ ۳۔ پیچھے پڑ گیا تھا۔ ۴۔ مشہور بڑے۔ ۵۔ حیلے۔ ۶۔ بھید۔ ۷۔ علاج معالجہ۔ ۸۔ خبر گیری کرے۔ ۹۔ عذاب جائے۔ ۱۰۔ بار بوجھ۔ ۱۲

ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کوئی مشغلہ نکالو کہ تمھارا دل بہلے۔[1]

بیوی۔ تو تم میرے آگے چکّی لگادو کہ پیسا کروں۔

میاں۔ سبحان اللہ! آپ نے میری نصیحت کی خوب قدر کی۔

قدردانی عالم بالا معلوم شد۔ من چہ می گویم و طنبورہ من چہ می سراید۔ تمھارے

چہرے سے مجھے تو کوئی بیماری معلوم نہیں دیتی۔ بیماری تو وہ جس سے ڈیل[5]

گھٹے بیمار کی صورت کہیں چھپائے سے چھپتی ہے۔ کھائے کے گال اور نہائے کے

بال کہیں چھپے ہیں۔

بیوی۔ یہ تم اپنی فارسی تو تہ کر رکھو۔ میں کیا جانوں تم نے کیا کہا اور بار تمھاری اتری

میں کیا لگا ہے واہ خوب تم مجھے ٹوکنے والے نکلے۔ کیا تمھارے ویدے پھوٹ گئے ہیں۔ کہو

ایمان سے کہ میرا وہی ڈیل ہے جو پہلے تھا۔ خدا سے ڈرو۔ میرا ڈیل تو کم بخت بادی سے

پھول گیا ہے پیٹ میں سانس نہیں سماتا۔ دو قدم چلتی ہوں تو سانس اوپر کا اوپر

نیچے کا نیچے رہ جاتا ہے۔ پنڈلیوں میں درد پڑ گیا ہے۔ جو گزرتی ہے مجھے معلوم یا

میرے خدا کو۔ میں کسی سے کہتی نہیں سنتی نہیں۔ میرے اچھے بُرے

۱۔ دل بہلاؤ۔ ۲۔ لگے۔ ۳۔ آپ کی قدردانی پتہ معلوم ہوئی۔ ۴۔ گانے والے اور ساز کا ساتھ ہوتا ہے لیکن جب گانے والا ایک طرف اور طنبورہ ایک طرف ہو تو راگ کا کیا لطف ہوگا۔ مطلب یہ کہ میں کیا کہتا ہوں اور تم کیا کہہ رہی ہو۔ ۵۔ جسم۔ ۶۔ بند کردو۔ ۷۔ صدقہ کیا تھا۔ خدانخواستہ کی جگہ عورتیں بولتی ہیں۔ ۸۔ کسی بات کو ٹوکا جاتا ہے تو نظر بد سے بچنے کے لئے یہ کہا جاتا ہے۔ ۹۔ اعتراض کرنے والے۔ ۱۰۔ آنکھیں۔ ۱۱۔ ٹھیرتا۔ ۱۲۔ جوڑ جوڑ۔

کی کسی کو خبر نہیں۔ تمھاری یہ خواہ مخواہ کی چھیڑ خانی[1] مجھے اچھی نہیں لگتی یا تو بات نہیں کرتے اور بات کی تو اِس خوبی کی۔

میاں (ہنس کر) ایسا مرضِ مبارک ہم کو کبھی نہ ہوا۔ نہ ہماری ہڈی پر بوٹی چڑھی خواہ بادی ہی سے کیوں نہ ہوتی نہیں تو ہم بھی تمھارے ساتھ مزے مزے کے خمیرے چاندی سونے کے ورق میں لپٹے ہوئے کھاتے!

دلھن۔ (کھسیانی ہوکر) واہ واہ خوب مجھے ایسی ہنسی مذاق اچھا نہیں لگتا۔ یہ بھی تم نے کوئی میری چھیڑ خانی مقرر کی ہے جب دیکھو میرے ڈیل کو ٹوکتے ہیں یہ کہہ اور میاں سے روٹھ الگ جا بیٹھیں اور غصّے میں کھانا بھی نہ کھایا۔ میاں پچھتانے لگے کہ ناحق میں نے چھیڑ دیا۔ اسی طرح کی نوک جھوک خدا جھوٹ نہ بلوائے روز ہی ہوا کرتی تھی لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ بدمزگی روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور اندیشہ تھا کہ کسی نہ کسی دن بھانڈا پھوٹنے والا ہے۔

۱۲۔ میاں بیوی کی گھنگھور لڑائی اور بیوی کا روٹھ کر میکے جا بیٹھنا

غلط ہی جذبِ دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیاں کیوں ہو

دلھن جب میکے میں جاتیں ماں کے سامنے اپنا دکھڑا اس طرح روتیں کہ وہ بھی

۱۔ روک کر۔ مسخرہ پن۔ ہنسی۔ ۲۔ یعنی ہم نہ موٹے ہوئے۔ ۳۔ شرمندگی سے آزردہ ہو جانا۔ ۴۔ چڑھ
۵۔ ناراض ہو کر۔ ۶۔ طعنے مہنے۔ ۷۔ بھید کھلنے والا ہے۔ ۸۔ زور شور۔ ۱۲

سنتے سنتے بیزار[1] ہو گئیں تھیں۔ کوئی ایک دن سنے دو دن سنے آخر کب تک ایک ہی کتھا[2] سنتا رہے۔ آخر کار ماں کی صلاح سے بیوی نے میاں کو پہلا پیغام دو بدو[3] یہ دیا کہ سنو صاحب! آج تک میں نے بہت برداشت کی خون کے سے گھونٹ پیئے اور اف نہ کی نہ کبھی کسی سے زبان[4] چلائی لیکن پھر بھی میں دیکھتی ہوں کہ روز بروز تمھاری بے رُخی اور رکاوٹ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ تمھارا وہ اگلا سا رُخ[5] ہی نہ رہا نہ وہ بات رہی اب میں مجبوراً تم سے صاف صاف کہتی ہوں کہ میرا نباہ[6] اس گھر میں تمھاری اماں جان کے ساتھ نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا وہ خدا جانے تم کو کیا الٹی سیدھی پٹی[7] پڑھاتی ہیں۔ آئے[8] دن کی لگائی بجھائی[9] سے یہ نوبت[10] تو پہنچ گئی آگے نہ معلوم میری تقدیر کا کیا کیا لکھا ہے۔ ایک دن کوئی برداشت کرے گا دو دن مگر سدا کے جلاپے اور روز کی دانتا کلکل کے واسطے میں پتھر کا کلیجہ کہاں سے لاؤں؟ تمھاری حالت یہ ہے کہ ماں کے کہنے کو نعوذ باللہ وحی آسمانی سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہو۔ خدا جانے کس دن کیا پیچ[13] ڈال دیں اس لیئے میں یہ چاہتی ہوں کہ اوّل تو ہم اپنا گھر الگ کریں۔ خدا نے تمھیں سب کچھ دے رکھا ہے پھر دوسرے

۱۔ گھبرا گئی تھیں۔ ۲۔ لمبی کہانی۔ جھگڑا۔ ۳۔ روبرو۔ ۴۔ بدزبانی کی۔ ۵۔ توجہ۔ میلان۔ ۶۔ گزارا۔ ۷۔ جھوٹ موٹ کی باتیں طلاتی رہتی ہیں۔ ۸۔ روز کی۔ ۹۔ شکایت۔ ۱۰۔ حالت۔ ۱۱۔ کوسم کاٹی۔ ۱۲۔ خدا کی پناہ۔ ۱۳۔ بل۔ ۱۲

کے دست نگر اور محتاج ہو کر کیوں رہو؟ ماں باپ کے ٹکڑوں پر پڑے ہوئے ہو اور اگر تم وودھ پیتے بچے ہو اور اماں کو نہ چھوڑ سکو تو خیر میرا سلام ہے۔ بس میرا منہ کالا کرو میں اپنے میکے چلی جاتی ہوں تم ماں بیٹے چین سے رہو۔ یہ ہر وقت کا جھکندن مجھ سے سہا نہیں جاتا۔

فرخندہ جمال پر اس تقریر نے ڈائنامیٹ کے گولے کا کام کیا۔ دیر تک وہ سوچ میں گیا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ جواب کیا دے۔ اب ضرور تھا کہ یا ماں سے منہ موڑے یا بیوی کو چھوڑے۔ ماں کو تو وہ کسی طرح چھوڑ ہی نہیں سکتا تھا لیکن ساتھ ہی اس کے بیوی کی جدائی بھی گوارا نہ تھی گو وہ کیسی ہی بری تھی مگر تھی تو پھر آخر بیوی ہی اور ان دونوں کی یک جائی سوڈا اور ایسڈ یا آگ اور روئی کی یک جائی تھی۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ ایک بڑے غوطہ میں گیا اور بہت دیر کے بعد بولا کہ اماں جان نے تمھارا ایسا کیا بگاڑا ہے جو تم اس قدر ان کی دشمن ہو گئی ہو۔ یقین مانو۔ ان کا پیٹھ پیچھا ہے انھوں نے مجھ سے کبھی تمھاری برائی نہیں کی بلکہ جب کبھی ذکر آیا تمھاری ہی طرف سے بولیں۔ ناحق تم ان کا

۱۔ حاجت مند۔ ۲۔ یعنی میں رخصت ہوتی ہوں۔ ۳۔ مجھ پر لعنت کرو۔ ۴۔ کوفت۔ ۵۔ بھک سے اڑ جانے والی بارود۔ ۶۔ برداشت۔ ۷۔ ایک جگہ جمع ہونا۔ ۸۔ ایک کھاری سفوف ہے۔ ۹۔ ایک ترش دوا ہے۔ دونوں کو ملانے سے ابال آجاتا ہے۔ ۱۰۔ کہوں تو مشکل اور اگر نہ کہوں تو بھی مشکل۔ ۱۱۔ فکر چکر۔

صبر سمیٹتی[1] ہو اور جہاں تک مجھے علم ہے تم سے بھی انھوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ خدا بھلا کرے اِن کم بخت بیچ والوں کا کہ یہی اُن کی طرف سے تم کو اور تمھاری طرف سے اُن کو ناحق بدظن[2] کرتے ہیں۔ سو تمھارے لیے آسان[3] نسخہ یہ ہے کہ تم کسی کے کہے سُنے پر مطلق دھیان[4] نہ کرو۔

بیوی۔ لو اور سنو! اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے[5] ہیں دشمن یا تمھاری میّا[6] میرے خون کی پیاسی ہو گئی ہیں۔ خدا یروں سے پالا نہ ڈالے۔ قبر میں[7] پاؤں لٹکائے بیٹھی ہیں اور ایمان غٹاغٹ نگلے چلی جاتی ہیں۔ ایسی گھنی[9] سمی ہیں کہ الٰہی تیری پناہ کلیجے میں ایسی چٹکیاں[10] لیتی ہیں اور ایسی گُھنّی[11] مار دیتی ہیں کہ جس سے سابقہ پڑے بس اُسی کا دل ہی خوب جانتا ہے۔ کیسی میٹھی چھُری[12] ہیں کہ الٰہی پناہ۔ میں تو کچھ نہیں کہتی اللہ دیکھتا ہے۔ الٰہی جیسا وہ کرتی ہیں اُن کے دیدے[13] گھٹنوں کے آگے آئے۔

میاں۔ تم کچھ دیوانی تو نہیں ہو گئی ہو زبان سنبھالو۔

بیوی۔ کیا خوب! ڈراؤ دھمکاؤ کسی اور کو جو تمھاری دبیل[14] ہو۔ میں

۱۔ اُن کی مواخذہ دار بنتی ہو۔ ۲۔ بدگمان۔ ۳۔ طریقہ۔ ۴۔ خیال پروا۔ ۵۔ چور کا کام تو یہ ہے کہ وہ کوتوال سے ڈرے نہ یہ کہ اُلٹا وہی کوتوال کو دبائے۔ ۶۔ ماں کو حقارت اور طعن سے میّا کہا گیا ہے۔ ۷۔ رسابقہ۔ ۸۔ مرنے کو تو بیٹھی ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتیں۔ ۹۔ چپ شریر۔ ۱۰۔ ایسے تکلیف دہ طعنے دیتی ہیں۔ ۱۱۔ گُپت چوٹ جو ظاہر نہ ہو۔ ۱۲۔ چھری تو حلال کرنے والی چیز ہے مگر اوپر شہد لپٹا ہوا ہے۔ دل میں تو چھریاں بھری ہوئی ہیں اور زبان شیریں ہے۔ ۱۳۔ یعنی سامنے آئے۔ ۱۴۔ مرعوب۔ دست نگر ۱۲

تمھاری گیدڑ[1] بھبکیوں میں آنے والی نہیں۔ ہاں ہاں وہ تو میں خوب جانتی ہوں کہ چت[2] بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی گھٹنے جب لگیں گے تو پیٹ کو ہی لگیں گے میری سی تم کیوں کہنے لگے۔ تمھارے ہی زور پر تو وہ کودتی ہیں بچھڑا[3] کھونٹے کے بل۔ میں تمھاری کون تم جب ہو گے اپنی اماجان کی طرف داری ہو گے۔ زبردست مارے اور رونے نہ دے۔ تم ایسے ننھے بچے تھے اور ماں کا یہ حال تھا تو بیوی کرنی ہی کیا ضرور تھی جو کسی کی بیٹی لا کر یوں اس کا کچومر[4] نکالو۔

میاں۔ تم تو لڑنے پر تلی[5] بیٹھی ہو۔ خدا جانے کب کا غبار[6] نکال رہی ہو۔ خواہ مخواہ زبان چلائے جاتی ہو اور میں لڑنا نہیں چاہتا۔ میں خود لڑائی سے کوسوں دور بھاگتا ہوں۔ تمھارے منہ کون لگے میری بات ٹھنڈے دل سے سنو۔ وہ میری ماں ہیں۔ انھوں نے مجھے پالا پرورش کیا۔ اتنا بڑا انھوں نے ہی کیا اُن کی اطاعت اور فرماں برداری میرا فرض ہے۔ اُن کی ناراضی سے میری دین دنیا اکارت[9] وہ صرف اپنی مامتا[10] سے یہاں پڑی ہیں ورنہ

۱۔ دھمکیوں۔ ۲۔ جو کھیل کوڑیوں سے کھیلا جاتا ہے جیت اور پٹ پر ہار جیت موقوف ہے لیکن جب دونوں داؤں اپنے ہی ہوں تو بڑی مشکل ہے یعنی ہر طرح اپنی ہی جیت ہے اور یہ پچھ ہٹ دھری ہے۔ ۳۔ اپنے عزیز کا جو پاس ہوگا وہ غیر کا کاہے کو ہوگا۔ ۴۔ حمایت ہی کے برتے پر کوئی کودتا ہے۔ ۵۔ اس اچار کو کہتے ہیں جو کوٹ کر بنایا جائے اور یہاں مراد خستہ حالی ہے۔ ۶۔ آمادہ طیار۔ ۷۔ بھڑاس۔ ۸۔ بڑائے یا لگے جاتی ہو۔ ۹۔ بے کار۔ برباد۔ رائگاں۔ ۱۰۔ ماں کی محبت۔ ۱۲۰

کبھی کی دلّی چلی جاتیں۔ تم کو بھی اُن کا پاسِ ادب[1] ضرور ہے۔

بیوی۔ تو یوں کہو ناکہ دنیا میں بس جو کچھ ہیں اماں ہی اماں ہیں۔ ہم تو کچھ بھی نہ ٹھیرے۔ ہم نے مفت میں اپنی جان تمھارے پیچھے ہلکان[2] کی۔ مرغی اپنی جان سے گئی کھانے والوں کو سواد نہ ملا[3]۔ ہم نے بھی دنیا جہان کی مائیں اور ساسیں دیکھی ہیں۔ مگر نہ تمھارے جیسا بیٹا دیکھا نہ ان جیسی ماں اور خیر مجھ سے جس طرح پیش آئیں اس کا انصاف حشر میں ہو گا۔ تمھارے سامنے وہ بگلا بھگت[4] بنی ہی رہتی ہیں جیسے کہ کچھ جانتی ہی نہیں۔ منہ میں زبان ہی نہیں مگر تمھارے پیچھے کوئی دیکھے کہ کیا حالت ہے۔

میاں۔ بس بس زبان سنبھالو۔ کیسی گستاخانہ اور بے ادبانہ۔ بیہودہ گفتگو کر رہی ہو اور کس کی شان میں تمھاری زبان سے یہ پھول جھڑ رہے ہیں یہ تمھاری ماں نہ باشد[5] کہ تم نے ...... میں سے نکال کر ...... میں ڈال دیا۔

میاں کا اتنا کہنا ہی تھا کہ ایک پٹک بیا پڑ گئی[6]۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ دھڑا دھڑ[7] اپنا سر پیٹ ڈالا۔ بال کھسوٹ ڈالے اور وہ پا کھنڈ[8] مچایا کہ

۱۔ لحاظ۔ ۲۔ ہلاک۔ ۳۔ مرغی کی جان گئی مگر بے مزہ یعنی ہم نے جان ماری اور تم پر اُس کا کچھ اثر مترتب نہ ہوا۔ ۴۔ بگلا بڑا مسکین جانور ہے یعنی بگلے کی طرح گردن جھکائے ایسی بیٹھی ہیں گویا کچھ جانتی ہی نہیں جیسے گریۂ مسکین۔ ۵۔ نہ ہوئی۔ ۶۔ پیٹم پاٹی۔ ۷۔ زور سے۔ ۸۔ نوچ۔ ۹۔ فیل کیا۔

فرخندہ جمال کی سٹی گم ہو گئی اور دل ہی دل میں پچھتانے لگا کہ لاحول ولا قوۃ اس نالائق کے منہ کیوں لگا نہ ...... میں پتھر پھینکتا نہ چھینٹیں اُڑتیں۔ یہ عورت بات کرنے کے قابل نہیں ہے۔ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے کہ یہ شریف ہیں۔ انھوں نے تو کمینوں کو بھی مات کیا۔ دلہن کا رونا پیٹنا سن کر ساس سامنے کے دالان سے بدحواس دوڑی ہوئی آئیں۔ دیکھا تو بہو غش میں پڑی ہیں۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف۔ گھبرا گئیں۔ جھٹ چکنی مٹی سنگھائی منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیئے۔ پنکھا جھلا جب کہیں گھنٹہ بھر میں جا کر انھوں نے آنکھیں کھولیں۔ فرخندہ جمال تو ماں کو آتے دیکھ دبے پاؤں باہر چل دیا۔ دلہن ساس کو پاس بیٹھا دیکھ کر اور جل بھن گئیں بس نہ چلا کہ منہ نوچ لیتیں مگر غصے میں جھٹ ڈوپٹے سے منہ ڈھانک لیا۔ ساس نے بہت کچھ سمجھایا دبھایا کرنا چاہا مگر وہ ہیں کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی کسی طرح سنبھلتی ہی نہیں۔ آخر کار گلے لگا لیا۔ آنسو پونچھے۔ بہت کچھ تشفی دلاسا دیا مگر الٹا ہی اثر ہوا گویا گرم توے پر چھینٹا دیا۔ ع

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

۱۔ ہوش اُڑ گئے۔ ۲۔ ہرا دیا۔ ۳۔ چھڑکا۔ ۴۔ ٹھنڈا۔ ۵۔ رونے میں جو ہچکی لگ جاتی ہے۔ ۶۔ تسلی۔ ۷۔ گرم توے پر چھینٹا دیا جائے تو اور بھبکا اٹھتا ہے۔ ۱۲

دلہن نے بہت کچھ ضبط کیا مگر رہا نہ گیا اور یہ زہر اگلا۔ یہ سب کچھ تمھارا ہی کیا دھرا ہے۔ آگ بھی آپ ہی لگاتی ہیں اور بجھانے آپ ہی دوڑتی ہیں۔ آپ ہی تو بیٹے کو ہلسایا مجھ پر قیامت ڈھائی اور اب سمجھانے بھی آئی ہیں۔ بھس میں چنگی ڈال جالو دور کھڑی۔ میں کوئی نگوڑی ناٹھی نہیں کہ تم جس طرح چاہو گی مجھے دبا لوگی۔ بس میں تمھارے ظلم حد سے زیادہ سہ چکی کلیجہ چھلنی ہوگیا اب مجھ میں تاب نہیں رہی۔ میں ایسی ننھی نہیں ہوں میں خوب جانتی ہوں مجھے رتی رتی کی خبر ہے جو تم نے جال بچھا رکھا ہے اور جادو ٹونے کروا رہی ہو۔ خیر جیسا تم نے کیا تمھارے آگے آئے اور خدا تم سے سمجھے۔ میں اب اس گھر میں گھڑے پانی بھی نہ پیوں گی۔ بڑی بی بہو کی ہرزہ درائی سن کر کیا بول سکتی تھیں غصہ تو اُن کو بھی بہت آیا مگر طرح دے گئیں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا اور یہ حضرت ڈولی منگا سوار ہو جھٹ میکے چل دیں۔ ساس نے بہتیرا منع کیا منت سماجت کی وہ ہیا ہیا کرتی ہی رہیں مگر لاڈلی پر شیطان سوار تھا وہ کس کی سننے والی تھی۔ نہ ساس کی اجازت نہ میاں کی پروا تھی۔ یہ جا وہ جا۔ لڑکی کیا تھی آگ بگولا ہوگئی۔

۱۔ غصہ نکالا۔ ۲۔ غضب ڈھایا۔ ۳۔ آپ ہی تو بھس میں آگ لگائی اور آپ ہی دور ہٹ کر کھڑی ہوگئی تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ ۴۔ بے وارثی تنہا جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ ۵۔ برداشت ۶۔ چھد گیا۔ زخموں سے چور چور ہوگیا۔ ۷۔ ذرا ذرا۔ ۸۔ ٹال گئیں۔ ۹۔ عاجزی۔ ۱۰۔ رضامندی۔ ۱۱۔ بالکل برافروختہ ہوگئی۔ ۱۲

گویا پہلے ہی سے دل میں ٹھان رکھا تھا اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوا ورنہ کچھ بات ایسی نہ تھی جو سسرال کو اس بیہودگی سے خیرباد کہا اور ذرا نہ سمجھی کہ اس کا انجام کیا ہوگا ؏

کہو بلبل سے لے جائے چمن سے آشیاں اپنا
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے خانماں اپنا

میکے میں لاڈلی کی اس ناشائستہ او مستعجلانہ حرکت کو کس نظر سے دیکھا گیا آگے چل کر معلوم دے گا۔ فرخندہ نے کچہری سے آتے ہی سہ دری خالی دیکھی اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ پوچھا معلوم ہوا کہ وہ تو دوپہرے ہی چلچلاتی دہوپ میں بیتر امتع کیا چلی گئیں غصہ تو اُسے بہت آیا اور وہ سیدھا سسرال چلا تھا کہ اس نابکار عورت کو خوب مزا چکھائے مگر ماں نے پکڑ لیا اور اپنے سر کی قسم دلائی اور کہا کہ تو بھی دیوانہ ہوا ہی کدھر جاتا ہے بیٹھو اور دھیما کیا۔ فرخندہ نے بھی غصہ ٹھنڈا ہونے پر دل میں کہا خس کم جہاں پاک۔ اچھا ہوا پاپ کٹا۔

۱۔ جو آدمی اونگھ رہا ہو اُسے ذرا سی ٹھیس لگ جائے تو گر پڑتا ہے۔ یعنی بات تو ذرا سی تھی مگر بڑھ گئی ۲۔ رخصت۔ ۳۔ گھر۔ ۴۔ جلد بازی۔ ۵۔ یعنی تاڑ گیا۔ ۶۔ سخت دھوپ جس میں چیل انڈا چھوڑ دیتی ہے یا ہرن کالے پڑ جاتے ہیں۔ ۷۔ بہت کچھ۔ ۸۔ بد۔ شریر۔ ۹۔ بدلہ لے۔ اس کے کیئے کی سزا دے۔ ۱۰۔ جتنا کوڑا کرکٹ کم ہو صفائی کے لیئے اچھا ہے۔ یعنی چلی گئی تو بلا سے۔ ۱۱۔ جھگڑا مٹا۔ ۱۲۔

۱۳۔ سمدھنوں کی لڑائی

ہر ایک بات میں کہتی ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

گو یہاں سے کوئی اُدھر پھٹکا[۱] نہ تھا اور نہ جانا ہی مناسب تھا مگر وہاں کیسے صبر تھا۔ دوسرے دن سویرے ہی امیر بیگم سرچڑھ کر آئیں اور ایک زبان سے ہزاروں باتیں سردار بیگم کو سنائیں اور سارے بخیے[۲] اُدھیڑ کر دھر دیئے۔ بھلا امیر بیگم اور سردار بیگم کا کیا مقابلہ نعوذ باللہ[۳] شیطان اور رحمٰن کی کیا مناسبت[۴] سردار بیگم فرشتہ خصلت۔ امیر بیگم شیطان سیرت[۵]۔ سردار بیگم کم سخن[۶] امیر بیگم پر از شر و فتن[۷]۔ امیر بیگم کو انسانیت[۸] چھو نہیں گئی تھی۔ مآل اندیشی[۹] کا نام بھی نہ سنا تھا نوچنے کھسوٹنے دست و گریباں ہونے[۱۰] پر تلی[۱۱] ہوئی تھیں ؎

کاٹیدن[۱۲] و نوچیدن و برآنگ پڑیدن
کتّا ز تو بلّی ز تو بندر ز تو آموخت

۱۔ جا کر پھیرا۔ ۲۔ حقیقت کھول دی۔ ۳۔ خدا کی پناہ۔ ۴۔ مقابلہ۔ ۵۔ خصلت۔ عادت۔ ۶۔ کم بات کرنے والی۔ منہ ماری۔ ۷۔ شرارت اور فساد سے بھری ہوئی۔ ۸۔ آدمیت۔ ۹۔ انجام کا سوچنا۔ ۱۰۔ لڑنے۔ گریبان پھاڑ ڈالنے پر۔ ۱۱۔ آمادہ۔ طیار۔ ۱۲۔ کاٹنا۔ نوچنا اور کسی پر جا پڑنا۔ کتّے اور بلّی اور بندر نے تجھ سے ہی سیکھا ہے۔ ۱۲۔

ایمان کی بات یہ ہے کہ سردار بیگم نے بیٹے کی ماں ہو کر اپنی سرداری[1] کا کام کیا۔ بڑا ضبط اور تحمل کیا زبان سے اُف[2] نہ کی۔ خاموش بیٹھی سُنتی رہیں۔ امیر بیگم کی زبان کیا تھی گویا پنجاب میل[3] فراٹے[4] بھر رہی تھی۔ اُن کے منہ میں لگام نہ تھی۔ میاں کو اُنھوں نے پہلے ہی سے تختۂ مشق بنا رکھا تھا لڑائی میں پُرانی مشّاق[5] اُن کی زبان کے سامنے راجس[6] کی قینچی بھی کُند[7] تھی۔ اللہ اکبر! ؏

بات پر واں زباں کٹتی ہے
وہ کہیں اور سُنا کرے کوئی

اِن کی سات پشت کو[8] دم بھر میں دُھن[9] کر رکھ دیا اور پھر چلتی پھرتی نظر آئیں۔ اب ہم بھلا اُن سرتاپا[10] بیہودہ خلاف تہذیب کلمات کو کیا دہرائیں[11]۔ جو صلواتیں[12] سردار بیگم پر پڑیں اُنھیں کا دل جانتا ہوگا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی کہ گھر چڑھ کر لڑنے آئیں اُن کو ذرا خیال نہ آیا کہ بیٹی والوں کی ناک[13] خود بخود نیچی ہوتی ہے مگر غصّے کے سامنے کچھ بھی نہ سوجھا۔ غرض بیٹی کی سُسرال پر چڑھائی کیا کی گویا اُس کے حق میں

۱۔ بڑائی۔ ۲۔ بھاپ نہ نکالی۔ ۳۔ وہ میل جو پشاور سے سیدھی بمبئی جاتی ہے جس کی رفتار بہت تیز ہے اور ہوا سے باتیں کرتی ہے۔ ۴۔ بہت تیز چلنا جیسے ہوا فر فر چلتی ہے۔ ۵۔ تجربہ کار۔ ۶۔ ولایت کے مشہور چاقو بنانے والے کی دکان کا نام ہے جس کے چاقو قینچیاں بہت عمدہ اور تیز ہوتی ہیں۔ ۷۔ کند جس کی دھار نہ ہو نکمّی۔ ۸۔ سارے بزرگوں کو۔ ۹۔ روئی کی طرح دُھن ڈالا۔ ۱۰۔ تمام تر۔ ۱۱۔ اعادہ کریں۔ ۱۲۔ سخت اور ناشائستہ الفاظ۔ ۱۳۔ بہ نسبت بیٹے والوں کے بیٹی والے شرمندہ ہوتے ہیں۔ ۱۲

کالے[1] ہوگئیں۔ غنیمت ہے کہ اس وقت لڑکا گھر میں نہ تھا ورنہ خدا جانے کیا آفت برپا[2] ہوتی۔ ع۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت[3]۔

فرخندہ جمال جب رات کو گھر میں آیا تو ساس کی اس قدر زیادتی سن کر ایسا صدمہ اور ایسی کوفت[4] ہوئی کہ رہا سہا دل بھی بیوی سے پھٹ[5] گیا اور ایسی برائی بیٹھی کہ پھر مدت العمر دل سے نہ نکلی ؎

آزار[6] از جراحت بیگانگاں رسد مرہم منہ کہ زخم دل از آشنا رسید

بیوی خیر کم عمر نا تجربہ کار تھی اس سے ایسی حرکت کا ہونا دلیل کم عقلی تھا۔ مگر امیر بیگم تو ناداں[7] نہ تھیں معلوم ہوا کہ ع

ایں[8] خانہ تمام آفتاب است

امیر بیگم کو جو نہ کرنا تھا وہ کر گزریں لیکن پیچھے[9] کرکے ان کو لوگوں نے بڑی لتّے[10] دے کی۔ دل میں تو وہ بھی ضرور قائل ہوئی ہوں گی گو منہ سے نہیں لیکن ان کو اپنی بات کی پچ[11] ایسی تھی کہ چاہے بیٹی کو طلاق مل جاوے مگر وہ اپنی طرف سے میل ملاپ کی کوشش ہرگز نہ کریں گی۔

۱۔ بہت برا کر گئیں۔ ۲۔ مصیبت اٹھ کھڑی ہوتی۔ ۳۔ ایک بلا آئی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ خیریت ہو گئی ٹل گئی۔ ۴۔ تکلیف۔ ۵۔ دل میں برائی آگئی۔ ۶۔ غیر لوگوں کی ایذا دہی سے تکلیف پہنچتی ہے لیکن جب اپنوں ہی سے دل دکھا تو اس پر مرہم لگانا یا علاج کرنا فضول ہے یعنی لاعلاج بات ہے۔ ۷۔ ناسمجھ ۸۔ یہ سارا گھر کا گھر آفتاب ہے۔ طنزیہ کلمہ ہے۔ یعنی سب ہی لائق ہیں۔ ۹۔ بعد میں۔ ۱۰۔ لعنت ملامت۔ ۱۱۔ سخن پروری۔ ۱۲

دو برس برابر تناتنی ہی رہی نہ کوئی یہاں سے جاتا تھا نہ وہاں سے آتا تھا

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستہ کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

فرخندہ جمال نے اس سکون کو غنیمت سمجھا کہ جان بچی لاکھوں پائے۔

۱۴۔ میکے میں دو سالہ قیام

اب تک اسی کی دھن ہی اسی کا خیال ہے چھوٹے چھٹانے ربط پر اب تک یہ حال ہے

اب وہاں کا حال سنیئے۔ شروع شروع تو بیٹی کی بڑی خاطر و مدارات ہمدردی ہوئی نئے کے نو دام پرانے کے تین دام لیکن جب یہ خیال تھا کہ ساس منت سماجت کریں گی اپنا قصور معاف کرائیں گی اور بہو کو منا سمجھا کر لے جائیں گی اور سردار بیگم اپنی نیک مزاجی سے ایسا کرنے پر آمادہ بھی تھیں کیوں کہ اس سے ان کی بڑائی میں کوئی فرق نہ آتا تھا بلکہ اور وقعت بڑھتی تھی لیکن فرخندہ جمال نے سختی سے ان کو منع کیا کہ ایک تو سراسر قصور ان کا کہ بلا میری اجازت کے چلی گئیں گویا خود مختار تھیں اور پھر ان کی اماجان سر چڑھ آئیں اور بک جھک کر

۱۔ اوبھگت۔ ۲۔ کل جدید لذیذ۔ ہر نئی چیز اچھی ہوتی ہے۔ نئی چیز کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی ... کو کون پوچھتا ہے۔ ۳۔ عذر معذرت۔ ۴۔ راضی کر کے۔ ۵۔ طیار۔ ۶۔ تمام تر۔ ... زبردستی آگئیں۔ ۹۔ غصے میں جو منہ میں آیا کہہ سن کر چلی گئیں۔ ۱۲۔

چلی گئیں۔ خبردار جو کوئی یہاں سے گیا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں۔ یوں کسی سے نے دو برس تک الٹ کر خبر نہ لی۔ اس اثنا[1] میں ماں بیٹیوں کی بھی ٹھن گئی[2]۔ ماں کی طرف سے بے اعتنائی[3] ہونے لگی۔ بیاہی بیٹی کا بوجھ کب تک اٹھا سکتی تھیں۔ لاڈلی سمجھی تھی کہ کنوارپنے[4] کی سی آؤ بھگت[5] اب بھی ہوگی مگر یہاں معاملہ برعکس[6] تھا۔ یہ اپنی عادت کے موافق بات بات پر ماں سے الجھتی[7] تھی ماں بھی جھڑکی گھڑکی[8] سے پیش آنے لگی۔ اترا شحنہ مردک نام[9]۔ بلکہ کئی دفعہ سنا بھی دیا کہ بس بیوی اپنی زبان تہ کر رکھو میں تمھاری لونڈی باندی نہیں ہوں میں نے تمھارے باوا کی آدھی بات آج تک نہیں سنی تم کون ہو تمھاری زبان نے تو یہ غضب ڈھایا کہ سسرال غارت ہوئی اب میکے میں بھی نہ تم چین سے بیٹھتی ہو نہ کسی کو بیٹھنے دیتی ہو۔

لاڈلی کو کبھی توقع نہ تھی کہ ماں اسے یوں جھڑک دے گی۔ ان کی ڈانٹ گویا دکھتی جی کی چوٹ تھی۔ ماں کے بھروسے[10] پر تو اس نے سسرال پر لات ماری تھی[11]۔ میاں اور ساس سے بگاڑ لی تھی لیکن ماں نے بھی جب اگلی سی شفقت چھوڑ دی تو اب اس بے چاری کا ٹھکانا[12] کہاں رہا ؎

کسی کا کب کوئی روز سیہ میں ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

۱۔ درمیان۔ ۲۔ لڑائی ہو گئی۔ ۳۔ بے پروائی۔ ۴۔ غیر شادی شدہ۔ ناکتخدا۔ ۵۔ مدارات۔ ۶۔ الٹا۔ ۷۔ بحث کرتی تھی۔ ۸۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ ۹۔ جب کوئی آدمی اپنی خدمت سے ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کی کچھ وقعت باقی نہیں رہتی۔ ۱۰۔ زور، بھروسہ۔ زعم۔ ۱۱۔ چھوڑ دیا۔ ۱۲۔ آسرا۔ سہارا۔

اب لاڈلی کو اپنی سخت غلطی پر تنبہ[1] ہوا کہ اس نے اپنے اصلی گھر پر نقلی اور عارضی[2] گھر کو ترجیح[3] دی۔ اب معلوم ہوا کہ بیاہی بیٹی ماں باپ پر بھی دو بھر[4] ہو جاتی ہے لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت اب اس کا کیا منہ تھا کہ ساس کے قدموں پر جا گرے اور معافی چاہے دوسرا کوئی ایسا صلح کل[5] درمیان میں نہ تھا جو اس گتھی[6] کو سلجھاتا۔ لاڈلی کو اب گھن[7] لگا۔ اور دل ہی دل میں کڑھنے[8] لگی۔ غم بری بلا ہے آخر کار بیمار پڑ گئی۔

اب مزاج میں نہ وہ چہل[9] رہی نہ امنگ[10] گھل گھل کر کانٹا[11] ہو گئی ۔

ہم نے مانا کہ تغافل[12] نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

۱۵ ساس اور میاں سے عفو تقصیر[13] کے بعد میل ملاپ

اگر بخشے زہے[14] رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا

سر تسلیم[15] خم ہے جو مزاج یار میں آئے

بیماری کا حال میاں نے بھی سنا مگر دل سخت کر لیا چھوڑے گاؤں کا کیا لیجے[16] ناؤں۔ ساس نے سنا تلملا[17] گئیں لاکھ فرخندہ نے روکا مگر ان کا دل نہ مانا۔ آخر ہو ہی تھی

۱۔ پشیمان نادم ہوئی۔ ۲۔ چند روزہ۔ ۳۔ برتری۔ ۴۔ اجیرن۔ بار۔ ۵۔ بیچ بچاؤ کرنے والا۔ ۶۔ الجھن ۷۔ روگ لگ گیا۔ ۸۔ رنج کرنے لگی۔ ۹۔ خوش مزاجی۔ ۱۰۔ بہتری کا خیال۔ ولولہ۔ ۱۱۔ کانٹے کی طرح سوکھ گئی۔ ۱۲۔ غفلت۔ بے پروائی۔ ۱۳۔ قصور معاف کرانے کے بعد۔ ۱۴۔ بہت بڑی۔ ۱۵۔ آدمی جب کسی بات کو مان لیتا ہے تو سر جھکا دیتا ہے۔ ۱۶۔ جس جگہ کو چھوڑ دیا پھر اس کا نام لینا کیا۔ ۱۷۔ بے قرار۔ ۱۲

چلی گئیں۔ لاڈلی اپنی خودسری[1] کا مزہ خوب چکھ چکی تھی۔ نکلے کے سب بل نکل گئے۔ ساس کو اچانک[2] آتے دیکھ سٹپٹا گئی[3] جس خستہ[4] حال میں بیٹھی تھی ویسے ہی دوڑی جُھک کر سلام کیا۔ ساس نے گلے لگا لیا دعا دی۔ بوڑھ سہاگن[5] سائیں جئیں[6] کوکھ ٹھنڈی[7] رہے۔ دیکھا تو ہڈی سے چمڑا الگ گیا ہے وہ رنگ روغن ہی نہیں۔ میلے کچیلے کپڑے سر جھاڑ جھنکاڑ[8]۔ امیر بیگم کو پہلے سے خبر ہوتی تو وہ ناک چوٹی گرفتار خود ٹل[9] جاتیں[10] مگر اب تو مڈبھیڑ[11] ہو ہی گئی بارے غنیمت ہے کہ انھوں نے دنیا کی شرما شرمی دکھائے[12] ہی کو سہی۔ دو انگلیاں[13] تو تابھے پر رکھ لیں مگر جھپٹ[14] دالان میں گھس گئیں اور پھر نہ نکلیں۔ سردار بیگم بہو کی صحنچی[15] میں جا بیٹھیں جہاں بیٹھنے تک کا بھی ٹھکانا نہ تھا ایک میلی چکٹ چاندنی تو البتہ بچھی ہوئی تھی۔ بہو نے اب خوب سمجھ لیا تھا کہ اس کا گھر اس ماں ہی نے کھویا[16] ایسا اٹھاتیں[17] نہ یوں بھڑ بیٹے[18] دیتیں نہ میں اس بدرے[19] کو پہنچتی ساس کو اکیلا دیکھ کر چمٹ گئی اور اُن کے قدموں پر رکھ کر ایسا روئی کہ ہچکی بندھ[20] گئی۔ ساس نے جلدی سے اٹھا کلیجے سے

۱۔ خودرائی۔ ۲۔ دفعتہً۔ یکایک۔ ۳۔ گھبرا۔ ۴۔ ردی۔ بُرا۔ ۵۔ بڑھاپے میں بھی شوہر والی رہو۔ ۶۔ میاں زندہ رہے۔ ۷۔ پیٹ ٹھنڈا رہے یعنی اولاد زندہ رہے۔ ۸۔ بے کنگھی کیا ہوا۔ بال اُلٹے پلٹے ۹۔ حد درجے کی بدمزاج جو اپنے آپ سے بھی راضی نہ ہو۔ ۱۰۔ چلی جاتیں۔ ۱۱۔ مقابلہ۔ آمنا سامنا۔ ۱۲۔ ظاہرداری ۱۳۔ یعنی بادل ناخواستہ سلام کر لیا۔ ۱۴۔ فوراً۔ ۱۵۔ چبوترے کے بغلی چھوٹے کمرے میں۔ ۱۶۔ غارت اور برباد کیا۔ ۱۷۔ پرورش کرتیں۔ عادت ڈالتیں۔ ۱۸۔ بڑھاوے دیتیں۔ ۱۹۔ بُری حالت۔ ۲۰۔ روتے روتے سانس بے قابو ہو گیا۔ ۱۲

لگا لیا اور سمجھیں کہ اِس بے چاری کا کیا قصور ہے ایک کہی نہ دو بہو کو ساتھ لے اپنے گھر چلی آئیں۔ بیٹی کی اِس حرکت سے جو درحقیقت قابل قدر تھی امیر بیگم سخت ناراض ہوئیں اور چاہتی تھیں کہ ڈولی میں سے گھسیٹ لیں مگر خدا جانے کیا سمجھ کے دم میں تھیں کچھ بولیں چالیں نہیں مگر اُس کے جاتے ہی بہت بگڑیں کہ آخر کار کو اِس چڑیل نے میری ناک کٹائی نا۔ میری کی کرائی محنت سب اکارت گئی۔ میں تو اس کے پرتے پر سمدھن سے لڑی داماد سے بُری بنی دو برس تک اپنا خون پانی ایک کیا کہ کسی طرح اس کا دل میلا نہ ہو مگر اللہ اکبر کیسی طوطا چشم نکلی کہ ساس کو دیکھتے ہی ریجھ گئی اور ساس بھی کم بخت کسی گت کی نہیں مجھ سے پوچھا تک بھی تو نہیں کہ میاں کم بخت بھی کوئی ہے اور جھٹ ساس کے ساتھ ہو لی اللہ رے فتنی مجھے خبر ہوتی کہ یہ پیٹ میں سے ایسے پاؤں نکالے گی تو حاشا للہ میں کبھی اس کے معاملے میں نہ پڑتی۔ لیکن اب کھائی تو کھائی اب کھاؤں تو رام دہائی میں نے تو کان امیٹھا اگر اصل کی جنی ہوں گی تو اِس کُتیا کے معاملے میں کبھی دخل نہ دوں گی۔

۱۔ کھینچ۔ ۲۔ اُس وقت کیسی بھلی گھڑی تھی۔ ۳۔ رسوائی کی۔ ۴۔ جو کچھ میں نے کیا تھا سب برباد گیا۔ ۵۔ بھروسے ۶۔ بے انتہا مشقت کی۔ زحمت اُٹھائی۔ ۷۔ آزردہ نہ ہو۔ ۸۔ بے مروت۔ ۹۔ پھسل گئی۔ ۱۰۔ کسی کام کی نہیں۔ ۱۱۔ ماں کو حقارت سے میاں کہا ہے۔ ۱۲۔ فوراً۔ ۱۳۔ فسادن ۱۴۔ ایسے چالاکی کے کام کرے گی۔ ۱۵۔ غلطی یا دھوکے سے کوئی کام ایک دفعہ ہو جاتا ہے دوسری مرتبہ آدمی ہوشیار ہو جاتا ہے اور پھر ایسی حرکت نہیں کرتا۔ ۱۶۔ گرہ باندھ لی۔ آئندہ یاد رہے گا۔ ۱۷۔ شریف النسل ۱۲۔

بددعا تو اس نامراد جھنوں پٹی[1] کو کیا دوں میری ماننا ہی مگر ہاں میں بھی اپنے قول کی پکّی ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مردار کی صورت جیتے جی تو دیکھنے کی نہیں اور نہ اسے دودھ بخشوں گی[3] اور واقعی کیا بھی ایسا ہی۔

فرخندہ جمال نے جب سنا کہ گئی گوائی بلا پھر گلے[4] پڑی تو بہت چکنم[5] میں ہوا۔ دو برس تک گھر میں امن چین تھا اب سواری آگئی ہی یہی مکان میدان کارزار[6] ہو جائے گا مگر ماں کے سامنے کہہ کیا سکتا تھا۔ یہ تو سمجھا تھا کہ ماں بہو کو دیکھنے گئی ہیں تھوڑی دیر میں چلی آئیں گی اسے کیا خبر تھی کہ وہ پسل[7] جائیں گی اور پھر بہو کو سمیٹ لائیں گی۔ ماں نے بیٹے کو بلا کر خوب کان کھول دئیے[8] کہ کچھ تیری عقل گئی ہی عقل[9] کے ناخن لے ہوش میں آ میاں بیوی میں ایسا ہوہی جاتا ہی۔ دو برتن ایک جگہ ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹک[10] ہی جاتے ہیں یہ کون سی انوکھی[11] بات تھی جو اس قدر طومار[12] باندھ دیا۔ نوج[13] اشرافوں میں کہیں جھیٹم جھیٹا[14] ہو پھر ہم میں اور پجوڑوں[15] میں فرق ہی کیا رہا۔ فرخندہ نے ماں کے ارشاد کو گوش[16] دل سے سنا اور دل میں کہا کہ خیر یہ

۱۔ کوسنا ہی کہ ایسی کم بخت جس کے چاہنے والے یعنی عزیز و قریب اس کے لئے روئیں۔ ۲۔ بے لکھی پڑھی عورتیں اسی طرح بولتی ہیں۔ ۳۔ دودھ پلانے کا بڑا حق ماں کا ہی وہ بھی نہیں معاف کرنے کی۔ ۴۔ بلا جو جا چکی تھی پھر زبردستی آگئی۔ ۵۔ حیران و پریشان۔ ۶۔ لڑائی۔ ۷۔ نرم پڑ جائیں گی۔ ۸۔ ڈانٹ کر کہہ دیا۔ ۹۔ ہوش سنبھال۔ ۱۰۔ ٹکرا۔ ۱۱۔ غیر معمولی عجیب ۱۲۔ چھوٹی سی بات کو بڑا کر دینا۔ ۱۳۔ ٹھیٹ عورتوں کی بولی ہی یعنی خدا نہ کرے۔ ۱۴۔ معارضت۔ ۱۵۔ پاجیوں۔ کمینوں۔ ۱۶۔ توجہ سے۔ ۱۲

کبھی سہی ایک موقع اور وہ دیکھو تو ہوتا نیا ہی۔ ع

اے جی ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

بیوی کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ دو برس میں تو وہ دس برس زیادہ عمر کی معلوم دینے لگی۔ نہ وہ شکل و صورت نہ وہ ڈیل ڈول۔ دُبلی ایسی کہ ناک پکڑے سے دم نکلتا تھا۔ عین میں جیسے قبر کا مردہ متحیر ہو گیا کہ یا الٰہ العالمین اس کی تو قلب ماہیت ہو گئی۔ ایسا ترس آیا کہ اُس کی حالت زار دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل پڑے سمجھا کہ خوب ٹھوکر لگی ہی۔ ع

آدمی سیکھتا ہی کچھ کھو کر

اِس کو اپنی بربادی کا بہت بڑا قلق رہا ہی۔ ماں نے جو سبز باغ دکھلایا تھا وہ ہوا ہو گیا اب ضرور سنبھل جائے گی۔ فی الواقع انسان پر جب مصیبت پڑتی ہی تو وہ پکار اُٹھتا ہی۔ تب اُسے نعمت کی قدر معلوم دیتی ہی۔

قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید

مصیبت کے بعد انسان کی طبیعت میں ہمیشہ صلاحیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہی اور پہلے سے زیادہ سمجھ دار اور تجربہ کار ہو جاتا ہی۔

۱۔ محبت میں جہاں اور غم ہیں یہ بھی ایک اور غم سہی۔ ۲۔ بالکل۔ ۳۔ حیران۔ ۴۔ اے دُنیا جہان کے معبود۔ ۵۔ کایا پلٹ ہو گئی۔ ۶۔ رحم۔ ۷۔ بُری اور خراب حالت۔ ۸۔ دھوکا دیا۔ لالچ دی۔ ۹۔ جاتا رہا۔ ۱۰۔ امن چین کی قدر وہی خوب جانتا ہی جو خود کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو۔ ۱۱۔ سیدھے رستے پر چلنا۔ ۱۲

قدر نعمت[1] بعد زوال۔ اسی لاڈلی کو دیکھو کیسی شورہ پشت[2] تھی کہ ناک[3] پر مکھی بیٹھنے کی روادار نہ تھی یا آج دیکھو تو منکسر المزاج[4] مطیع و منقاد ہے[5]

آں کہ شیراں را کند روبہ مزاج

احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

لاڈلی نے ساس کے علاوہ شوہر کی شان میں بھی کچھ کم بے ادبی نہ کی تھی شوہر کو دیکھتے ہی قدموں میں لوٹ گئی۔ فرخندہ ہیں ہیں یہ کیا کرتی ہو کہتے ہی رہے مگر اس نے ایک نہ مانی اور کہا کہ تمھاری تقصیر وار ہوں۔ گنہگار، شرمسار۔ میرا منہ نہیں کہ اپنی خطا کی معافی کی خواستگار ہوں۔ لیکن تمھارے رحم و کرم سے متوقع ہوں کہ میری خطا تم معاف کر دو گے ورنہ میری دین دنیا دونوں غارت ہوں گی۔ اب ان شاء اللہ تمھاری خلاف مرضی مجھ سے کوئی بات نہ ہوگی۔ فرخندہ نے بیوی کے آنسو پونچھے اور بہت کچھ دل جوئی کی اور دونوں کا دل بالکل صاف ہوگیا۔ یہی لاڈلی جس سے ساس کی دم بھر نہ بنتی تھی اب لونڈی کو عذر تھا اس کو نہ تھا۔ یہی لاڈلی جو شوہر کو غلام سے زیادہ بدتر سمجھتی تھی اب اسے اپنا مالک اور مختار جانتی تھی غرض میاں بیوی اور ساس بہو مل

۱۔ نعمت کی قدر تو نعمت چلی جانے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ۲۔ شریر۔ ۳۔ ذرا سی بات کی برداشت نہ تھی۔ ۴۔ مزاج میں عاجزی اور اطاعت گزاری اور فرماں برداری۔ ۵۔ ضرورت تو ایسی بری بلا ہے کہ شیر جیسے تند خو جانور کو بھی لومڑی کی طرح غریب بنا دیتی ہے۔ ۱۲

جُل کر رہنے سہنے لگے۔ وہ دن اور آج کا دن پھر ہم نے کوئی ایسی ویسی بات نہیں سُنی۔ دلوں میں جب میل آجاتا ہے تو اُس کا نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لاڈلی بیگم نے اپنی پہلی حالت بالکل بدل دی تھی اور وہ واقعی جہاں تک[۱] اُس کے امکان[۲] میں تھا میاں کے خوش رکھنے کی ہر طرح کوشش کرتی تھی مگر پھر بھی چور چوری سے گیا تو کیا ہیرا پھیری سے بھی گیا[۳]۔ کبھی کبھی رگ[۴] چڑھ جاتی تھی اور اس وجہ سے وہ صفائی جو حقیقی[۵] الفت پیدا کرنے کے لیئے ضرور تھی مدت العمر پیدا نہ ہوئی۔ گو وہ اگلی سی بے لطفی اور بدمزگی نہ تھی نہ کھُلے خزانے[۶] مخالفت تھی مگر ہم واقعات[۷] نفس الامر[۸] کہنے پر مجبور ہیں کہ پوری راحت کامل آرام و آسائش اور بے ریا[۹] یک دلی جو ایک خوش گزران گھرانے اور پُرامن زندگی کے لیئے ضرور تھی کبھی میسر[۹] نہ ہوئی اور نہ ایسی لڑکی سے ہو سکتا تھا جو تعلیم سے بالکل کوری[۱۰] ہو اور جس کی تربیت ایسی ناشائستہ[۱۱] صحبت میں ہوئی ہو۔ ایک مصیبت لاڈلی کے لیئے یہ بھی تھی کہ وہ بے چاری بے اولادی تھی۔ اگر کوئی بال بچہ ہو جاتا تو

۱۔ جب اب تک۔ ۲۔ ہو سکتا تھا۔ ۳۔ چور اگر ڈر سے چوری چھوڑ دے تو چھوڑ دے مگر پھر بھی چکر تو ضرور لگائے ہی گا یعنی جیسے کوئی لت پڑ جاتی ہے پوری طرح اُس کا جانا ناممکن ہے کچھ نہ کچھ کسر رہ ہی جاتی ہے۔ ۴۔ ضد آجاتی تھی۔ ۵۔ سچی محبت۔ ۶۔ ظاہر الگ کاظ۔ ۷۔ سچی اور اصلی بات۔ ۸۔ دکھاوے کی نہیں۔ ۹۔ حاصل۔ ۱۰۔ مٹی کے غیر مستعمل برتن کو کورا کہتے ہیں۔ کوئی چیز جو استعمال میں نہ آئی ہو یعنی بالکل پڑھی لکھی نہ تھی۔ ۱۱۔ نالائق۔ بُری۔ ۱۲۔

اُس کا پلّہ بھاری ہو جاتا اور لاڈلی کی بھی ادائیں بھلی لگنے لگتیں اور شوہر کی کشش دلی بھی اور قوی ہو جاتی اور وہ خود بھی پرورشِ اولاد کے بہترین مشغلے میں لگ جاتی۔

۱۶۔ نواب سلیمان قدر کی وفات

تماشے جہان کے کبھی کم نہ ہوں گے
زمانہ رہے گا مگر ہم نہ ہوں گے

آتے جاتے دلّی میں پلیگ اس بلا کا پھیلا کہ خدا پھر نہ دکھائے بس جدھر دیکھو چل چلاؤ کا بازار گرم تھا۔ روز سو سو آدمی کھنچنے لگے۔ سارا شہر خالی ہو گیا۔ ہُو کا میدان تھا۔ جدھر دیکھو ویرانہ جس طرف نگاہ کرو تباہی۔ جس مکان کو دیکھو بند۔ جس بازار کو دیکھو سنّاٹا۔ سردار بیگم نے بیٹے سے باپ کو لکھوایا کہ خدا کے واسطے میرٹھ چلے آؤ۔ ایسی خطرناک حالت میں وہاں کیوں پڑے ہو۔ ہماری جان سہموں میں گھلی جاتی ہے نواب صاحب اس قماش کے آدمی نہ تھے انھوں نے کہلوا بھیجا اور سنو بھلا موت سے بھاگ کر کوئی کہاں جاسکتا ہے

موت سے کس کو رستگاری ہے   آج وہ کل ہماری باری ہے

۱۔ اعتبار بڑھ جانا۔ جم جانا۔ مستقل ہو جانا۔ ۲۔ توجہ۔ میلانِ خاطر۔ ۳۔ طاعون۔ ۴۔ مرنے۔ ۵۔ سُن سان۔ ۶۔ ویرانہ۔ ۷۔ خطروں۔ ڈر۔ ۸۔ طرزِ وضع۔ ۹۔ چھٹکارا۔ ۱۲

ارے میاں جس کی آئے گی وہ جائے گا۔ آئے پیچھے ایک گھڑی بھی ٹلنے والی نہیں۔ غرض لاکھ منت[1] سماجت کی مگر ایک نہ سُنی اور یہ بات اُن کی مستقل مزاجی کے خلاف بھی تھی۔ قطب[2] از جا نمی جنبد۔ جو کہا تھا وہی کیا دلّی میں جمے رہے دلّی میں یہ دوسرا دورہ پلیگ کا تھا اِس سے پیشتر بھی گو سارے محلّے کے لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے تھے مگر نواب صاحب نے جنبش[3] نہ کی۔ اب کے بھی اپنی بات[4] پر اڑے رہے۔ بیگم صاحبہ نے ایسی حالت میں اُن کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا وہ دلّی چلی گئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ نواب صاحب اس کلمے[5] سے بچ گئے اور دلّی میں گرمی کا موسم شروع ہوتے ہی پلیگ کی سرد بازاری[6] شروع ہو گئی۔ بیگم صاحبہ کو میرٹھ آئے دو ہفتے ہوئے تھے کہ نو بجے دن کے دلّی سے تار آیا کہ شب گزشتہ نواب صاحب کو خفیف سا فالج کا شکوہ ہوا ہے لیکن کچھ فوری خطرہ نہیں۔ تار جب آیا گھر میں کوئی پڑھنے والا نہ تھا لڑکا دورے پر گیا ہوا تھا ڈاک خانہ بھیج کر پڑھوایا۔ بہو کو گھر میں چھوڑ بیگم صاحب اُسی وقت چلی گئیں اور جاتے جاتے ایک آدمی بیٹے کے پاس دوڑایا۔ بیگم صاحب نے جا کر دیکھا تو داہنی جانب فالج کا اثر تھا۔ ایک ٹانگ رہ گئی تھی اور زبان بھی

۱۔ عاجزی خوشامد۔ ۲۔ قطب تارہ کہیں اپنی جگہ سے ہلتا ہے آسمان پر جہاں جڑ دیا گیا ہے بس وہیں رہتا ہے یعنی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ ۳۔ حرکت۔ ۴۔ بات۔ قول۔ ۵۔ ادھم پرتانی ۶۔ کمی۔ ۷۔ بے کار ہو گئی تھی۔ ۱۲

موٹی[1] پڑگئی تھی پہلے حکیم اور پھر ڈاکٹر کا علاج شروع ہوا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی پہلے ہی نواب صاحب عمر رسیدہ تھے اُن میں کچھ دم یوں بھی نہ تھا مرغی کے[2] نکلنے کا گھاؤ بس ہی۔ ایک دم زبان بند ہوگئی۔ زندگی سے مایوسی[3] ہوگئی۔ بیٹے کا تخلّیہ[4] تھا بار بار یاد کرتے تھے مگر اُن کے آنے جانے کی کچھ خبر نہ تھی۔ پانچویں دن ادھر آفتاب غروب ہوا اُدھر دلی کا آفتاب چھپ گیا۔ فرخندہ کو ایسے مقام پر تار ملا جو ریل سے دور تھا کلکٹر صاحب بھی دورے پر تھے۔ اجازت آنے میں دیر ہوئی لیکن جس وقت اجازت آئی فوراً ہی دلی روانہ ہوا اپنی روانگی سے پہلے تار بھی بھیج دیا۔ گیارہ بجے رات کو دلی پونہچے اسٹیشن پر سواری اور لوگ موجود تھے۔ اترتے ہی باپ کی خیریت پوچھی دبی زبان[5] سے لوگوں نے کہا کہ وہی حالت ہی مگر لوگوں کے چہرے اُترے ہوئے[6] تھے جس سے فرخندہ تاڑ گیا[7] کہ خیر نہیں۔ دل کو پہلے ہی خبر ہوگئی تھی چنانچہ جب ہی معلوم ہوگیا کہ اُن کا کام کل ہی تمام ہوچکا اور اُسی وقت آپ کو ارجنٹ[8] تار دیا گیا۔ (جو فرخندہ کو نہیں ملا) مجبوراً آج ہی دو بجے تک انتظار کرکے اُن کی تجہیز و تکفین[9] کی گئی اور اپنی قدیم ہڑواڑ[10] میں رکھے

۱- مرتے وقت زبان سخت اور موٹی ہوجاتی ہی بات صاف نہیں نکلتی۔ ۲- کم زور آدمی کو ذرا سی بیماری کافی ہی۔ ۳- ناامیدی۔ ۴- رٹ۔ ۵- آہستہ سے۔ ۶- صورتیں مرجھائی ہوئی۔ ۷- سمجھ گیا۔ ۸- ضروری۔ ۹- آخری منزل کی طیاری اور کفن دینا۔ ۱۰- جہاں مردے گاڑے جاتے ہیں۔ ۱۲

گئے۔ فرخندہ سمجھے ہوئے تھا کہ باپ اس مہلک[1] مرض سے جاں بر نہ ہوں گے پر اس کے موت کے دھکے سے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ دُنیا میں ہمیشہ[2] کسی کے ماں باپ نہ جیئے ہیں نہ جیئیں گے وہ تو پکے[3] پان تھے جوانوں کا بھروسہ نہیں صبر کیجئے۔ ساری دلّی میں اتنے بڑے نامور شخص کے اٹھ جانے کا ماتم[4] مچ گیا سیکڑوں تار تعزیت[5] کے آئے خطوں کی تو کچھ گنتی ہی نہیں۔ تمام اخباروں کے کالم[6] کے کالم سیاہ تھے۔ گورنمنٹ اور حکام کی طرف سے تعزیتی چٹھیاں آئیں۔ چند روز رونا پیٹنا رہا آخر کب تک۔ سدا رہے نام اللہ کا۔ وقت ایک ایسا مصلح[7] ہی کہ سارے غموں اور مصیبتوں کی سختیوں کو مٹا دیتا ہی۔ دُنیا کی نہ خوشی کو ثبات[8] ہی نہ غم کو قیام۔ مرنے والا مر جاتا ہی مگر دنیا کا کارخانہ اسی طرح چلتا رہتا ہی

ہجر میں سب چل بسے کس کس کا یاں غم کیجئے
اب جگر کو روئیے یا دل کا ماتم کیجئے

فرخندہ جمال دو ہفتے کے بعد اپنی نوکری پر چلے گئے۔ اتنا بڑا گھر اور اتنا بڑا کارخانہ صرف نوکر چاکروں کے ہاتھ میں رہا کہ دیکھ ریکھ[9] کرنے والا کوئی نہ تھا۔

۱۔ خطرناک جس میں جان نہ بچے۔ ۲۔ بچ نہیں سکتے۔ ۳۔ صدمے۔ ۴۔ ہمیشہ۔ ۵۔ یعنی بڈھے تھے۔ پکّا پان جلد گل جاتا ہی یعنی عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے۔ ۶۔ سخت ماتم۔ ۷۔ عذر خواہی۔ ۸۔ ورق کا ایک حصّہ۔ ۹۔ اصلاح کرنے والا ٹھیک کرنے والا۔ ۱۰۔ یعنی نہ خوشی مستقل ہی نہ غم جس طرح خوشی چند روزہ ہی ویسے ہی غم بھی۔ ۱۱۔ خبر گیری۔

۱۷۔ لاڈلی بیگم کا ہیضے سے دفعۃً[1] انتقال

دو دن بھی ایک رنگ پہ باغِ جہاں نہیں
وہ کون سا چمن ہے کہ جس میں خزاں نہیں

مصیبت[2] جب آتی ہے تو تنہا نہیں آتی۔ ابھی چھ مہینے اس سانحے[3] کو نہ گزرے تھے کہ میرٹھ میں ہیضے کی تڑ تڑ[4] شروع ہوئی۔ لاڈلی بیگم بے چاری بھی اس جھپٹ[5] میں آگئی۔ اچھی بھلی تھیں کہ مغرب کو صرف دو قے اور ایک دست آیا کہ دم سنّت[6] گیا نڈھال[7] ہوگئیں۔ گردن ڈال دی آنکھیں پتھرا گئیں[8] میاں نے بہت کچھ دوا دوش[9] کی پاؤں چھلنی[10] کر دیئے حکیم ڈاکٹر سب ہی آئے مگر موت کے سامنے کسی کی نہ چلی۔ کسی کو خبر ہوئی کسی کو نہیں صبح نہ ہونے پائی تھی کہ وہ جنت کو سدھاریں۔ اِنَّا لِلّٰہِ[11] وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن فرخندہ جمال کا بنا بنایا گھر آناً فاناً[12] میں اُجڑ[13] گیا دُہرے دُہرے صدمے اس پر پڑے اب خدا ہی اسے صبر دے فرخندہ جمال بھی اپنی بیوی سے اب ناراض نہ تھا اور ساس تو فرشتہ سیرت تھیں! بہو سے

۱۔ یکایک۔ ۲۔ آدمی کو جب فکر ہوتا ہے تو چاروں طرف سے ہوتا ہے یعنی ایک مصیبت کے ساتھ دوسری بھی آتی ہے۔ ۳۔ صدمے۔ واقعہ دردناک۔ ۴۔ گڑبڑ۔ ۵۔ زد۔ ۶۔ قے دست۔ ۷۔ کھنچ ۸۔ کم زور۔ بے دم۔ ۹۔ پتلیاں ٹھہر جاتا۔ مرتے وقت پتلیوں کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔ ۱۰۔ دوڑ دھوپ ۱۱۔ پھرتے پھرتے پاؤں زخمی ہوگئے۔ ۱۲۔ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور بے شک اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ۱۳۔ یکایک۔ ایک دم میں۔ ۱۴۔ برباد ہوگیا۔

بھی اب بہت خوش تھیں ایسی حالت میں یوں بھی اُس کا مرنا ایک مصیبت تھا۔ چہ جائیکہ جوان[۱] مرگی اور یکایک راتوں رات میں بڑا شان[۲] گمان ختم ہو جانا۔ اپنوں کو جتنا غم نہ ہو تھوڑا تھا غیر بھی کفِ[۳] حسرت و افسوس ملتے تھے۔ ماں کو بیٹے کے گھر کی تباہی کا سخت ملال تھا لیکن امیر بیگم ایسی کٹّر[۴] تھی کہ گو اُن کو رات کو ہی خبر دی گئی تھی کہ ایسی خطرناک حالت ہے مگر وہ نہ آئیں پر نہ آئیں۔ بھلا وہ کیسے آتیں بیٹی نے خطا ہی ایسی بھاری کی تھی کہ ساس اور میاں سے معذرت کر کے نہ صرف اپنا اُجڑا ہوا گھر آباد کیا بلکہ اپنی عاقبت بھی درست کی لیکن وہ یہی کہتی رہیں کہ میں کبھی اُس کی صورت نہ دیکھوں گی۔ صبح کو جب خبر ہوئی کہ لاڈلی بیگم ایسی نیند سو رہی ہیں جس سے کوئی جاگتا نہیں تب البتہ خون کا جوش[۶] آیا روتی پیٹتی آئیں۔ پھر آخر ماں تھیں۔ خود بیٹھی رہیں اور جوان لہلہاتی[۷] بیٹی چلی گئی۔ باپ کو اکلوتی جوان بیٹی کی موت نے ایسا بٹھا دیا کہ وہ پھر اُٹھے ہی نہیں گھل گھل کر تین مہینے میں ختم ہو گئے۔ اب میکے میں سوا ایک ماں کے دم کے اور کوئی نہیں رہا جس ماں نے بیٹی کی زندگی میں داماد کا منہ نہ دیکھا اب تو بھلا واسطہ[۹] ہی کیا رہا تھا وہ یہی کہا کیں کہ ساس اور میاں نے میری بچی کو جلا جلا کر مارا۔ حشر میں میرا ہاتھ ہوگا اور اِن دونوں کا گریبان۔

۱۔ خصوصاً ایسے موقع پر۔ ۲۔ جوان موت۔ ۳۔ جس کا خیال بھی نہ ہو۔ خلاف امید۔ ۴۔ ناامیدی اور رنج سے ہاتھ ملنا۔ کف کے معنی ہتیلی۔ ۵۔ سخت سنگ دل۔ ۶۔ محبت کا اُبال۔ ۷۔ جس کی جوانی کی بہار تھی۔ ۸۔ اکیلی۔ ۹۔ تعلق۔ ۱۲

۱۸۔ دوسری شادی کے لیئے ماں کا اصرار اور بیٹے کا انکار

برؤ ای ناصح و بر درد کشاں خردہ مگیر
کار فرمائے قدر می کند ایں من چہ کنم

نواب صاحب کے انتقال کے بعد سے بیگم صاحب زیادہ تر دلی میں رہنے لگی تھیں۔ اگر نہ رہتیں تو وہ گھر اونڈھ جاتا۔ فرخندہ جمال کی گزراب کیسے ہو۔ گھر میں رہا کون۔ بیوی کو اللہ میاں نے بلا لیا۔ ماں یوں چلی گئیں۔ گھر بھائیں بھائیں کرنے لگا۔ دن بھر تو خیر دنیا کے دھندوں۔ بکھیڑوں کچہری کے معاملے مقدموں میں کٹ جاتا تھا مگر رات کاٹے نہ کٹتی تھی۔ خالی گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا شکر ہے کہ جلدی سے شاہجہاں پور کی بدلی ہو گئی وہ گھر تو چھٹا جہاں ہر وقت ہر لحظہ بیوی کا خیال ستاتا تھا آخر دس برس کی ساتھی اور رفیق آن واحد میں چھوٹ گئی۔ کیسے ایک دم سے اُسے بھلا سکتا تھا اور قاعدہ ہے کہ عموماً مرے بعد سب بُرائیاں بھول جاتی ہیں اور نیکیاں یاد رہ جاتی ہیں۔ قدر مردم بعد مردم۔ بدلی کے

۱۔ ای ناصح چلتا پھرتا نظر آ۔ غم زدوں پر کیا نکتہ چینی کرتا ہے۔ اصل کرنے والا تو خدا ہے ہم ہی کیا جو ہم سے کچھ ہو سکے۔ ۲۔ ابتر ہو جاتا ہے۔ ۳۔ وحشت کدہ ہو گیا۔ ۴۔ کام جھمیلوں۔ ۵۔ سخت ہیبت ناک معلوم دیتا تھا۔ ۶۔ دفعۃً۔ ۷۔ آدمی کی قدر اس کے بعد ہوتی ہے۔ ۱۲

ساتھ ترقی بھی ہوئی چار سو سے چھ سو ہوئے مگر فرخندہ کے دل کی کلی نہ کھلی
وہی بے کلی تھی۔ باپ اور بیوی دونوں کے غم کی گھٹا ایسی گھری چھائی ہوئی
تھی کہ اس میں خوشی خوشی معلوم ہی نہ دی۔ یار دوستوں اور لوگوں نے جب
ڈپٹی صاحب کی یہ حالت دیکھی کہ اس غم میں گھلے جاتے ہیں ایسا نہ ہو کہ دل
الٹ جائے اور کوئی سامان دلبستگی تھا نہیں جو گھڑی دو گھڑی غم غلط ہو تو
دبی زبان سے ان کی مرضی لینے اور دل ٹٹولنے کے لیے برسبیل تذکرہ دوسری
شادی کا ذکر چھیڑ دیا کہ آخر آپ جوان آدمی ہیں آل اولاد بھی نہیں زندگی کے دن کیسے
بسر ہوں گے ضرور آپ کو شادی کرنی چاہیئے۔ ماں بھی کئی دفعہ با اصرار کہہ چکی تھیں مگر
غم تازہ ہوتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں ہوتا تو ساری باتیں بری لگتی ہیں جی چاہتا ہے
کہ آدمی کا منہ نوچ لیں۔ فرخندہ نے صاف کہہ دیا کہ شادی تو انسان کی مدۃ العمر
میں ایک دفعہ ہوتی ہے سو ہو چکی اب تو اسی کڑھی کا ابال ہے بیگم صاحب
بہت تلملاتی تھیں اور بیٹے کی خانہ ویرانی سے ہمیشہ ملول رہتی تھیں۔
ان کا دل چاہتا تھا کہ میں اپنے سامنے اس کا گھر آباد دیکھ لوں مگر

۱۔ یعنی خوشی نصیب نہ ہوئی وہی بے چینی تھی۔ ۲۔ دیوانے ہو جائیں۔ ۳۔ دل لگنے کی چیز۔ ۴۔ غم بھولے۔ دل بہلے۔ ۵۔ آہستہ سے۔ ۶۔ مرضی معلوم کرنے کے لیے۔ ۷۔ تذکرے کے طور پر۔ ۸۔ گزریں گے۔ کٹیں گے ۹۔ زور دے کے۔ ۱۰۔ منہ کھسوٹ لیں۔ ۱۱۔ کسی گئی گزری بات کو پھر از سر نو تازہ کرنا۔ ۱۲۔ بے قرار تھیں۔ ۱۳۔ گھر اجڑ جانے سے۔ ۱۴۔ رنجیدہ ۱۲

اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ فرخندہ اب کچھ لڑکا نہ تھا کہ پکڑ پکڑا کر دیتیں جب دیکھا کہ زیادہ اصرار اُسے ناگوار ہوتا ہی طرح دے گئیں۔

۱۹۔ سردار بیگم صاحب کی بیماری اور انتقال

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے　　یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے

بیگم صاحب کا بڑھاپا تھا۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھیں۔ رنڈاپے اور جوان ہو کے مرنے نے اُن کو مرنڈا کر دیا۔ آئے دن کچھ نہ کچھ شکایت چلی ہی جاتی تھی۔ میرٹھ تک تو بیٹے کے پاس آتی جاتی رہیں لیکن اب ہمت نے جواب دے دیا۔ کہاں شاہجہاں پور اور کہاں دلی۔ دلی چھوڑیں تو گھر پر کون رہے۔ غرض عجب کشمکش میں تھیں۔ نہ پائے رفتن و نہ روے ماندن۔ بیٹے کی جدائی نے اور پتلا حال کر دیا تھا۔ ماں کی علالت کا سلسلہ سن کر فرخندہ جمال تین مہینے کی رخصت لے کر دلی آگئے تھے ماں کی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ پیری و صد عیب۔ سوکھ کر ہڈی سے چمڑا لگ گیا۔ امچور کی پھانک ہو گئیں۔ کھانسی الگ بیچھا ہو گئی تھی گھنٹوں پیٹ میں سانس نہ

۱۔ زبردستی۔ ۲۔ ٹال گئیں۔ ۳۔ پکی عمر ہو چکی تھی مرنے کو طیار تھیں۔ ۴۔ توڑ مروڑ دیا تھا۔ ۵۔ نہ جا ہی سکتی تھیں نہ رہ ہی سکتی تھیں۔ ۶۔ زار۔ ۷۔ خود بڑھاپا سو عیبوں کا ایک عیب ہے۔ ۸۔ کیریوں کو کھٹائی کے لئے سکھا دیتے ہیں وہ امچور کہلاتا ہے یعنی جس طرح کیری کی پھانکیں سوکھ کر سکڑ جاتی ہیں ویسی ہو گئی تھیں۔ ۹۔ پیچھا جو ایسی چمٹ جائے کہ جانے کا نام نہ لے۔ ۱۲

سماتا تھا۔ ڈاکٹر کی رائے تھی کہ شش[1] خراب ہو گئے ہیں دن بھر منہ لپیٹے[2] غوطہ میں پڑی رہا کرتی تھیں۔ فرخندہ جمال ماں کا یہ حال دیکھ کر سہما جاتا تھا کہ یہ بھی اب چراغِ سحری[4] ہیں۔[5]

جوانی سے زیادہ وقتِ پیری جوش ہوتا ہے
بھڑکتا ہے چراغِ صبح جب خاموش ہوتا ہے

علاج معالجہ دوا دوش[5] میں کوئی کمی نہ تھی پیسے کو ٹھیکری[6] کر دیا۔ مگر بیماری بڑھتی ہی گئی۔ دلی کی سردی اور دسمبر کا مہینا چلّے کا جاڑا[7] اور قیامت کی سردی پچھلی رات رفع ضرورت کو اٹھیں ہوا لگی اور ساتھ ہی نمونیا[8] ہو گیا۔ بیمار تو مدتوں سے تھیں ہی بس موت کا بہانہ ہو گیا۔ دو وقتہ ڈاکٹر آتا تھا نسخوں کی بھی ردو بدل کرتا تھا۔ سردی سے بچاؤ کا بھی کافی سامان تھا مگر جیسا کہ پہلے سے سمجھے ہوئے تھے عین عشرہ[9] شریف کے دن نور کے تڑکے[10] کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ سوئی کی سوئی رہ گئیں صبح کو جب جگایا تو معلوم ہوا کہ ہو چکیں[11] وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ رونا پیٹنا پڑ گیا۔ فرخندہ جمال رونے کی آواز سن کر مردانے سے ننگے پاؤں دوڑا ہوا آیا دیکھا تو اس کی سچی چاہنے والی جنت کو سدھار چکی تھیں۔

۱- پھیپھڑے۔ ۲- بے خبری کی حالت میں۔ ۳- ذرا۔ ۴- رات بھر جو چراغ جلتا ہے وہ صبح ہوتے خود ٹمٹمانے لگتا ہے یعنی چند روز کی مہمان تھیں۔ ۵- دوڑ دھوپ۔ ۶- علاج کے سامنے پیسے کی پروا نہ کی۔ ۷- موسم سرما کا بیچوں بیچ جب جاڑا خوب زوروں پر ہوتا ہے۔ ۸- ذات الجنب ۹- دسویں محرم۔ ۱۰- علی الصباح بہت سویرے ۱۱- انتقال کر گئیں ۱۲-

باپ پہلے ہی مر چکے تھے۔ بیوی بھی جوانی میں جدائی کا داغ دے چکی تھیں۔ ایک ماں کا دم رہ گیا تھا سو آج وہ بھی ختم ہوا۔ فرخندہ جمال کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی۔ پچھلے سانحے تازہ ہوگئے۔ دو سال کے اندر ہی اندر تین بڑی بھاری موتیں ہوگئیں۔ غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ پیاپے صدمات سے دنیا کی بے ثباتی کا گہرا نقش آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اب ان کو معلوم ہوا کہ ہمارا بہی خواہ دنیا میں کوئی نہ رہا۔ ماں کا غم ایسا نہ تھا جو فرخندہ جیسا سعادت مند لڑکا جو ماں پر حد سے زیادہ فریفتہ تھا۔ مدۃ العمر بھلا سکتا۔ رخصت بھی ختم ہوگئی اور آخر کار یہ اپنی نوکری پر چلے گئے۔ اب پہلے سے بھی زیادہ غمگین اور پریشان رہنے لگے دن ہوا کی طرح گزرتے ہیں ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

بیگم صاحب کو مرے ہوئے پورا برس ہوگیا۔ اب فرخندہ جمال کو چاروں طرف سے مشکلات کا سامنا تھا اور کوئی صورت بہبودی کی نظر نہ آتی تھی۔

۱۔ یعنی ہر طرف پریشانی ہی پریشانی دکھلائی دینے لگی۔ ۲۔ مصیبتیں۔ ۳۔ لگاتار۔ ۴۔ غیر مستقل۔ ۵۔ بہتری چاہنے والا۔ ۶۔ ساری عمر۔ ۷۔ فلاح۔ بہتری۔ ۱۲

حصہ دوم

۲۰۔ عالم تجرد کی زندگی کی تکالیف اور ازدواج ثانی کی ضرورت کا احساس

تنہا بر باد ہوں صحرا میں بگولوں کی طرح
سقف و بام و در و دیوار سے کچھ کام نہیں

ماں جب تک زندہ تھیں بڑا سہارا تھا اب جس طرف نظر دوڑاؤ کوئی بھی شریک ہمدرد و غم گسار نظر نہیں آتا۔ چالیس بیالیس کی تو فرخندہ جمال کی عمر تھی جو پوری جوانی شمار کی جاتی ہے تو اب بتلایئے یہ پہاڑ سی زندگی کٹے کیونکر ہے۔ دوست احباب نے ان کو سخت پکڑا اور خوب اونچ نیچ سمجھائی کہ جناب دنیا میں کسی کے ماں باپ سدا زندہ نہیں رہے اور خدا کا شکر ہے کہ آپ کے والدین عمر طبعی کو پہنچ کر شاد کام و بامراد دنیا سے

۱۔ تنہائی کی زندگی۔ ۲۔ دوسری شادی۔ ۳۔ معلوم کرنا۔ ۴۔ چھت اور کوٹھا۔

۵۔ بہت لمبی۔ ۶۔ خوش حال۔ ۱۲۔

گئے کہ آپ جیسا سعادت مند لائق اور نامور بیٹا جسے[۱] بہ از پدر کہیں تو بجا ہی چھوڑا
اب رہا بیوی کا مرنا سو کہنی[۲] کی چوٹ ہے اس بات کو بھی دس برس ہو گئے۔
آپ نے تو ایسا سوگ[۳] کیا کہ کوئی بھی نہ کرے گا لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ آگے
کو آپ کا نام کیسے چلے گا۔ اگر کوئی اولاد ہوتی تو خیر مضائقہ نہ تھا مگر ایسی
حالت میں تو آپ کا نکاح ضرور نہیں بلکہ فرض ہے آپ نہ کریں گے تو ہم
زبردستی کرائیں گے یہ کوئی بات نہیں کہ آپ اس طرح گھل گھل کر اپنی جان
دیں۔ دُنیا میں غم اور فکر سے کون خالی ہے مگر مرد وہی جو ہمت اور استقلال
سے مصائب کی برداشت کرے کیوں کہ خدا کی مرضی میں کچھ چارہ نہیں ع

گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا[۴]

اس طرح کے روزانہ تقاضے جب ہونے لگے اور دل میں صدمات کا وہ اشتداد[۵]
بھی کم ہوا اور زخم مندمل[۶] ہونے لگے جیسا کہ زمانے کا دستور ہے تو خندہ جمال
بھی کچھ نرم پڑ گیا اور بمصداق الخموشی نیم رضا اب زیادہ انکار بھی

۱۔ باپ سے بہتر۔ ۲۔ کہنی میں جب چوٹ لگتی ہے تو اُس وقت تو آدمی بلبلا اُٹھتا ہے مگر تھوڑی
ہی دیر میں درد دُکھ کچھ بھی نہیں رہتا اسی طرح بیوی کا مرنا ہے کہ مرتے وقت تو بہت ہی شاق
ہوتا ہے مگر چند ہی دنوں بعد کچھ بھی خیال نہیں رہتا۔ ۳۔ ماتم۔ رنج۔ ۴۔ اگر تمھیں پسند نہیں ہے تو
خدا کے حکم کو بدل ڈالو۔ ۵۔ سختی۔ ۶۔ بھرے۔ چنگے۔ ۷۔ چپ رہنا بھی آدھی رضا مندی
کے برابر ہے۔ ۱۲

باقی نہ رہا۔ فرخندہ نے بھی ٹھنڈے[1] دل سے غور کیا کہ آخر اس طرح اٹھاؤ[2] چولہا
بنا کب تک بیٹھا رہوں گا۔ زندگی کے دن تو آخر کسی طرح کاٹنے ہی چاہئیں۔ گو
وہ دوسری بی بی کرنے سے بہت گھبراتا تھا کہ دودھ[3] کا جلا چھاچھ پھونک پھونک
کر پیتا ہی لیکن جھک[4] مارتا کیا نہ کرتا۔ آخر سب عورتیں یکساں نہیں ہوتیں اگر خانہ داری
کا انجام بالعموم[5] ایسا ہی ہوا کرتا تو پھر دنیا کیسے بستی۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہو
فرخندہ جمال اس چھٹکارے کے بعد اپنی بھلی چنگی جان کو پھنسانا پسند نہ کرتا
تھا اگر اس کی ماں زندہ رہتیں تو بھی ایک بات تھی مگر اب تو بالکل میدان
خالی تھا۔ سارا گھر نوکروں کے ہاتھ میں تھا وہی سیاہ و سفید[6] کے مالک تھے
خرچ بھی اندھا دھند[7] اٹھتا تھا اور پھر جو متاہلانہ[8] زندگی میں آرام ہوتا
ہے وہ کہاں نصیب تھا۔ سارا گھر اوندھا پڑا تھا۔ آں[9] کہ زن ندارد
آسایش تن ندارد۔ ایسی مجبوری کی حالت میں جو کوئی بھی ہوتا پھر
ایک دفعہ قسمت آزمائی کرتا پر کرتا۔

۱۔ اطمینان خاطر سے۔ ۲۔ جس کا ٹھور ٹھکانا نہ ہو۔ ۳۔ جو دودھ سے جل جاتا ہے وہ ایسا ڈر جاتا ہے کہ چھاچھ کو
بھی ٹھنڈا کر کے پیتا ہے یعنی جو ایک دفعہ مصیبت بھگت چکا ہے اُسے ذرا ذرا سی بات کا ڈر ہو جاتا ہے۔
۴۔ جب کسی کو سخت مجبوری ہو جاتی ہے تو جس بات کو دل نہ چاہے وہ بھی کرنی پڑتی ہے۔ ۵۔ عام طور پر، اکثر
۶۔ جزو و کل، ہر چیز۔ ۷۔ بے ٹھکانے۔ ۸۔ بیاہی ہوئی زندگی۔ ۹۔ جس کے جورو نہیں تو یہ
سمجھئے کہ اُسے دنیا کا مزہ ہی نہیں۔ ۱۲

۲۱۔ دوسری بیوی ہو تو کیسی ہو

نشتر ہے خاک پا بالکل پایا یا گھر پایا
مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس سے بھر پایا

مشکل مسئلہ یہ تھا کہ کیا تدبیر کی جائے جو پہلی سی غلطی انتخاب میں نہ ہو۔ ہندوستان میں اس مشکل کا حل کرنا[2] آسان کام نہ تھا جہاں شادی بیاہ بالکل تقدیری معاملہ[1] ہو۔ لگا تو تیر نہیں تو تکا[3]۔ صورت تو دیکھی جا سکتی ہے مگر سیرت کی پرکھ[4] کیسے ہو۔ کسی کے چہرہ کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے پیٹ میں کیسے گن[5] بھرے ہیں۔ یہ بات تو بدون بیاہ ہوئے معلوم نہیں ہو سکتی اور ہماری سوسائٹی[6] کے لحاظ سے یہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اسی ناواقفیت اور اسی اندھیری کوٹھری کا نتیجہ ہے کہ بہت سی شادیاں ناکامیاب ثابت ہوتی ہیں۔ بہرحال جب ایک بات ہمارے اختیار سے بالکل خارج[7] اور لاعلاج[8] ہے تو جو اور جیسا کچھ ہوتا چلا آیا ہے ہونے دو۔ ڈپٹی صاحب کو شروع ہی سے صورت کی زیادہ ٹٹول[9] نہ تھی بس آنکھ ناک درست ہونا کافی تھا۔

۱۔ معاملہ۔ ۲۔ مشکل کو سہل کرنا۔ ۳۔ اگر ٹھیک کام بن گیا تو سبحان اللہ اور جو نہ بنا تو خیر۔ ۴۔ پہچان۔ ۵۔ ہنر۔ ۶۔ مجلس۔ ۷۔ باہر۔ ۸۔ جس کا علاج نہ ہو سکے۔ ۹۔ ٹٹول۔ تلاش ۱۲

اگر خواہش تھی تو بس یہی کہ کوئی تعلیم یافتہ عورت ملے مگر یہ بھی قریب قریب ناممکن سے تھا۔ عورتوں کی تعلیم کا دائرہ[1] فی زماننا[2] اس قدر تنگ ہے کہ اگر کوئی قرآن شریف پڑھی ہو اور معمولی اُردو لکھ پڑھ لے تو بس معراج[3] ہو گئی۔ آج کل شادی بیاہ کے لیے لوگ نہ شرافت ڈھونڈیں نہ عمر کا جوڑ دیکھیں نہ صورت شکل اب تو صرف پیسہ دیکھا جاتا ہے۔ ڈپٹی صاحب میں تو خدا کے فضل سے سب اوصاف موجود تھے ان کے لیے بیویوں کی کیا کمی تھی زبان ہلانے کی دیر تھی۔ جہاں ہیں کہی اگر ضرورت تھی تو صرف لڑکی کے واسطے نہ کہ ان کے واسطے کہ ساری دلّی ان کے باپ کو اور خود ان کو جانتی تھی۔ امیر گھرانے میں یہ تعلق کرنا نہ چاہتے تھے کہ پہلے ہی خوب مزہ چکھ چکے تھے۔ بیوی کی امارت سے غیرت مند میاں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے اور جو چیز خود اپنے پاس موجود ہو اُس کی خواہش بے کار۔

۲۲۔ نکاح پر آمادگی اور تلاش

لا سے اُس بت کو التجا کر کے
کفر توڑا خدا خدا کر کے

۱۔ حلقہ۔ ۲۔ اس زمانے میں۔ ۳۔ کمال۔ ۴۔ کہتے۔ ۵۔ بے فائدہ۔ ۶۔ طیار

ھو جانا۔ ۱۲

یوں تو ہمیشہ ہی شادی کے لیئے کہنے والوں کا تقاضا تھا مگر یہ حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیا کرتے تھے پچھلی دفعہ یہ کھڑے کھڑے کسی تعطیل میں دہلی گئے تھے تو انہی دونوں خالاؤں کے بے حد اصرار پر ہامی بھر لی تھی کہ اچھا آپ کی مرضی۔ خالاؤں نے مرضی پا کر باتیں کئی جگہ لگائیں مگر خود انھیں کی چھاتی ٹھکی کچھ نہ کچھ فی نکل آئی۔ دونوں خالائیں آپس میں اس طرح سے مشورہ کرنے لگیں۔

بڑی۔ فرخندہ بڑے دن کی چھٹیوں پر آرہے ہیں اب کے تو دل چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح نکاح ہو ہی جاے۔ میں نے تو کئی جگہ بات لگائی ملنے کو بہت مگر جیسی میں چاہتی ہوں ایک جگہ بھی نگاہ میں نہ جمی۔

چھوٹی۔ اے بی آپا۔ میں نے بھی سارا شہر چھان مارا مگر میری سمجھ میں بھی کوئی ٹھکانے کی بات نہ آئی۔ ایک لڑکی تو مولوی فضل اللہ کی پوتی ہے صورت شکل کی اچھی مگر لکھی پڑھی کچھ بھی نہیں ہاں صرف ناظراں (ناظرہ) قرآں شریف مجھ سے ہی اس نے پڑھا ہے۔ دوسری شمس الدین کشمیری کی لڑکی ہے مگر لمبے قد کے علاوہ سیتلا منہ داغ بھی ہے۔ رنگ تو بے شک بہت گورا ہے مگر کچھ ایسی ٹھنڈی ہے کہ جیسے پھیکا شلغم۔ ذرا گرمی نہیں۔ ایک وہ پنجابی کی لڑکی ہے جسے تم بھی جانتی ہو۔ بھلا سا نام ہے۔ اس وقت میرے

۱۔ ٹال مٹول۔ بہانہ۔ ۲۔ اطمینان نہ ہوا۔ ۳۔ کچھ نہ کچھ بات۔ ۴۔ دیکھ کر نیتی حافظ نہیں۔ ۱۲

خیال سے اُتر گیا جن کی بڑی حویلی حبش خاں کے پھاٹک میں ہے اول تو وہ لوگ برادری کے سوا کسی غیر جگہ دیتے نہیں مگر میری اور اُن کی بیوی کی بہت ملت ہے شاید راضی ہو جائیں - مگر لڑکی بڑی دماغ دار ہے کسی کو خاطر تلے نہیں لاتی - جان بوجھ کر کون جیتی مکھی نگلے (سوچ سوچ کر) اے بی آپا میرے خیال میں اس وقت ایک بات آئی کہو تو کہہ ڈالوں - اے لو میری یادہ تم بخت پتھر پڑیں - لڑکی بغل میں ڈھنڈورا شہر میں - پرسوں جمعے کے وعظ میں جو لڑکی آئی تھی وہ کیسی ہے؟ میری جانم (جانب) میں تو اس میں کوئی برائی نہیں -

بڑی - لڑکیاں تو کئی تھیں تم آخر کسی کا نام تو لو -

چھوٹی - اے وہی ہمارے نندوئی کی نواسی -

بڑی - توبہ! تم تو خواہ مخواہ چکر دے رہی ہو - بیسیوں بھجوا رہی ہو تمہارے نندوئی بھی کئی ہیں اور لڑکیاں بھی کئی - سیدھے سیدھاؤ نام بتاؤ نا -

چھوٹی - اے بی وہی امراؤ کی سوتیلی بیٹی معصومہ -

بڑی - نام سنتے ہی اچھل پڑیں - ہاں بھئی بات تو اچھی ہے - تم نے بھی خوب کوڑے میں سے ہیرا ٹٹولا - صورت کی جو کہو تو بھئی مجھے تو اُس کی

۱- میل ملاپ - ۲- قصداً ایسی بات کون کرے - ۳- کوتاہی - ۴- یار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم یعنی چیز تو اپنے پاس ہی ہے اور دور دور ڈھونڈھ رہے ہیں - ۵- نزدیک - ۶- بہت خوش ہو گئیں - ۷- ڈھونڈھ نکالا - ۱۲

بھولی بھالی صورت۔ ادب سلیقہ بہت ہی بھلا معلوم دیا۔ وعظ میں لڑکیوں نے بڑی اودھم مچا رکھی تھی چبلیاں(۱) وہ وعظ سننے آئی تھیں یا تماشہ دیکھنے ایک دم کھسر پھسر(۲) چلی ہی جاتی تھی۔ توبہ ہے۔ ہاں یہ بے چاری جو چچی کے گھٹنے سے لگ کر نگاہ نیچی کر کے بیٹھی تو اس نے گردن تک نہ اٹھائی۔ ذرا سی دیر میں اس کا رنگ ڈھنگ(۳) معلوم ہو گیا۔ اور یوں بھی میری جانی بوجھی لڑکی ہے۔ رنگ ذرا سانولا ہے مگر جیسے سونا دمک رہا ہے۔ منہ کی ٹکیہ کیسی پیاری ہے۔ کتابی چہرہ بڑی بڑی اور غلافی کٹورا سی آنکھیں۔ لمبی ستواں(۴) کٹارا سی ناک۔ قد(۵) موزوں بال تو ایسے گھنے(۶) اور لمبے ہیں کہ چوٹی کمر پر پڑی تھی۔ غرض ان(۷) ہوئے کو پیار آئے اور پھر مزاج میں صلاحیت اور غربت(۸) کا تو کچھ کہنا ہی نہیں سلیقہ تو اس کا کون نہیں جانتا۔ اس کا سا سجل(۹) ٹانکا بھلا کوئی سیکھ تو لے پھر اس کا کاڑھنا سبحان اللہ دیکھئے بھولی(۱۰) میں تو وہ اپنا جواب نہیں رکھتی مخمل(۱۱) کی پتی کی سلائی میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ گوہر نسا کا سارا جہیز اسی

۱۔ خفیف الحرکات۔ چھچھوری۔ جو ذرا بھاری بھرکم نہ ہوں۔ ۲۔ کانا پھوسی۔ آہستہ باتیں کرنا۔ ۳۔ خو بو۔ عادت مزاج۔ طرز۔ ۴۔ پتلی۔ انی کے کنارے کی طرح۔ ۵۔ مناسب نہ لمبا نہ پست۔ ۶۔ کثرت سے۔ گنجان ۷۔ اجنبی۔ ۸۔ مسکینی۔ غریبی۔ ۹۔ درست۔ ۱۰۔ ایک قسم کا کاڑھنا ہے جو بار نیٹ پر کچے دھاگے (تاروں) سے کاڑھا جاتا ہے۔ جو بہت مشکل ہے آدمی دیکھتا جاتا ہے اور بھولتا جاتا ہے ایک قسم کی بھول بھلیاں ہے۔ ۱۱۔ نین سکھ کی پتیاں کاٹ کر کپڑے پر جما کر سیتے ہیں جو بہت مشکل کام ہے۔ ۱۲

نے درست کیا۔ میں تو دیکھ کر عش عش کر گئی۔ کسی زمانے میں ہم بھی سیتے اور کاڑھتے تھے مگر ہمارے وقتوں میں نہ یہ نئی نئی سلائیاں تھیں نہ ایسے پیچ در پیچ کاڑھنے۔ اب تو موزے اور گلوبند بننا اور انگریزی سلائیاں میموں نے گلی گلی سکھلا دی ہیں۔ اس لڑکی نے بھی مدتوں مشن کی میم سے سیکھا ہے جب تو ایسا ہاتھ جم گیا ہے۔ پڑھی لکھی بھی اچھی خاصی ہے۔ بوا! امیری غریبی پر کچھ موقوف نہیں دل کا شوق چاہیے۔ کرتے کی بڑا ہے۔ سنتی ہوں انگریزی بھی تھوڑی بہت جانتی ہے۔ تار پڑھ لیتی ہے۔ تم نے ناحق مجھے ڈولیوں میں پھروایا۔ کوؤں میں بانس ڈلوائے۔ آپ بھی حیران ہو گئیں پہلے تم کہاں کھو گئی تھیں۔ آخر یہ لڑکی تو تمھاری گوڑیوں کی کھلائی ہوئی ہے میں نے بھی بارہا دیکھا ہے اور تمھاری اور اُن کی چچی کی تو دانت کاٹی روٹی تھی برسوں ایک ہی گھر میں رہی ہو۔ میرا تو حافظہ کم بخت پہلے ہی سے خراب ہے وقت پر کوئی بات یاد نہیں آتی مگر تم تو ماشاء اللہ جوان ہو تمھاری بھول پر تعجب ہے۔

چھوٹی۔ نہیں میں بھولی وولی نہیں۔ میری زبان اس وجہ سے نہ اُٹھی

۱۔ تعجب میں رہ گئی۔ حیران ہو گئی۔ ۲۔ پادری۔ ۳۔ علم اُسی کو حاصل ہوتا ہے جو کہ محنت کرتا ہے۔ ۴۔ دلّی میں عورتیں عموماً ڈولیوں میں آیا جایا کرتی ہیں۔ ۵۔ ہر جگہ تلاش کرائی۔ ۶۔ کیوں بھول گئی تھیں۔ ۷۔ گاڑھی دوستی۔ بڑا میل جول۔ گہری محبت۔ ۸۔ بدل مہمل۔ ۹۔ کہنے کی ہمت نہ پڑی۔ ۱۲

کہ لڑکی تو لاکلام ہزاروں میں ایک ہی مگر ہاں دینے لینے کو اُن کے پاس کچھ نہیں ہی۔ میرا خیال تھا کہ کچھ تو ہو۔

بڑی۔ بس بی صدقے کیا تھا ایسا لینا دینا۔ بھبٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ پہلے امیر سمدھیانے میں خوب مزہ چکھ چکے ہیں ایسے دان دہیز (جہیز) سے تو ہم کو یہ منظور ہی کہ کچھ نہ ہو مگر لڑکی اچھی ہو۔ لڑکی بھی ماشاء اللہ سیانی ہی سولھواں برس تو ہوگا ایسی کیڑا نہیں کہ لاؤ اور شو اکرو وہ تو خدا نے چاہا آتے ہی گھر سنبھال لے گی۔

۲۳۔ لڑکی کے حالات

اُس کے اخلاق ستودہ ہمہ خوبی و صلاح

اُس کے اطوار پسندیدہ و اوصاف حمید

اب ذرا لڑکی کا ذکر ہم سے سنئے۔ وہ کچھ امیر کی بیٹی نہ تھی جو ماں باؤں کے بھروسے پر شہزادیوں کی طرح زندگی بسر کرتی ہو۔ وہ خود کام کاج کی عادی تھی۔ ماں باپ دونوں صغر سنی میں مر چکے تھے اب صرف ایک چچا باقی تھے جنھوں نے اپنی اولاد سے بڑھ کر پالا پرورش کیا۔ ایسی لڑکی کا بھلا

۱۔ بے شک۔ ضرور۔ ۲۔ بھاڑ میں جا بے وہ سونا جس کے بوجھ سے کانوں کو تکلیف پہنچے ۳۔ بڑی ہوشیار۔ سمجھ دار۔ ۴۔ چھوٹی سی۔ ۵۔ خدمت۔ انتظار۔ ۶۔ قابل تعریف۔ ۱۲

لاڈ پیار اور چاؤ چونچلے[1] کرنے والا کون تھا۔ چچا بھی کچھ ایسے خوش حال نہ تھے کہ اُن کی دولت دیکھ کر بھتیجی کی آنکھیں پھٹ جاتیں[2]۔ وہ خود کثیر العیال تھے کہ اُن کے بچے سب چھوٹے تھے بیاہنے کے قابل صرف ایک بھتیجی ہی تھی۔ مگر آخر کار اتنے بڑے کنبے کا خرچ تو تھا ہی۔ ساری خرمستیاں[3] دولت سے جھپتی ہیں دوسرے یہاں تھی ہی نہیں۔ ع چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں[4]؟

جتنی چادر تھی اُتنے ہی پاؤں پھیلاتے تھے[5]۔ چار پیسے کما کر لائے تنگی ترشی[6] سے گزر ہو گئی۔ نہ باسی بچے نہ کتا کھائے[7]۔ اِن کے گھر میں لینے دینے کو کیا دھرا تھا۔ تو بتلایئے ایسے گھر کی لڑکی کس برتے پر گر[8] سکتی تھی۔ اُس کو گھر کے کام کاج میں کچھ عار[9] نہ تھا۔ ضرورت پڑی تو جھاڑو بھی خود دے لیتی تھی۔ مسالا بھی پیستی تھی اور بعض وقت پکا بھی لیتی تھی۔ کسی کام میں عذر نہ تھا۔ سارے گھر میں ایک ماما تھی اگر گھر والے ہاتھ نہ بٹاتے تو کام کیسے چلتا۔ سنگر[10] کی مشین کا انھوں نے دیکھنا تو کجا نام بھی نہ سُنا تھا۔ خود نہ سیتیں تو درزیوں کو بھر مٹھی[11] سلائی کون دیتا۔ اِن غریبوں کا تو بخیہ اُدھڑ جاتا[12]۔ غریب بے چاروں کو کون پوچھتا ہر

۱۔ ناز نخرے۔ ۲۔ غرور آجاتا۔ ۳۔ بیباکیاں۔ ۴۔ جس طرح چیل کے گھونسلے میں گوشت نہیں رہ سکتا اسی طرح غریب آدمی کے ہاں کیا بچ سکتا ہے۔ ۵۔ جتنی سکت اور گنجایش تھی اُتنا ہی خرچ کرتے تھے۔ ۶۔ تکلیف سے۔ یہ مشکل۔ ۷۔ زیادہ ہوگا نہ اکارت جائے گا گنی بوٹی نپا شوربا۔ نہ زیادہ نہ کم۔ ۸۔ بھروسے۔ ۹۔ عیب۔ شرم۔ ۱۰۔ سگر بنانے والے کا نام ہے یعنی سنگر کی بنائی ہوئی کپڑا سینے کی کل ۱۱۔ بہت ساری۔ ۱۲۔ دیوالہ نکل جاتا۔ ۱۲

جوڑ تولتا ہی مال دار۔ اول تو کہیں سے بات نہ آتی تھی اور جو آتی تھی تو سوال یہ ہوتا تھا کہ دو گے کیا؟ بھلا اِن کے پاس دینے کو کیا دھرا تھا۔ جو کمایا وہی کھایا۔ یا ایسی باتیں آتی تھیں جو اِن سے بھی بدتر تھے۔ یہاں پیٹ بھر روٹی تو کھانے کو تھی وہاں یہ بھی نہ تھی۔ اس وجہ سے آج تک لڑکی کا نصیبہ[۱] نہ کھلا۔ حافظ جی کسی مدرسے میں دس پندرہ کے نوکر تھے۔ دلّی کی گرانی[۲] مہنگا سما اور اتنا بڑا کنبہ اور پھر گھر کا سر توڑ کرایہ۔ خدا جانے اُن کی بسر[۳] کس طرح ہوتی تھی بھلا ایسوں کی لڑکی کون لیتا۔ جب ہی تو سولھواں برس لگ گیا اور لڑکی کی بات برات (بارات) کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ جوان لڑکی کا گھر میں بٹھا رہنا کچھ کم فکر کی بات تھی مگر کچھ اپنے بس کی بات نہ تھی۔ ابھی کوئی امیر کی بیٹی ہوتی خواہ کیسی ہی پھوہڑ[۴] ہوتی بارہویں ہی برس بیاہی جاتی۔ دیکھیے خدا کی قدرت اصغر کا اجڑنا تو کوئی اُلٹ کر نہ پوچھتا تھا یا شان نہ گمان گھر بیٹھے اتنی بڑی جگہ کی بات آئی۔ صدقے تیری خدائی کے ؎

کہنے کو حاجتیں بھی ہیں حاجت روا بھی ہے
درپیش مشکلیں ہیں تو مشکل کشا بھی ہے

۴۴۔ بات کا ٹھیرنا اور نکاح

بہار آئے جو تم جلوہ گر ہو گلشن میں ؎ چراغِ حسن عیاں ہو گلوں کے جوبن میں

۱۔ نصیبہ کھلنا شادی بیاہ نہ ہونا۔ ۲۔ مہنگاپن۔ ۳۔ مہنگا۔ گراں۔ ۴۔ گزر۔ ۵۔ بدسلیقہ۔ ۱۲

تیسرے دن پر ڈپٹی صاحب بھی آن پونہچے۔ چھوٹتے ہی خالاؤں نے اُن سے ذکر کیا۔ اُن کو بھی بات پسند آئی چھوٹی خالہ سلطانہ بیگم کو بھلا اب صبر کہاں تھا چلچلاتی دھوپ میں کسی سے کہا نہ سُنا دو روپئے کی مصری کے توڑے منگا ڈولی میں بیٹھ پنڈت جی کے کوچے اپنی سسرال جا اُتریں۔ اُن کے بے وقت اور بے اطلاع آنے سے اچنبھا ہوگیا۔ ایک دم سے جو اُتر پڑیں تو لڑکی وہیں دالان میں بیٹھی کچھ سی رہی تھی۔ اُٹھی۔ سلام کیا انھوں نے گلے لگایا دعا دی۔

امراؤ۔ اے بوا سلطانہ! خیر تو ہے آج کدھر رستہ بھول کر آن نکلیں؟ اب تو مہینوں تمھاری صورت کو ترس جاتے ہیں۔ خدا جانے آج کدھر عید کا چاند نکلا۔

سلطانہ۔ آج مکتب میں میرے بھانجے کے آنے کی چھٹی تھی۔ میرا جی گھبرایا بہت دن ہوگئے تھے میں نے کہا لاؤ گھڑی بھر کو تم سے ہی مل آؤں۔ سلطانہ کے دل میں کھُد بُدی پک رہی تھی لیکن لڑکی سامنے بیٹھی ہوئی تھی کہتیں تو کیسے۔ لڑکی سمجھ دار تھی بڑوں کی باتوں میں دخل دینا وہ خود ناپسند کرتی تھی اور یہ بھی نامناسب تھا کہ اُن کے آتے ہی کھڑی ہو جاتی کیوں کہ ممکن

۱- سخت۔ ۲- ایک محلہ ہے۔ ۳- تعجب۔ ۴- یکا یک۔ ۵- آج خلاف توقع کدھر آ نکلیں۔ عید کا چاند برس بھر میں ایک ہی دفعہ نظر آتا ہے اسی طرح مدتوں بعد ان کے آنے پر تعجب ہوا۔ ۶- دل کھٹک رہا تھا بے چینی سی تھی۔ ۱۲

تھا کہ یہ بُرا مان جائیں کہ ہمارے آتے ہی ٹل[1] گئی۔ تھوڑی سی دیر تو بیٹھی رہی جب
دونوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئیں تو چپکے سے اُٹھ کو ٹھے پر چلی گئی۔
اب اُنھوں نے مطلب کی باتیں شروع کیں۔ کچھ خیریت تو تھی ہی نہیں
جو کسی لمبی چوڑی تمہید[2] کی ضرورت ہوتی۔ مختصراً اُنھوں نے فرخندہ جمال کی
حقیقت دُہرائی اور کہا کہ میرے بھانجے کو تو تم خود جانتی ہو وہ بچپنے میں
میرے ساتھ آیا کرتا تھا اور کئی کئی دن میرے پاس رہ جاتا تھا اور گھنٹوں
تمھارے ہاں بچوں میں کھیلا کرتا تھا اُس کی پہلی بیوی کو مرے دس برس ہو گئے
یہ بھی تم جانتی ہی ہو کہ بال بچہ کوئی ہوا نہیں۔ خدا جانے اِن کی تقدیر میں نہ تھا
یا اُن کی غیب کی باتیں خدا ہی جانے۔ ایک ماں کا دم تھا وہ بھی نہ رہا۔ گھر
کی سنبھال اب کون کرے اور اِس طرح کیوں کر گزرے یہ بھی جانتی ہوں کہ اُن
کو آج کل ایک سے ایک امیر گھرانے کی لڑکی مل سکتی ہے۔ جہاں میں پیغام دوں
گی کوئی نا نہ[3] کرے گا مگر ہمیں تو امیری درکار نہیں۔ لڑکے نے جب اپنا ارادہ
ظاہر کیا تو شروع ہی سے مجھے تمھارا خیال آیا۔ گھر کے گھر میں جب دیکھی بھالی
لڑکی موجود ہے تو باہر کیوں جاؤں۔ ایسا داماد تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے
بھی نہیں مل سکتا۔ یہ نہ سمجھنا میرا بھانجا ہے۔ اِس واسطے میں
کہتی ہوں بلکہ سچ کہتی ہوں کہ آج کو میری کوئی لڑکی ہوتی تو آنکھ بند

۱- ہٹ - ۲- پیش بندی - ۳- انکار نہ کرے گا - ۱۲

کر کے دے دیتی۔ مگر تمھاری لڑکی بھی تو میری ہی ہے۔ ذات و ذات (جماعت
کی پوچھ گچھ کی کچھ ضرورت نہیں۔ جو ہم سو تم۔ ہم کو صرف لڑکی اچھی
چاہیے سو اس کی طرف سے مجھے پورا اطمینان ہے۔ غیر جگہ بن جانے بوجھے
میں کیسے ہامی بھر سکتی تھی۔ رہی تمھاری لڑکی وہ میری گودوں کی کھیلی
ہوئی ہے۔ اس کی کون سی بات مجھ سے چھپی ڈھکی ہے۔ بس تو بوا
نیک کام میں دیر ہی کیا ہے۔

کچھ پس و پیش نہ کرو ہنسی خوشی بسم اللہ کرو۔ ایسے موقعے بار بار ہاتھ
نہیں آتے ہیں۔ میں اس وقت بات پکی کر کے جاؤں گی۔

امراؤ۔ تمھارے کہنے سے میں نا بر نہیں۔ مجھے اور کسی بات کا خیال نہیں
صرف اتنی بات البتہ کھٹکتی ہے کہ ہمارا اُن کا کیا جوڑ۔ وہ ٹھیرے پوڑوں کے
امیر اور ہم بے چارے فقیر کہاں راجہ بھوج اور کہاں ننوا تیلی۔ کمخواب کے تھان
میں گاڑھے کا پیوند کیسے کھپے گا۔ ہمارے پاس لینے دینے کو خاک نہیں
اُن کے بڑے منہ اور جو کچھ ٹوٹا پھوٹا ہے وہ بھی اس وقت طیار نہیں۔ لڑکی
کی انگلی لپیٹنے کو ایک دھجی نہیں۔ اپنے کپڑے لاؤ پہناؤ اور لے جاؤ۔ بن ماں
باپ کی بچی ہے اس کا تمھیں خیال رہے (یہ کہہ کر رونے لگیں)

۱- دریافت ۲- مخفی، پوشیدہ ۳- تامل، سوچ ۴- انکار نہیں ۵- امیر اور غریب کا
کیا مقابلہ ۶- چیتھڑا ۷- کترن۔

سلطانہ۔ تم ناحق دل بھاری کرتی ہو۔ امیری غریبی ڈھلتی پھرتی چھاؤں[1] ہے۔ تم کسی بات کی فکر نہ کرو۔ تمھاری جگہ میں موجود ہوں۔ یہ کہہ خوان جو ساتھ لے گئی تھیں منگا مصری کی ڈلی سے لڑکی کا منہ میٹھا کر دیا۔ لڑکا صرف بڑے دن کی چھٹیوں پر آیا ہے۔ اُس میں چار پانچ دن گزر چکے اب صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔ اس وجہ سے مجھے جلدی ہے۔ آج پیر ہے (انگلیوں پر گن کے) پیر ایک منگل دو بدھ تین جمعرات چار جمعہ پانچ بس جمعے کو عصر و مغرب کے درمیان بدا[2] (وداع) ہو جائے۔ دن بھی مبارک ہے تمھیں خدا کی قسم جو تم نے ذرا بھی طیاری کی یا قرض دام[3] (وام) کیا یا مہمان جمع کیئے۔ ہاں یہی گھر کی چار پانچ بیویاں بس کافی ہیں۔ ہمارے ہاں سے بھی دو چار ہی آدمی آئیں گے۔ نہ دھوم دھڑکا نہ لینا نہ دینا۔

امراؤ۔ اے بوا سلطانہ! ایسا بھی کیا غضب ہے ہتھیلی پر سرسوں[4] جماتی ہو۔ ہمیں بھی تو دو چار دن اپنی گڑیا کو سنوارنے کو چاہئیں ہیں۔ میرٹھ میں ہمارے قریب کے کچھ کنبے والے ہیں اور کوئی نہ سہی مگر کم سے کم اُن کو تو خبر ہو جائے نہیں تو عمر بھر کا گلہ شکوہ رہے گا۔

۱۔ جس طرح سایہ کو قرار نہیں اُترتا چڑھتا رہتا ہے اسی طرح امیری غریبی کو قیام نہیں۔ ۲۔ رخصت۔ ۳۔ اُدھار۔ ۴۔ کسی کام کو بہت جلد کرنا۔ ہتھیلی پر کہیں سرسوں اُگ سکتی ہے۔ ۱۲

سلطانہ - چار دن تو ہیں نا اور کسی مہلت و ہلت کی ضرورت نہیں - شادی کی طرح کوئی شادی نہیں ہو رہی - یہ تو خدا کا فرض ادا کرنا ہی - میرٹھ کون سی دور ہی آج خط لکھوں کل نہیں تو پرسوں وہ لوگ آجائیں گے - باقی دان دہیز (جہیز) کا بکھیڑا کھانا دانا - تم کو میرے سر کی قسم جو تم نے کچھ بھی کیا ہوگا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں - یہ بھی کوئی بات ہی کہ خواہ مخواہ زیر بار ہو - گہنا پاتا - کپڑا لتّا - اللہ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہی ہم خود ٹھیک ٹھاک کر لیں گے کوئی غیر جگہ نہیں جو تم کو کوئی نام دھرے گا ساس نہیں نند نہیں جو طعنے مینے دیں گے -

امراؤ - اچھا تو یہ کہو کہ ایسی چپچپاتی شادی سے لوگ کیا خیال کریں گے ؟

سلطانہ - چپچپاتی کیوں ہونے لگی دس پانچ آدمی تو ہوں ہی گے یہ ضرور نہیں کہ نوبت نقارے ہوں براتیوں کے دھماڑے کا دھاڑا ہو اور ہم کو کسی کے کہنے سننے کی کیا پروا خلق کا حلق کس نے پکڑا ہی - پڑا کوئی ٹسّ کہا کرے ہم کو اپنے کام سے کام -

سلطانہ یہ کہہ کر رخصت ہوئیں اور جاتے ہی انھوں نے پان سو روپئے اپنی ماما اماقی کے ہاتھ جوڑے اور بری کے بھیج دیئے - لڑکی والوں نے

۱ - بوجھ میں دبنا یعنی قرض دار ہو جانا یا پیسہ ضائع کرنا - ۲ - مجمع کا مجمع - بہت لوگ - ۱۲

جھپا[۱] چھپ اسی میں ضروری سامان کر لیا اور جو کچھ تھوڑا بہت جہیز طیار تھا وہ سنبھال لیا چھپر کھٹ کے پایوں اور برتنوں پر قلعی کرالی جس گھر میں لڑکی ہوتی ہے سلیقہ مند بیویاں تھوڑا تھوڑا کر کے بہت کچھ جمع کر لیتی ہیں جو وقت پر کام آتا ہے اور بہت غنیمت ہو جاتا ہے۔ بجاز (بزاز) بولا کوئی ایک آدھ تھان کپڑے کا لے کر ڈال دیا کبھی کوئی ٹکڑا اچھا نظر آیا لے لیا کسیرے سے کچھ برتن لے لیے۔ اس وقت خرچ میں خرچ نکل جاتا ہے معلوم نہیں دیتا قطرہ قطرہ کر کے دریا ہو جاتا ہے۔ غرض اس چھوٹی سی بساط پر انھوں نے اچھا خاصہ ایسا دیا کہ کسی نے نام نہ دھرا۔ گو جوڑے بھاری گوٹے کناری سے لپے ہوئے نہ تھے گر دیدہ ریزی کا کام تو اس میں بہت تھا سلائی کے اعتبار سے ایک سے ایک اعلیٰ تھا۔ جمعے کے دن عصر مغرب کے درمیان برات آئی محلے کی مسجد میں نکاح ہو گیا نہ مہر پر تکرار ہوئی نہ کوئی لکھا پڑھی ہوئی۔ خدا پر بھروسہ کر کے یہ کام کیا سو خدا ہی کے ہاتھ شرم تھی۔ چھوارے لٹائے گئے اور مٹھائی بٹ گئی۔ دلہن مع الخیر وداع ہو کر سسرال میں آ گئی۔

۲۵۔ زندگی کا نیا دور دورہ

فصل گل تم کو مبارک اے جوانان چمن ٭ ہیں شگفتہ لالہ و نسرین و ریحان چمن

۱۔ جلد جلد۔ ۲۔ اوقات ۔ ۳۔ آنکھ کی محنت ۔ ۴۔ عورتیں برات بولتی ہیں مگر صحیح لفظ بارات ہے۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ یہ سب پھولوں کے نام ہیں ۔ ۱۲

ڈپٹی صاحب کے جانے میں اب تین دن رہ گئے تھے تیسرے دن دُلہن کو لے شاہ جہاں پور چلے گئے۔ معصومہ ننھی بچی نہ تھی ایسی ناواقف نہ تھی جیسی کہ امیروں کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ہفتے عشرے کے بعد خود بخود اُس نے گھر سنبھالا کیا بلکہ سنبھالنا پڑا۔ کیوں کہ برسوں سے گھر نوکروں کے ہاتھ میں تھا۔ ہر چیز اُلٹ پلٹ بے ڈھنگی۔ بے قرینے۔ وقت پر دیکھو تو روز مرہ کی ضرورت کی چیزیں بھی ندارد۔ ذرا ذرا سی چیز کو آدمی بازار کو دوڑے جب کہیں کام چلے۔ دلّی میں ماماؤں کا قحط ہی گھُس لگانے کو ماما پیدا نہیں۔ خدا سلامت رکھے بھیک کو نوکری اُن کی بلا کرے۔ خدا دے کھانے کو تو بلا جائے کمانے کو۔ جو بھیک نہیں مانگتیں۔ وہ سلائی سے پیٹ پالتی ہیں جب دلّی ہی میں ماماؤں کا یہ توڑا ہی تو بھلا دلّی کی گلیاں چھوڑ کر باہر جانے کی ہامی کون بھرے۔ مگر محلّے میں ایک غریب بیوہ رہتی تھیں جن کا نام رحمانی تھا۔ گو وہ ان کے گھر نوکر چاکر نہ تھیں مگر ہمیشہ کام کاج میں لگ جایا کرتی تھیں۔ دُلہنوں کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بھروسے کا آدمی آیا کرتا ہی اس وقت بھی وہی کام آئیں اور اپنی خوشی سے دُلہن کے ساتھ آئیں۔ آدمی

۱۔ ہفتہ سات دن کا ہوتا ہی اور عشرہ دس دن کا۔ ۲۔ بدسلیقہ۔ ۳۔ ماما بالکل نایاب ہی۔ ۴۔ یعنی وہ نوکری کیوں کرنے لگیں۔ ۵۔ کمی۔ قلت۔ ۱۲

ایمان دار اور سلیقہ[1] شعار تھیں۔ خود بھی کسی زمانے میں کھاتی پیتی خوش حال تھیں۔ ان کے میاں کا زردوزی کا کارخانہ تھا۔ کام اچھا چلتا تھا مشینوں[2] کے چل پڑنے سے کام کا مندا[3] ہو گیا۔ مگر خیر خدا پیٹ کو روٹی دیتا تھا کہ گھر والا بے چارہ مر گیا۔ اب کوئی سہارا نہ رہا۔ ٹوپیاں کاڑھ کاڑھ کر سلائی کا سی کر پیٹ پالتی تھیں۔ بال بچہ کوئی تھا نہیں۔ آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا۔[4] چھڑا[5] دم تھا۔ جہاں بیٹھ گئیں بیٹھ گئیں۔ امراؤ کو جو انھوں نے پریشان دیکھا کہ یا الٰہی کیسے ساتھ کروں تو رحمانی نے کہا کہ میں جاتی ہوں تم اتنی فکر کیوں کرتی ہو۔ یہاں نہ رہی وہاں رہی۔ یہاں میرا کون والی وارث بیٹھا ہے امراؤ اور خود دلہن کو ان سے محبت تھی وہ نوکروں کی طرح نہ تھیں بلکہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ایسے بھروسے کا آدمی ملتا کہاں تھا۔ ان کے علاوہ گھر کے کام کاج کے لئے ایک ماما اور ایک چھوکرا یہاں پہنچ کر اور رکھ لیا۔ کھانا پہلے ہی سے ایک باورچی باہر پکاتا تھا اور اچھا پکاتا تھا اب بھی وہی طریقہ رہا۔ پہلے تو دلہن نے گھر کے سامان موجودہ کی ایک مکمل[6] فہرست طیار کی پھر اس میں سے ناکارہ[7] پرانا سڑا گلا چھانٹ کر الگ کیا اور نیا[8] تہ درزا اسباب جمع کرنا شروع کیا۔ میاں کے کپڑوں کی

۱۔ سلیقہ مند۔ ۲۔ کلوں۔ ۳۔ نکاسی کم تھی۔ مانند۔ ۴۔ یعنی نہ آگے کچھ روک تھی نہ پیچھے۔ ۵۔ اکیلا۔
۶۔ پوری۔ ۷۔ بے کار۔ خراب۔ ۸۔ کورا۔ ۱۲

الٹ پلٹ کی پھٹے پرانے الگ کیئے ادھڑے ادھڑ اے درست کیئے صحیح سلامت جوڑے تو کم ہی نکلے مگر پھٹے زمیل بہت تھے ایک تھان ململ کا اور ایک زقل اور ایک تن زیب کا منگا کر کرتے بنائے اور خود کاڑھے اور ایک تھان پانچ آنی کے لٹھے کے پائجامے کترے اور خود سینے شروع کیئے۔ والان اور صحنچیوں میں دو دو چاندنیاں پرانے رووڑے کے گاؤ تکیے مع غلاف دو سوزنیاں لے کر فرش فروش درست کر لیا دریاں تو موجود ہی تھیں پلنگ کی چادریں تکیوں کے غلاف۔ دسترخوان۔ تولیئے۔ چادرے بنائے۔ لوٹوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی ٹپک رہا ہی تو کسی کا گلا بیٹھا ہوا ہی کسی میں گودڑ پڑے ہوئے ہیں بدلوا کر اچھے بڑے بڑے لکھنؤ کے چرخی لوٹے منگوائے چوکی پر دو لوٹے وضو کے لیئے ہر وقت بھرے ہوئے اور ان پر ڈھکنے ڈھکے ہوئے رکھے رہتے تھے اور نیچے بڑی سیلا بچی پائخانے کا لوٹا الگ۔ غسل خانے کا جدا گرم پانی کنستر میں ہوتا تھا اب گنگال منگوایا نہانے کی دو تھہڑیاں ایک بڑی ایک چھوٹی۔ برتن جو بے قلعی تھے تانبا نکل آیا تھا اُن کو قلعی کروایا پیتل

۱۔ خراب خستہ۔ ذلیل۔ ۲۔ یہ بھی ایک عمدہ قسم کا باریک کپڑا ململ اور تن زیب کی طرح کا ہوتا ہی ۳۔ لٹھے کی ایک بہت عمدہ قسم ہی۔ ۴۔ گودڑ۔ ۵۔ گڑھے۔ ۶۔ مٹی (گیاس) کے تیل کا پیپا ۷۔ نہانے کا تھہڑا۔ ۸۔ تانبے کی ٹھلیاں۔ ۱۲

کا اُگالدان زنگ سے سبز ہوگیا تھا کھٹائی لگا کر کئی دفعہ اُسے صاف کرایا پھر سوکھی راکھ سے منجھوایا تو جھمکنے لگا۔ کچھ دیگچیاں۔ بھگونے رکابیاں۔ طشتریاں کٹورے۔ کفگیر۔ کفگیری۔ بڑا چمچہ سالن نکالنے کا۔ سرپوش بادیئے۔ لگن۔ دو سینیاں۔ ایک بڑی ایک چھوٹی دو دیگچے ایک بڑا ایک منجھوا لیئے۔ گھر میں سِل بٹّا ندارد باہر کسی پتھر پر مسالہ پس جاتا تھا۔ ترازو تھی مگر ڈوریاں ٹوٹی ہوئی بٹے تتر بتر۔ ترازو میں زنجیریں ڈلوا ایک سیٹ بٹوں کا بازار سے منگوالیا۔ اناج کی کوٹھری سرے سے کوئی تھی ہی نہیں روز بازار سے جنس آتی اور پکتی۔ ایک کوٹھری خالی کرا اُس میں سلیقے سے مٹّی کے برتن کچھ کنستر مُنہ کٹوا ڈھکنے لگا کر جمائے سفید اور لال گیہوں منگا کر آٹا پسوا لیا۔ موٹے باریک چانولوں کی ایک ایک بوری۔ ہر قسم کی دالیں۔ نمک مرچ۔ لہسن۔ پیاز۔ ادرک۔ گرم مسالہ۔ بمبئی کی شکر۔ سچّی کھانڈ زعفران۔ بادام۔ پستے۔ چاندی کے ورق۔ ایک بڑے بوبام میں گھی۔ ترکاری بنانے کی چھُری۔ سارا سامان ایک دم مہینے بھر کے انداز سے منگا کر سلیقے سے سنگوا دیا۔ روز بازار سے سودا لانے کا کھڑاگ مٹا۔ ایک کولکی میں لکڑیاں اور اُپلے اکھٹے

۱۔ منتشر ۲۔ جس میں آدھی چھٹانک سے پن سیری تک کے سب چھوٹے بڑے وزن کے بٹے ہوتے ہیں۔ ۳۔ سینت کر ٹھکانے سے رکھ دیا۔ ۴۔ جھگڑا۔ ۵۔ چھوٹی کوٹھری ۶۔ پاچک دشتی۔ کنڈے۔ ۱۲۔

منگا کر رکھے[1] کہ تھوڑی تھوڑی چیز منگوانے سے خیر و برکت اُڑ جاتی ہے۔ ساری جنس[2] کی مقدار ایک کاپی[3] میں ٹانک لی[4]۔ اور جس قدر خرچ ہوتا تھا بلا ناغہ نوٹ کر لیتی تھیں۔ کنجی اپنے پاس رکھی دو وقتہ کوٹھری کھول سامنے مونڈھا[5] بچھا کر بیٹھ گئیں ماما سے اپنے سامنے جنس تلوائی اور باہر بھیج دی۔ پانی کا یہ حال تھا کہ دیکھے سے گھن[6] آتی تھی مٹکے تو تھے مگر انگل انگل بھر کائی[7] جمی ہوئی۔ جو آیا غڑپ[8] ہاتھ ڈال دیا۔ آدھا پانی پیا آدھا اسی میں انڈیل دیا۔ سقہ آیا باسی[10] تازہ پانی ملا گیا۔ گھڑونچی[11] ندارد۔ ویسے ہی تیہوں[12] کا ٹیکا لگا دیا تھا کوئی لڑھک گیا تو ساری انگنائی[14] میں کیچڑ۔ فوراً ایک مضبوط اونچی سی گھڑونچی بنوا کورے مٹکے رکھ چپنیاں[15] ڈھک دیں اور تین ڈونگے بھی رکھ دیئے۔ ان مٹکوں پر جھجھے کے جھجھے گیرو کا پیراجاتا تھا ہمیشہ کورے معلوم دیتے تھے۔ یہ تو برتنے[16] کا پانی ہوا پینے کے پانی کے لیے فلٹر[17] تو گھر میں تھا نہیں تین گھڑوں کا فلٹر بنا لیا اوپر ریتی بیچ میں کوئلہ اور نیچے والے گھڑے میں مقطر[18]

۱۔ جاتی رہتی ہے۔ ۲۔ غلہ۔ ۳۔ یادداشت کی چھوٹی سی کتاب۔ ۴۔ لکھ لیا۔ ٹانک لیا۔ ۵۔ سرکنڈوں کا بنا ہوا اور بان منڈھی ہوئی گول ڈھول کی وضع کا ہوتا ہے۔ ۶۔ نفرت۔ ۷۔ سبزی۔ ۸۔ اسمار الصوت۔ پانی میں جھپا کے سے ہاتھ ڈالنے کی آواز۔ ۹۔ ڈال۔ ۱۰۔ روز گزشتہ کا پانی باسی کہلاتا ہے۔ ۱۱۔ لکڑی کی بنائی جاتی ہے جس پر گھڑے رکھے جاتے ہیں۔ ۱۲۔ سہارا۔ ۱۳۔ اوندھا۔ ۱۴۔ صحن۔ ۱۵۔ ڈھکن۔ ۱۶۔ استعمال کا۔ ۱۷۔ جس میں پانی صاف کیا جاتا ہے۔ ۱۸۔ ٹپکا ہوا۔ نتھرا ہوا۔ ۱۲

پانی اُن گھڑوں پر برف سی شفاف صافیاں ڈھکی ہوئیں۔ پہلے تو پانی گرم کیا جاتا تھا
پھر فلٹر کیا جاتا۔ صحنچی میں ایک کونے میں ٹکنوں پر دو چھوٹی چھوٹی خوب صورت ٹھلیاں
اور تانبے کی دو ڈونگیاں[1] ٹھلیاں لکڑی کی چپنیوں سے ڈھکی ہوئیں۔ اس کے پاس
کی چوکی پر ایک جھجھر[2] اور دو صراحیاں اوپر سے سفید صافیاں لپٹی ہوئیں وہیں دو
گلاس الیومنیم[3] کے جو سن لائٹ صابن[4] سے روزانہ دھوئے جاتے تھے چاندی
کی طرح جگمگاتے[5] ہوئے رکھے تھے کیا مجال کہ کوئی پانی گدلا[6] کرے یا گھچلا پن[7] کرے یا
جھوٹا[8] پانی پی کر ڈال دے یا ہاتھ گھنگول[9] دے۔ صفائی اور ستھرائی دیکھنے
سے تعلق رکھتی تھی۔ دالانوں میں فرش تو ٹوٹا پھوٹا تھا مگر بوریئے ندارد دریوں
میں بُغارے[10] پڑے ہوئے تھے کچھ تو چوہوں نے کُتر ڈالیں کچھ دیمک کی نظر
ہوئیں۔ بوریئے نہ ہونے سے یہ خرابی ہوئی۔ بوریئے بچھوا دیئے پلنگوں کی
نواڑوں کے ٹکڑے ہو گئے تھے اور میلی چکٹ[12] اُن کو دھلوایا پلنگ
کسوائے۔ چارپائیاں جو جھلنگا[13] تھیں وہ از سر نو باگڑ[14] کے بان سے

۱۔ چھوٹا ڈونگا جس سے پانی لیتے ہیں۔ ۲۔ صراحی کی طرح کا ہوتا ہے ذرا بڑا جیسے جھجھر۔ ۳۔ سفید دھات جس کے برتن ہلکے اور چاندی سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ ۴۔ ایک قسم کا صابن جس سے برتن اور کپڑے خوب صاف ہوتے ہیں۔ ۵۔ چمکتے ہوئے۔ ۶۔ میلا۔ ۷۔ گندا پن۔ ۸۔ پینے کے بعد جو پانی بچ رہے۔ ۹۔ ڈال دینا۔ ڈال کر ہلا دینا۔ ۱۰۔ پاکی۔ ۱۱۔ بڑے بڑے سوراخ۔ ۱۲۔ ڈیوٹ (لکڑی کے شمع دان) پر جو کالی کالی گاد جم جاتی ہے یعنی بہت میلی۔ ۱۳۔ بان ٹوٹ کر جو چارپائی جھولا ہو جاتی ہے۔ ۱۴۔ ایک مقام کا نام ہے جہاں کا بان مشہور ہے۔ ۱۲

بنوائیں۔ دو پلنگ سُتلی سے بُنوا دوائین[1] کس کسا قرینے[2] سے بچھوا دیئے۔ فالتو[3]
چارپائیاں سہ دری میں کھڑی کرادیں سونے کے کمرے میں ایک مسہری لگائی جس پر
اگرئی[4] رنگا ہوا جالی کا پردہ تھا اور دو جھالردار جوڑے چوڑے تکیے مع تکیہ پوش۔
بغلی تکیے، گل تکیے[5]۔ اوڑھنے کو دُلائی اور چادر چمپئی[6] رنگا ہوا۔ آگرے[7] کی دری پر سفید
زین[8] کی ایک پٹی[9] چادر اوپر سے فرخ آبادی[10] بوٹے دار پلنگ پوش پڑا ہوا۔ دوسری طرف
اپنا پلنگ تھا۔ دالانوں میں پردے ندارد، صرف ایک ٹاٹ کا میلا چکٹ پھٹا ہوا
پردہ لٹک رہا تھا۔ ناپ بھیج کر پٹاپٹی[11] کے پردے لال کھارُوے[12] کے دلّی سے بنوا کر
منگوائے۔ چلمنیں وہیں بنوالیں۔ سامنے کے دالان کے ٹاٹ کے پردے بنوائے۔
باورچی خانے کی کچھ نہ پوچھو خدا جانے کتنے دنوں سے جھاڑا[13] بُہارا نہیں گیا تھا۔ زمین کے
گڑھے بھروا لال مٹی سے لیوا چھوٹے چکنی مٹی سے لیپ دیواروں پر کھریا[14] مٹی پھروا کر
جھبک[15] کر دیا۔ گو کھانا باہر پکتا تھا لیکن پھر بھی گھر میں ایک آدھ[16] چیز اپنے ہاتھ سے

۱۔ پائنتی کی طرف کی رسّی جس کے کھینچنے سے چارپائی تن جاتی ہے۔ ۲۔ ٹھکانے۔ ۳۔ بے کار فضول
زائد از ضرورت۔ ۴۔ خوش بو کا رنگا ہوا کتھے کے رنگ کا۔ ۵۔ وہ گول گردہ نما تکیے جو گالوں کے تلے
دھرے جاتے ہیں۔ ۶۔ چمپا کے پھول کے رنگ کا یعنی ہلکا زرد۔ ۷۔ آگرے کی دریاں مشہور ہیں۔
۸۔ ایک قسم کا سفید سوتی کپڑا۔ ۹۔ پلنگ کی چوڑان کے برابر عرض جس میں جوڑ نہ ہو اور جس میں بیچ میں
سیون ہو وہ دو پٹی ہوئی۔ ۱۰۔ پلنگ پوش لکھنؤ کے بھی عمدہ ہوتے ہیں مگر زیادہ تر فرخ آباد کے مشہور
ہیں۔ ۱۱۔ لال سفید رنگ کے ملے ہوئے۔ ۱۲۔ گاڑھے کی قسم کا لال رنگ کا موٹا دبیز کپڑا۔
۱۳۔ صاف کیا۔ ۱۴۔ چاک مٹی۔ ۱۵۔ اُجلا۔ ۱۶۔ کوئی نہ کوئی۔

اکثر پکا لیا کرتی تھیں۔ ایک لوہے کا سفری چولھا بھی رکھ لیا تھا کبھی چھوٹی موٹی چیز اس پر تل تلا لیتی تھیں۔ پاخانے کی صفائی اچھی طرح کروائی روزانہ فنیل[1] اور کاربالک پوڈر[2] چھڑکا جاتا تھا غسل خانے میں چوکی کے علاوہ الگنی پر ایک ٹرا کھیس[3]۔ تولیہ۔ کھڑاویں۔ اور سامنے کے طاق میں ایک ڈبیہ منجھن کی۔ ایک باریک ایک موٹا جھانواں[4]۔ کھیسہ۔ صابن۔ سر دھونے کی خوشبودار کھلی[4] کٹی ہوئی۔ ایک بیسن دانی سب سامان مہیا[5] تھا کپڑے رکھنے کو صندوق ندارد ٹرنک[6] ہی تو ٹوٹا ہوا کنڈا قفل غایب چیڑ[7] کے دو صندوق تھے ان کے تختے ٹوٹے ہوئے۔ چوہوں نے کپڑے کتر ڈالے۔ چار ٹرنک منگوا کر جاڑے کے کپڑے الگ اور گرمی کے الگ رکھ نمبر ڈال ان کی فہرست لکھ لی اور جاڑوں کے کپڑوں میں نفتھلین[8] ڈال دی کہ کہیں کیڑا نہ لگ جائے جو کپڑا مانگو اسی وقت کتاب دیکھ کر بتلا دیا کہ فلاں صندوق میں ہے یہ نہیں کہ ایک کپڑے کے واسطے سارے صندوق الٹ پلٹ کر دیں جب کہیں ملے۔ لحاف تو تھے مگر

۱۔ ایک قسم کا عرق جو بودار مقامات پر رفع عفونت کو ڈالا جاتا ہے۔ ۲۔ یہ بھی سرخ رنگ کا سفوف دافع عفونت ہے۔ ۳۔ ہاتھ پاؤں رگڑنے کا کھردرا مٹی کا ہوتا ہے۔ ۴۔ سرسوں اور تل کا تیل نکال کر جو فضلہ بچ جاتا ہے۔ ۵۔ موجود۔ تیار۔ ۶۔ ٹین یا لوہے کے پتر کے صندوق۔ ۷۔ دیودار کی لکڑی۔ ۸۔ کافور کی طرح کی سفید سفید گولیاں ہوتی ہیں جن کے ڈالنے سے کپڑے میں کیڑا نہیں لگتا۔ ۱۲

دقیانوسی برسات کی بو۔ روئی کے بوٹے الگ بدرنگ۔ اُن کی روئی کے توگا[1] تکیے بنائے اور لکھنؤ کے دو ابرے[2] منگائے لال قند کا استر سیاہ اٹیلین[3] کی گوٹ چار چار سیر روئی بھروا گلندے[4] ڈال درست کر دیئے۔ پچھلا بینیٹ[5] سے کہیں سردی جاتی ہے وہ تو صرف نمائش کے ہوتے ہیں۔ ایک رضائی عمدہ لکھنؤ کے ابرے کی۔ استر پکّی قند کا۔ سبز گرنٹ[6] کی سنجاف میاں کے لیئے بنائی۔ گھر میں سوائے ٹوٹی کھٹیوں[8] کے مونڈھا نہ کرسی جب ضرورت ہو مردانے سے آدمی لائے تو دو بڑے دو آرام کرسیاں اُن پر گدّے دو دستی اور دو بے دستی عمدہ وانش[9] کی کرسیاں جن میں منہ دکھائی دے۔ دو تپائیاں ایک گنجینہ یہ فرنیچر[10] منگوایا۔ گھر میں آئینہ کا پتہ نہیں۔ ایک میز پر پڑا آئینہ۔ کنگھی برش۔ ناخن کاٹنے کی قینچی۔ صابن سب رکھ دیا۔ چائے کا سٹ[11] نہیں۔ پیالی ایک طرح کی تو طشتری دوسری وضع کی چھچے ہیں کہ راکھ اور جھوڑنے[12] سے مانجھ کر پیتل نکل کر بدروپ

۱۔ رنگ کرائے۔ ۲۔ لحاف کا بالائی حصہ ابرا کہلاتا ہے ۳۔ ایک قسم کا سیاہ چمک دار کپڑا ہوتا ہے جو گوٹ کے کام آتا ہے۔ ۴۔ لحاف میں روئی ڈلوا کر روئی دبنے کے لیئے جو ٹانکے دیئے جاتے ہیں۔ ۵۔ ولایتی کمل۔ ۶۔ گورنٹ یا اطلس۔ ۷۔ چوڑی گوٹ۔ ۸۔ کھاٹ بان کی چارپائی کھٹیا چھوٹی چارپائی ۹۔ چپڑا لاکھ اور سپرٹ کا روغن جس سے لکڑی کی چیزوں کو جِلا دی جاتی ہے۔ ۱۰۔ چوبی سامان جیسے میز کرسی وغیرہ۔ ۱۱۔ پورا لوازمہ۔ ۱۲۔ پرال یا گھانس یا پتوں کو توڑ مروڑ کر گولا سا بنا لیتے ہیں۔ ۱۲

ہو گئے تھے چائے دیگچی میں گرم ہوتی تھی اور خدا کے فضل سے اسی میں دم بھی دی جاتی تھی۔ چائے کیا ہوتی تھی گویا املتاس کا جلاب۔ چائے کا سٹ منگوایا چھ پرچ[1] پیالیاں۔ کیتلی۔ دودھ دان۔ شکر دان۔ کشتی جاپانی[2] پانی گرم کرنے کی اینمل[3] کی کیتلی الگ دم دینے کی چینی کی کیتلی کے لیے ایک روئی دار غلاف اطلس کا سیا اور اس پر چوکڑی کا بخیہ۔ چائے کے واسطے تازہ پانی اپنے سامنے چڑھواتیں یہ نہیں گھنٹوں سے اُبل رہا ہی جوش پر جوش آ رہا ہی۔ جہاں جوش آیا اور بھاپ اٹھی جھٹ چائے چمچے سے ناپ کر ڈالی اور صرف دس منٹ دم دی۔ وہ چائے ہوتی تھی زعفرانی رنگ کی کہ خود بخود رغبت ہو نہ کہ جوشاندہ[4] یا کاڑھا کہ دیکھتے ہی جی الٹ پلٹ[5] ہو جائے۔ حقے تو گھر میں ایک چھوڑ دو دو تھے مگر بدمزاج عورت کی طرح بولتے نہ تھے نہ انھیں کوئی منہ لگائے نہ وہ کسی کو منہ لگائیں لکھنؤ ایک صاحب جا رہے تھے ان سے ایک فرشی[6] پھول کی منگوائی ریواڑی کی کلی[7] دلی سے۔ خاصدان گھر میں تھا ہی نہیں۔ مرادآباد کا خاصدان منگا نھی سی گردشی سینی۔ باہر جب پان جاتے تھے پہلے تو خدمتگار رے

۱۔ پرچ یعنی طشتری۔ ۲۔ سیاہ روغنی۔ ۳۔ تام چینی۔ ۴۔ جوش دیا ہوا مرکب۔ ۵۔ بے چین ہو جائے۔ ۶۔ وہ حقہ جو فرش پر بنا اُٹھے۔ ۷۔ سٹک۔ ۸۔ کپڑے کی گول گتی کتر کر تھالی کے اندر بچھا دی جاتی ہی۔ ۱۲

بنایا اور ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اب گلوریاں ہنجل صاف ستھری صافی میں لپٹی ہوئی تھالی میں زرّین گردی بچھی ہوئی چاندی کے لڑیوں کے گچھے کی کیلیں لگی ہوئیں کتھا چونا ملا ہوا۔ برابر کیا مجال کہ منہ پھٹ جائے۔ الائچیاں پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں رام پور کا زردہ پان کھانے والا بھی نہ ہو تو جی للچائے۔ دھلا دھلایا ستھرا اُگالدان ساتھ۔ مثل مشہور ہے کہ مرد کے قلمدان اور عورت کے پاندان سے اُس کا سلیقہ معلوم دیتا ہے۔ وہ دیکھئے قرینے سے صحنچی میں گاؤتکیہ لگا ہوا ہے چاندنی ایسی بچھی ہوئی ہے کہ دھبہ تو کجا سلوٹ کا بھی نام نہیں۔ دہلیز میں پا انداز بچھا ہوا ہے۔ کیا مجال کوئی توکر ننگے پاؤں رکھے۔ سوزنی کے کنارے ایک بڑا سا اُگالدان دھرا ہے مگر صاف ستھرا جو اس وضع کا بنا ہوا ہے کہ الٹ نہیں سکتا۔ ذرہ پر چھوٹی سی سیلابچی رکھی ہے اسی کے پاس ایک لوٹا بھی ہے ایک کونے میں نماز کی چوکی بچھی ہے اس پر قالین کی جانماز ہے سامنے کھونٹی پر حمائل شریف ایک عمدہ جزدان میں گردانی ہوئی لٹک رہی ہے۔ وہیں تسبیح بھی ہے تکلش پر ایک چھوٹی سی صراحی اور اس پر کانچ کا گلاس ہے۔ پیاری گاؤتکیے کے سیدھی طرف رکھی ہے اوپر لال قند کی گردی ہے جس پر حلیتین لگا ہوا ہے اندر دیکھو

۱۔ سلیقہ کی۔ ۲۔ رام پور کا زردہ مشہور ہے۔ ۳۔ شکن۔ ۴۔ چوکھٹ۔ ۵۔ کوایرسیٹ جس پر پاؤں یا جوتی پوچھ لیتے ہیں جو موٹے ٹاٹ کی وضع کا گدا ہوتا ہے۔ ۶۔ دالان کا آخری حصہ۔ ۷۔ لپٹی ہوئی۔ ۸۔ لوہے یا لکڑی کا ہوتا ہے جس پر چھتری یا انگھیا رکھی جاتی ہے تین پائے کا ہوتا ہے۔ ۹۔ سفید پیل۔

تو گنبھا[1] ٹُھچا ہی۔ کتھے[2] چونے کی کلھیاں لٹکنوں پر دھری ہیں نہ کنارے لتھڑے ہوئے ہیں نہ اس کی چمچی اس میں ہی کتھا پکا پکایا خوش بودار۔ چونا قلعی کا ایسا شفاف جیسے ملائی جس کو بُجھانے[3] کے بعد تھوڑے بتاسے بھی ڈال دیئے ہیں کہ تیزی مرجائے۔ دونوں بڑی ڈبیوں میں باریک کتری ہوئی چھالیہ بیچ کی چھوٹی ڈبیہ میں چوگھڑا[4] الائچیاں اور لونگیں۔ ایک ڈبیہ میں زردہ۔ رام پور کی سروتی ہاتھی دانت کے دستے کی۔ لگنی[5] میں پکے ناگر[6] پان صافی لپٹی ہوئی۔ ایک چھوٹی سی قینچی پان کترنے کی۔ پٹاری کو ننھا منا سا خوب صورت قفل لگا ہوا یہ نہیں کہ جو آیا گھسیٹ پان کھانا شروع کر دیا اور سب اُلٹ پلٹ کر کے چلتا ہوا۔ وہ سامنے دیکھیے درے میں ایک پٹاری ماماؤں کے لیئے الگ اور رکھی ہوئی ہی شوق سے کھاؤ منع کس نے کیا ہی۔ پانی کے منکوں میں پان نہیں تیر رہے ہیں بلکہ ایک بڑی لگنی میں پانوں کی ڈھولی[7] رکھی ہی وہ بھی کوٹھری میں بند جب ضرورت پڑی نکال لیئے یہ نہیں کہ باہر آدمی دہاڑ[8] رہا ہی پان لاؤ اور گھر میں پان کا ٹکڑا ندارد۔ ماما سر پر برقعہ ڈال پان لانے بازار کو دوڑی اور یہاں نوکر ہی کہ تقاضے پر تقاضے کر رہا ہی اے بی پان جلدی لاؤ۔ چھالیہ کی

۱۔ گدی۔ ۲۔ سنے یا بھرے ہوئے۔ ۳۔ چونے کی کلیوں میں پانی ڈالنے کو بجھانا کہتے ہیں۔ ۴۔ الائچیوں کی ایک عمدہ قسم ہی۔ ۵۔ لگن کی تصغیر یعنی چھوٹا سا لگن۔ طشت۔ ۶۔ پان کی ایک عمدہ قسم ہی۔ ۷۔ ڈھائی یا پانسو پانوں کی گٹھی۔ ۸۔ چیخ رہا ہی۔ ۱۲۔

بوری موجود یہ نہیں کہ ماٹک چندی لاؤ یا جہازی پانی کیوں لائے پڑائی لاؤ۔ نوکر ہیں کہ کوڑی پھیرا بازار کا کر رہے ہیں لاتے ہیں اور پھیرتے ہیں مگر بیگم صاحب کو کسی طرح پسند ہی نہیں آتی۔ صحنچی میں دو الماریاں ہیں دیکھیں تو اس میں کیا ہے مگر قفل لگا ہوا ہے لیکن تینوں میں سے سب دکھلائی دے رہا ہے ایک میں بوتلیں برابر قطار سے لگی ہوئی ہیں چٹنی عرق نعناع کا اچار۔ سرکے کا اچار۔ مرچ۔ سرکے کے اچار میں سرخ سرخ لمبی لمبی مرچیں اور پیاز کے ٹکڑے ثابت لہسن پڑا ہوا کیسا بھلا معلوم دے رہا ہے۔ اچاریوں میں لیموں کا اچار۔ مرتبان میں آم کا اچار۔ بوتلوں میں گلاب کیوڑہ۔ دو چار شیشے شربت کی غرض ساری الماری اسی قسم کی بوتلوں سے بھری پڑی ہے اور سب پر چٹھیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے برابر کی دوسری طرف کی الماری میں چھوٹی چھوٹی شیشیاں ہیں۔ اوہو یہ دواخانہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم صاحب معمولی علاج معالجہ بھی کر لیتی ہیں جب ہی محلے کی عورتیں چمٹی رہتی ہیں کبھی خود آتی ہیں کبھی بچوں کو لاتی ہیں۔ دواؤں کی چٹھیاں ہم نے بھی پڑھیں۔ امرت کیشن چوٹ چپیٹ کے لیے۔ فروٹ سالٹ متلی قے قبض بدہضمی کے لیے۔ کلوروڈین پیچش کے لیے۔ ویسلین ہاتھ منہ پھٹنے کے لیے۔ ارنڈی کا تیل۔ کونین کی گولیاں بخار کے لیے آیوڈین سوجن

۱۔ ٹاٹ کا تھیلا۔ ۲۔ چھالیہ کی اقسام ہیں۔ ۳۔ بات بات پر جھگڑا۔ ۴۔ پودینہ کا عرق۔ ۱۲

اور غدود پھوڑنے کے لیئے۔ گریمالٹ کا لال شربت کھانسی زکام کے لیئے
سملنگ سالٹ دردسر کے لیئے۔ سلفونل بدخوابی کے لیئے۔ سنٹونین
کیچوؤں کے لیئے۔ سوڈا ہاضمہ کے لیئے۔ یونانی دوائیاں بھی تھوڑی
سی ہیں۔ عناب۔ سنقی۔ گاؤزبان۔ بہی دانہ۔ ملہٹی۔ نمک سلیمانی غرض
سب ضروری دوائیاں ہیں۔ تولنے کا چھوٹا سا کانٹا۔ اونس[1] گلاس۔
منم[2] قطرے ناپنے کا۔ ہندوستانی کانٹا مع تولہ ماشہ کے بٹوں کے۔
کارک[3] سکرو۔ ٹن کٹر[4]۔ اوپنر[5] نیچے کے خانہ میں سر کے تیل کی دو بوتلیں
بھی تھیں ایک میں چنبیلی کا ایک میں موتیا کا۔ عطر کی صندوقچی جس میں
طرح بطرح کا عطر تھا۔ کنگھی سرمہ دانی۔ بین دانی۔ یہ تو سرسری نگاہ سے
ہم نے دیکھا۔ دونوں الماریاں لبالب بھری ہوئی تھیں ہم تو سمجھتے ہیں
کہ ضرورت کی سب ہی چیزیں تھیں ایک شاید گاڑھی کی چوں چوں[6]
نہ ہو۔ ایک دوسری الماری میں چائے کے ڈبے۔ کافی[7]۔ کوکو[8]۔ بسکٹ
جام[9]۔ مہینا بھر کی ضروریات سب موجود تھیں۔ مکان میں چھت
گیری ایک نہ تھی چھت میں سے کہیں بچھو گرا کہیں کھنکھجورا

۱۔ آٹھ ڈرام کا ایک اونس ہوتا ہے اور ساٹھ منم (بوند) کا ایک ڈرام ۲۔ ایک ڈرام کی ناپ جس میں ساٹھ خط ہوتے ہیں اور چھوٹی مقدار میں سیال دوا ناپی جاتی ہے ۳۔ ڈاٹ نکالنے کا پیچ ۴۔ ٹین کاٹنے کا آلہ ۵۔ سوڈا کی بوتل کھولنے کا ۶۔ نایاب چیز ۷۔ قہوہ ۸۔ یہ بھی کافی کی طرح کا سفوف ہے ۹۔ مربا ۱۲

نکلا کہیں اللہ میاں کی بھینس گری۔ صدر دالان پیش دالان اور صحنچیوں میں
چھت گیریاں لگا دیں وہ بھی سادی نہیں سفید چھت گیری۔ لال جھالر بیچ
میں فراشی پنکھا اور ایک بڑا سا لمپ جس کی روشنی سارے گھر میں کافی
تھی۔ احتیاطاً دو دیوار گیریاں بھی تیل بھری بھرائی بتی کتری کترائی لگی ہوئی
تھیں شاید رات بے رات کام پڑ جاوے مٹی کے تیل کا کنستر وہ الگ تھلگ
سامنے والے دالان کے پاس چھوٹی سی کوٹھی میں دھرا ہو وہیں چمنیاں
پونچھنے کی صافیاں بھی ہیں۔ گل کترنے کی قینچی۔ ایک تیل کی بوتل۔
قیف[۱] تیل بھرنے کی۔ پچکاری تیل نکالنے کی۔ چار لالٹینیں بھی طیار ہیں
ایک لکڑی کا صندوق دھرا ہے خدا جانے اس میں کیا ہے اس میں چمنیاں
گلوب[۲]۔ بتیاں۔ دیا سلائی کے بکس ہیں۔ رات کو اگر کسی وقت لمپ
بھڑک گیا اور چمنی چیخ گئی تو کیا ہوگا بس رات بھر اندھیرے گھپ
میں بیٹھے رہو جب خدا خدا کر کے صبح ہو دکانیں کھلیں تب کہیں چمنی
ملے۔ دیکھو ذراسی احتیاط سے کتنا بڑا آرام ہے۔ ہیں تو یہ بے حقیقت سستی
چیزیں مگر وقت پر موجود نہ ہوں تو تکلیف بڑی ہوتی ہے۔ دھوبن کے
کپڑے رلے رلے پھرتے تھے اب سب ایک صندوق میں بھر دیئے
جاتے تھے۔ دھوبن آئی کتاب میں کپڑے لکھے اور اُسے دے دیئے

۱۔ بوتل میں تیل ڈالنے کی قیف جسے انگریزی میں فنل کہتے ہیں۔ ۲۔ حباب ۱۲

جو کپڑے وہ لائی کتاب نے ملا لیئے میاں کے کپڑے جہاں اُنھوں نے اُتارے وہیں پڑے رہتے تھے اب سونے کے کمرے میں دو الگنیاں تھیں اُن پر شیروانیاں۔ کوٹ پتلون جو روزمرہ استعمال میں تھے لٹکے رہتے تھے کھونٹیوں پر ٹوپیاں تھیں۔ کپڑوں کا برش بھی وہیں تھا الگنیوں کے نیچے بوٹ۔ سلیپریں۔ گرگابیاں۔ ہندوستانی جوتیاں رکھی ہوئی تھیں وہیں جوتیاں صاف کرنے کے برش روغن سیاہی شوہارن[1] تھا ایک کونے میں خلالوں کی گتھی لٹک رہی تھی۔ چرٹ کے بکس۔ سگریٹ بھی آئے گئے کے واسطے لگا رکھے تھے وہ بھی ایک طاق میں قرینے سے رکھے ہوئے تھے۔ یہ تو میں لکھنا ہی بھول گیا۔ ذرا چلیئے وہ بڑے دالان میں چھوٹی سی آئینہ دار الماری اور اُس کے سامنے میز اور دونوں طرف دو تپائیاں کیسی دھری ہیں۔ الماری میں تو کتابیں ہی کتابیں ہیں سب جلد بندھی ہوئی۔ کیسے سلیقے سے چُنی ہیں سنہری حرفوں میں نام لکھے ہوئے ہیں بعض پر چٹھیاں بھی لگی ہوئی ہیں۔ جلدیں کیسی خوش نما اور ایک وضع کی بنی ہوئی ہیں۔ لاؤ دیکھو تو کیا کیا کتابیں ہیں۔ کہیں طوطا کہانی۔ بدر منیر۔ قصۂ حاتم طائی۔ قصہ سیاہی زادہ۔ گل بکاولی یا وہ ناول تو نہیں ہیں جو ٹکے[2] دھڑی پڑے بک رہے ہیں کتب خانہ کیا تھا

۱۔ جوتی پہننے کا چمچہ۔ ۲۔ بہت سستے۔ ۱۲

انتخاب لاجواب تھا۔ جس سے بیگم صاحب کے مذاق کا صحیح اندازہ ہوسکتا تھا۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی مرآۃ العروس۔ بنات النعش۔ توبۃ النصوح محصنات۔ ایامیٰ۔ رویائے صادقہ۔ مولوی الطاف حسین صاحب حالی کی حیات جاوید۔ مجموعۂ نظم۔ مناجات بیوہ۔ مسدس۔ پوراسٹ مولانا شبلی کا سفرنامہ روم وشام۔ مجموعۂ نظم اور کئی کتابیں۔ مولوی سید احمد صاحب دہلوی کی رسوم دہلی۔ راحت زمانی وغیرہ۔ محمدی بیگم صاحبہ کی رفیق عروس انمول موتی۔ ہماری اقبال دلہن۔ اصلاح معیشت۔ مولوی عبدالراشد صاحب الخیری کی صالحات۔ صبح زندگی وشام زندگی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کی بیوی کی تعلیم وغیرہ۔ مولوی عبدالرزاق صاحب کانپوری کی البرامکہ۔ سید محسن الملک مولوی نذیر احمد کے لکچروں کے مجموعے۔ اور اسی قسم کی عمدہ عمدہ منتخب کتابیں تھیں۔ ایک تپائی پر تہذیب نسواں شریف بی بی۔ خاتون۔ پردہ نشین عصمت۔ تمدن۔ ادیب۔ انتخاب لاجواب۔ اور کئی رسالے تھے دوسری تپائی پر پیسہ اخبار۔ علی گڑھ گزٹ۔ وطن اور کئی اخبار تھے۔ مگر سب تاریخ وار لگے ہوئے تھے۔ گاجر مولی کی طرح پڑے ہوئے نہ تھے۔ میز پر ایک طرف صندوقچہ مگر بند اس پر سفید حرفوں میں "معصومہ" لکھا ہوا تھا۔ سامنے وار کو ایک کیبنیٹ تھا جس میں طرح طرح کے کاغذ لفافے کارڈ تھے

ا۔ بے ترتیب۔ بے قرینے۔ ۲۔ وہ صندوقچہ جس میں جدا جدا خانے خط کے کاغذ اور لفافے چھوٹے بڑے رکھنے کے ہوتے ہیں۔ ۱۲

اُس کے سامنے بلاٹنگ پیڈ تھا جس پر دو خوش نما ویٹ[1] رکھے ہوئے تھے۔ داہنی طرف کشتی میں دو بلّور کے ڈھکنے دار دواتیں ایک میں انگریزی سیاہی ایک میں سرخی بیچ میں پن رِیک[2] اس پر طرح طرح کی قلمیں نہایت عمدہ اور نازک ہولڈر کی لال اودی دو رُخی اور سیاہ پنسلیں۔ ربر۔ لاکھ کی بتّی۔ چاقو۔ قینچی۔ قلم پونچھنے کا گردہ ایک دوات ہندوستانی روشنائی کی بھی ہے جس میں الف خانی روشنائی پڑی ہوئی ہے اور دو واسطین قلمیں۔ ربر۔ لاکھ کی بتّی۔ ایک چھوٹے سے گلاس میں پانی اس میں چھرے پڑے ہوئے قلم دھونے کے لئے۔ بلّوری گوندانی ایک بلّوری لیبل ڈیمپر[3] ٹکٹ چپکانے کو۔ تھوک سے ٹکٹ لگانا یا لفافہ بند کرنا داخل بدتمیزی ہے۔ چھوٹا سا لٹر بکس[4] خط لکھا اور اُس میں ڈال دیا آدمی ڈاک کے وقت آیا اور نکال کر لے گیا۔ ایک طرف خط تولنے کا کانٹا۔ میز کے نیچے ایک بید کی ٹوکری ردی ڈالنے کی۔ میز کے پائے سے خالی پرچے بندھے ہوئے۔ سامنے دیوار پر نگاہ اٹھا کر تو دیکھو ایک گھڑی لگی ہے ایک کیلنڈر[5] دن تاریخ بتلا رہا ہے۔ اور تھرمامیٹر بھی ہے جس سے

۱- وزن جس سے کاغذ دبا دیا جاتا ہے تاکہ ہوا سے نہ اُڑے۔ ۲- جس پر قلم آڑے ایک کے اوپر ایک رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ۳- ایک چھوٹا سا بلّور کا ہوتا ہے جس میں ننھا سا بیلن ہوتا ہے اُسے پھرایا تو پانی لگ جاتا ہے اس سے ٹکٹ کو گیلا کر کے لگا دیتے ہیں۔ ۴- خط ڈالنے کا صندوق۔ ۵- جنتری۔ ۱۲

گرمی سردی معلوم ہوتی ہی۔ بھلا ان سب کے اوپر وہ کس مرد کی بڑی سی تصویر سنہری چوکھٹے میں لگی ہی ہو نہ ہو ڈپٹی صاحب کی ہی کسی نے بڑی عمدگی سے اِنلارج[1] کی ہی اور کیسی صنّاعی سے رنگا ہی کہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ اب بولی! میں اس میز کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اللہ اکبر یہ سلیقہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی میں کہاں سے آگیا یہ تو امیروں کو بھی نصیب نہیں۔ پھر سمجھا کہ خدا کی دین ہی جس کو چاہے سگھڑ بنا دے اور جسے چاہے پھوہڑ۔ اب یہ گھر ایسا سج گیا تھا جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔ کیا مجال کہ تنکا تو ٹوٹا نظر آجائے یہ کام ایک دن دو دن ایک ہفتے دو ہفتے کا نہ تھا۔ معصومہ کو گھر سنبھالے خیر سے برس دن ہونے آیا تھا۔ جب کہیں گھر کی کل بیٹھی[2]۔ ڈپٹی صاحب جب گھر میں آتے تھے باغ باغ ہوجاتے تھے۔ پہلے تو اُن کا بہت وقت باہر گزرتا تھا لیکن اب کچہری کے سوائے وہ اکثر اوقات گھر ہی میں رہتے تھے۔ ملنے جُلنے والے آوازے توازے کستے تھے لیکن ڈپٹی صاحب ہنس کر ٹال جاتے تھے۔ بگڑے ہوئے گھر کا بنانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ بڑی دردسری اور بتّہ ماری کا کام تھا۔ اس میں شک نہیں کہ گھر کو ازسرِنو[3] سنوارنے میں ڈپٹی صاحب کا کچھ روپیہ تو صرف ہوگیا لیکن سچ ہی سوم[4] سال بھر میں سب برابر ہوجاتے ہیں۔

۱۔ چھوٹی تصویر سے بڑی تصویر بنانا۔ ۲۔ انتظام درست ہوا تھا۔ ۳۔ شروع سے۔ ۴۔ فیاض اور کنجوس۔

نوکروں کے ہاتھ سے گھر لٹتا تھا دس کی جگہ بیس خرچ ہوتے اب کوڑی کوڑی
جا بسر اُٹھتی تھی۔ پہلے روپیہ خرچ کر کے آرام نہ ملتا تھا اب خرچ کم آرام زیادہ۔
بیوی مہینے کے ختم پر میاں کو حساب دکھلا دیتی تھیں وہ کہتے تھے کہ میں
حساب دیکھ کر کیا کروں گا۔ میں تو تنخواہ لا کر تمھارے ہاتھ میں دے دیتا ہوں
تم جانو تمہارا کام جانے۔ دوسری کوئی بیوی ہوتی تو اُسی دن سے حساب
کتاب نہ کر دیتی کہ کس کے لیے لکھوں وہ تو دیکھتے ہی نہیں اور مجھے کیا ضرورت
جب میں خود ہی اُٹھاتی ہوں۔ لیکن معصومہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی
تھی ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں میکے کو بھر دیا دوسرے یہ بھی خیال تھا کہ مردوں کا
کیا اعتبار ممکن ہے کہ کبھی پوچھ بیٹھیں تو اس وقت کیسی شرمندگی ہوگی۔ کوئلوں
کی دلالی میں ہاتھ کالے۔ اس لیے وہ اپنی جگہ مستعد اور پابند قاعدہ تھی
گھر کے چلانے کا عمدہ ترین طریقہ ہر کام کو وقت پر اور پابندی سے کرنا ہے۔
اس سے نوکر بھی سدھ جاتے ہیں۔ بے کہے کام ہو جاتا ہے۔ نوکروں پر
سختی کرنا ان کو سخت سُست کہنا ہر وقت جھڑکنا برا ہے۔ وہ بھی
ہمارے جیسے آدمی ہیں۔ اگر ان کے اچھے بُرے کی خبر رکھو گی تو وہ تم
پر جان نثار کریں گے۔ اُن کو چھوٹی موٹی غلطی سے چشم پوشی

۱۔ اپنی جگہ سے۔ ۲۔ کوئی کام نیک نیتی سے کرنا اور خواہ مخواہ اس میں بدنامی آئے تو یہ مثل
کہی جاتی ہے جیسے نیکی برباد گنہ لازم۔ ۱۲

بھی کرنی چاہیئے۔ رسان سے سمجھا دینا ڈانٹ کر حکم دینے سے زیادہ اثر رکھتا ہی۔ جو بیویاں ماماؤں پر گھر چھوڑ کر آپ آرام طلبی کی عادی ہوجاتی ہیں اُن کے گھر چوپٹ[1] ہوجاتے ہیں مامائیں خوب لوٹتی موستی[2] ہیں جو بیویاں ہر کام اپنی نگاہ میں رکھتی ہیں اُن کی ماماؤں کو ڈر رہتا ہی۔ بڑی بدنظمی[3] ہم اپنے گھروں میں یہ پاتے ہیں کہ وقت پر کوئی چیز نہیں ملتی یہاں تک کہ گھنٹوں کُنجیاں ڈھونڈھی جاتی ہیں اور نہیں ملتیں۔ اس لیئے ہر چیز کے رکھنے کا ٹھکانا مقرر ہو۔ آدمیوں کو بھی معلوم رہے کہ فلاں چیز اُس جگہ رکھی جاتی ہی تو زحمتِ[4] تلاش سے بچنے کے علاوہ بہت سا وقت جو رائگاں[5] ہوتا ہی بچ رہے گا۔ روپئے پیسے کو بہت درد سے اُٹھاؤ۔ کوئی چیز بے ضرورت۔ فضول۔ محض نمایش کے لیئے نہ لو۔ ضرورت حقیقی اور فرضی کا یہی امتیاز ہی کہ کسی چیز کے لینے سے پہلے سونچو کہ اس کے بغیر کوئی حرج تو نہیں۔ اگر حرج ہی تو ضرور لو اور اگر نہیں ہی تو نہ لو۔ بعض بیویاں دو چار آنے یا روپئے دو روپئے کی حقیقت نہیں سمجھتیں کہ روپیہ کیا ہی ہاتھ کا میل[6] ہی۔ یہ خیال بالکل غلط ہی۔

۱۔ اوندھے۔ بے قرینے۔ برباد۔ ۲۔ مونڈتی۔ ۳۔ بے انتظامی۔ ۴۔ تکلیف۔ ۵۔ بے کار ضائع۔ ۶۔ یعنی کچھ قدر کی چیز نہیں ہی۔ ۱۲

جو پیسے کی حفاظت نہیں کرتا وہ روپیے کی حفاظت کبھی نہیں کرسکتا پیسوں ہی کے مجموعے کا نام روپیہ ہے۔ معصومہ کو کسی بات کے سمجھانے کی ضرورت نہ تھی وہ سب کچھ جانتی تھی۔ ڈپٹی صاحب کا مکان جو پہلے بدنظمی کی کان[1] تھا اب حسنِ انتظام کا معدن[2] اور خوش سلیقگی کا مخزن[3] تھا۔ یہ کس کی بدولت صرف معصومہ کی بدولت۔

۲۶۔ میاں بیوی کا برتاؤ

من تو شدم تو من شدی	من تن شدم تو جاں شدی[4]
تا کس نہ گوید بعد ازیں	من دیگرم تو دیگری

جو بیوی ایسی سلیقہ مند اور ہمہ صفت موصوف ہو پھر میاں سے اس کے برتاؤ کا کیا پوچھنا۔ یوں تو ایسی کون بیوی ہوگی جو اپنے شوہر سے محبت نہ رکھتی ہو لیکن وہ محبت کیا جب دوسرے کی تکلیف گوارا کی یا اسے رنج پہنچایا یا اس کے خلاف مرضی چلنے میں اپنی مشیخت[5] اور بڑائی سمجھی۔ اصلی محبت وہی ہے کہ اپنے آرام و آسایش کو دوسرے کے لیئے قربان کردے یا یوں کہیئے کہ اپنے کو مٹا دے۔ اپنی مرضی دوسرے

۱-۲-۳- سب کے معنی ایک ہی ہیں کان فارسی معدن اور مخزن دونوں عربی ہیں سب کے معنے ذخیرہ اور سٹور کے ہیں۔ ۴- میں تیرا ہوا تو میرا ہوا اور میں بدن ہوا تو جان ہوا صرف اس لیئے کہ آیندہ چل کر کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ ہم تم جدا جدا ہیں۔ ۵- شیخی۔ ۱۲

کے تابع کردے اور کسی حالت میں دوسرے کو تکلیف نہ پہنچنے دے خواہ ہم پر کچھ ہی گزر جائے منہ سے اُف نہ نکلے۔ چہ جائے کہ بات بات پر بگڑنا روٹھنا ضد کرنا۔ جو باتیں درگزر کے قابل ہیں اُن کا بتنگڑ بنا دینا۔ میاں کے دل کو پھاڑ دینا۔ لینا ایک نہ دینا دو مفت کا بگاڑ کر لینا۔ یہ کون سی عقل مندی کا کام ہے کہ رہیں دریا میں اور مگرمچھ سے بیر۔ جس ہنڈیا میں کھائیں اُسی میں چھید کریں۔ جس کی بیوی کہلائیں اُسی کو ناراض کریں۔ اُسی سے بیر رکھیں۔ اکثر بیویاں سُنی سُنائی باتوں پر پانی کے آگے پاڑ باندھ دیتی ہیں اور مفت کی لڑائی مول لیتی ہیں اگر پہلے ہی سے تحقیق کر لیں تو لڑائی کی نوبت ہی نہ آئے۔ دلوں میں رنجش کو جگہ دینا سخت معیوب بات ہے جب ہی کہہ سُن کر دل صاف کر لینا بہت عمدہ طریقہ ہے ایک بُری عادت عورتوں میں احسان فراموشی اور ناشکری کی ہے شوہر کی ساری محبت اور ہزاروں مہربانیوں پر ایک ادنیٰ سی بات میں پانی پھیر دیتی ہیں۔ حال آں کہ دودھاری گائے کی لات بھی بھلی ہوتی ہے۔ آدمی بشر ہے۔ اگر کبھی کوئی بات خلافِ مرضی بھی ہو جائے تو طرح دے دینی

۱۔ اس کا کیا موقع۔ ۲۔ ذرا سی بات کا طومار کر دینا۔ ۳۔ بد دل کر دینا۔ ۴۔ حاصل نہ حصول۔ ۵۔ یعنی محسن کشی۔ نمک حرامی۔ ۶۔ عداوت۔ ۷۔ بات تو کچھ بھی نہیں مگر پہلے ہی سے انتظام کرنا پانی کا کہیں پتہ نہیں مگر پاڑ بندھ رہی ہے۔ ۸۔ بلا وجہ خواہ مخواہ کا جھگڑا نکال بیٹھنا۔ ۹۔ جس سے فائدہ پہنچتا ہے اُس کی ایک آدھ بُری بات بھی سہہ لی جاتی ہے۔ ۱۰۔ ٹال دے۔ اَن جان ہو جائے۔ ۱۲

چاہیئے۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ اکثر عورتیں شوہروں کی ناشکری میں پکڑی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ نعمت دیں گے پس جو بات اللہ میاں کی پسند ہو وہ بندہ کو کیسے بالطبع[1] مرغوب نہ ہوگی۔ غیبت بہت بری بلا ہے کسی کے پیٹھ پیچھے اُسے بُرا کہنا گویا اپنے بھائی کا کچا گوشت کھانا ہے لیکن عورتیں غور کریں کہ کتنی اور کس قدر اس گناہ میں گرفتار ہیں۔ یوں تو عورتیں عموماً ایک دوسرے کی بدیاں کرتی رہتی ہیں اور اس بات کو ذرا بھی بُرا نہیں سمجھتیں بلکہ وقت گزارنے کا عمدہ مشغلہ خیال کرتی ہیں اور اس میں خاص کر شوہر کی بُرائی اور گلہ اور دُکھڑا[2] رونا۔ آئے گئے کے سامنے بے ضرورت شکوہ شکایت لے بیٹھنا علاوہ بے نتیجہ ہونے کے خود اپنے آپ کو دوسروں کی نظروں میں حقیر اور ذلیل اور خوار کرنا ہے اور میاں کا دل پھاڑنا الگ۔ معصومہ میں کوئی بات نمائش یا دکھاوے کی نہ تھی وہ کم گو اور کم سخن تھی۔ کہتی کم تھی اور کرتی بہت تھی اور جو کچھ کرتی تھی اُس کو اپنا فریضہ سمجھ کر کرتی تھی کسی پر اُس کا احسان نہیں رکھتی تھی۔ دوسری نیک بیویاں شوہر کا ادب و لحاظ کرتی ہوں گی۔ اور شوہر کو اپنے سے ہر بات میں برتر[3] اور فائق بھی سمجھتی ہوں گی مگر معصومہ کی بات

۱۔ دل سے پسند۔ ۲۔ داستان مصیبت۔ ۳۔ بڑھا ہوا۔ ۱۲

ہی اور تھی وہ زبان سے تو کچھ بھی نہ کہتی تھی مگر اپنے طرزِ عمل سے ثابت کرتی
تھی کہ وہ شوہر کو سر دھرا[1] اور سرتاج اور اپنا مالک جانتی تھی اور اِس بات
کا اُسے یقین کامل تھا کہ دُنیا اور دین دونوں جہان کی فلاح و بہبودی
کی کُنجی اگر ہے تو صرف شوہر کی رضامندی ہے خواہ کتنی بھی تکلیف برداشت
کر کے حاصل کی جائے۔ وہ شوہر کے آرام کی خاطر اپنے اوپر
تکلیف بخوشی جھیل لیتی تھی۔ یہ کچھ دکھاوا[2] نہ تھا وہ خوب جانتی تھی کہ
ایک اسی شخص کی خوشنودی میں بیڑا پار[3] ہے۔ اور اُس کی آرام و
آسائش کا اہتمام بجنسہ ایسا ہی جیسے کسی ثمردار[4] درخت کی آبیاری
جس کی محنت کا پھل ہم ہی کو ملتا ہے۔ اسی طرح جو بیویاں شوہروں
کو خوش رکھتی ہیں وہ گویا خود اپنی خوشی آرام و آسایش کا بالواسطہ[5]
انتظام کرتی ہیں۔ اُن کی مآل[6] اندیشی میں کس کو کلام ہے۔ معصومہ کا
قاعدہ تھا کہ ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھتی تھی۔ جاڑوں میں رات کو ہی
پانی گرم کر رکھتی تھی۔ کھانا وانا پک چکنے کے بعد چولھے میں کرسیاں[7] ڈال
دی جاتی تھیں اور تمہڑی[8] اُس پر چڑھی رہتی تھی۔ صبح تک پانی گرم رہتا
تھا۔ صبح اُٹھی میاں کے لیے وضو کو پانی منجن۔ تولیہ رکھ جانماز بچھا دی جب

۱۔ سردار۔ مالک۔ ۲۔ ظاہرداری۔ ۳۔ فتح مطلب براری۔ ۴۔ پھل دار۔ ۵۔ یعنی شوہر کی خوشی خود اپنی خوشی تھی مگر بالواسطہ یعنی شوہر درمیان تھا۔ اور بلاواسطہ وہ کہ کوئی شخص بیچ میں نہ ہو۔ ۶۔ انجام کار۔ ۷۔ اُپلوں کا چورا۔ ۸۔ تانبے کی ٹھلیا۔ ۱۲

اُن کو اُٹھایا۔ آپ نماز قرآن شریف کی تلاوت سے چھ بجے فارغ ہوئیں سات بجے میاں کو ناشتہ کرا دیا۔ اب کھانے کا یہ دستور تھا کہ نہ پورا انگریزی تھا نہ پورا ہندوستانی۔ ایک چھوٹی سی میز پر جو چوکی برابر اونچی تھی کھانا کھایا جاتا تھا۔ یہ طریقہ دونوں کے بِیْن بِیْن[1] ہی چھری کانٹے سب کچھ گھر میں تھے مگر بالعموم ہاتھ سے کھاتے تھے۔ ہاں پلاؤ اور خشکہ چمچے اور کانٹے سے اس میں ہاتھ زیادہ لتھڑ جاتے ہیں۔ میاں بیوی دونوں مل کر کھانا کھاتے تھے۔ ناشتہ کے بعد میاں مردانے میں چلے جاتے تھے اور بیوی جنس وغیرہ تلوا دیتی تھیں۔ گوشت ترکاری کے پیسے رات سے ہی دے رکھتی تھیں جو سویرے ہی آجاتا تھا۔ کھانا پکنے کے انتظام سے فارغ ہو کر معصومہ نوشت[3]و خواند میں لگ جاتی تھی۔ کچھ کتابیں اخبار اور رسالے دیکھے، خطوں کے جواب لکھے کہ نو بجے میم صاحب آ گئیں اُن سے دس تک انگریزی پڑھی گیارہ بجے کے اندر ہی اندر میاں کو کھانا کھلایا وہ کچہری سدھارے[4] اور یہ اپنا سینا پرونا لے بیٹھیں۔ گرمیوں میں دوپہر کو ذرا کی ذرا کمر سیدھی کر لیتی تھیں جاڑوں میں وہ بھی نہیں۔ چار بجے میاں کچہری سے آئے کہ چاء طیار ملی۔ رات کو آٹھ نو کے درمیان کھانا کھا لیتے تھے۔ دس بجے تک سب سو سُلا رہتے تھے۔ یہ

۱۔ بیچ بیچ ہو کر۔ ۲۔ سن۔ ۳۔ لکھنے پڑھنے۔ ۴۔ روانہ ہوئے۔ ۱۲

روز کا پروگرام[1] تھا جس میں ذرا فرق نہ آتا تھا۔ کھانا تو باہر پکتا ہی تھا مگر پھر بھی میاں کی خاطر اپنے ہاتھ سے بھی کچھ نہ کچھ پکا لیا کرتی تھیں۔ کپڑے بھی اکثر خود ہی سیا کرتی تھیں۔ ان کی کتر بیونت[2] تو کسی طرح درزی سے کم نہ تھا اور اب تو ایک سنگر کی مشین بھی لے لی تھی۔ کاڑھنا اِن کا عورتوں میں مشہور تھا۔ بعض بعض کُرتے ایسے نفیس ہم نے اُن کے ہاتھ کے کاڑھے ہوئے دیکھے ہیں کہ لکھنؤ کی چکن اُس کے آگے مات تھی۔ میاں کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ تھی ہر کام اپنے معمول اور وقت پر ہو جاتا تھا نوکر ایسے سدھے[3] ہوئے تھے کہ اشاروں میں بات سمجھ لیتے تھے۔ اگر شاذ و نادر[4] میاں نے کبھی کوئی فرمائش کر دی تو نہایت خوش دلی سے پہلے اُس کام کو کیا پھر دوسرا کام یہ نہیں کہ میاں کہہ رہے ہیں اور بیوی ٹال رہی ہیں یا یہ عذر کر رہی ہیں کہ میں بھول گئی بے شک سہو و نسیان[5] شیوۂ[6] انسانی ہے مگر ایک بھول نادانستگی[7] کی ہوتی ہے اور ایک لاپروائی[8] کی کہ کان دھر کے بات کو سنا ہی نہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر واقعی بات ذہن سے اتر جائے تو اپنی بھول پر افسوس کرنا چاہیئے اور شوہر سے اپنی غلطی کی معافی مانگنی چاہیئے اور اُس کام کو جلد سے

۱۔ نظم الاوقات۔ روزانہ کام کی فہرست۔ ۲۔ قطع و برید۔ ۳۔ ہیچ۔ ۴۔ کام سے واقف۔ ۵۔ کبھی کبھار ۶۔ بھول چوک۔ ۷۔ انسان کی خصلت۔ طریقہ۔ ۸۔ لاعلمی۔ ۹۔ غلط ترکیب ہے نا پرواہی چاہیئے جیسے لاچار اور ناچار۔ مگر زبان پر یوں ہی چڑھا ہوا ہے۔ ۱۲

جلد کر دینا اُس کی تلافیٔ[1] خیال کی جاسکتی ہی۔ خدانخواستہ اگر شوہر کی طبیعت ذرا بدمزہ ہوئی کہ بے چین اور بے قرار ہوگئیں۔ علاج معالجہ دوا ڈھونڈائی کا سخت اہتمام کرتی تھیں۔ یہ نہیں کہ کسی بات میں مساواتؔ[2] ہو۔ میاں کا بھی یہی حال تھا کہ بیوی کے دلؔ[3] دادہ اور فریفتہ تھے بعض ناقصؔ[4] العقل عورتیں کہتی تھیں کہ اُلّو کا گوشت کھلا دیا ہی جو اس طرح کوڑؔ[5] یا غلام بنالیا۔ ایسی عورتوں کو معلوم رہنا چاہیئے کہ اُلّو کے گوشت کھلانے سے کچھ نہیں ہوتا ہاں اطاعت اور فرماں برداری کا اثر اُلّو کے گوشت سے بھی زیادہ ہوتا ہی جس کا دل چاہے اسے آزما کر دیکھے جُھکتے کے ساتھ کوئی جُھکتا ہی۔ ایسا ممکن نہیں کہ تم کسی سے محبت کرو اور وہ تم سے نفرت۔ ع

دلؔ[6] را بہ دل رہیست دریں گنبد سپہر

ایسا کون ہوگا جو ایسی اَن مولؔ[7] بیوی کا عاشقِ صادق نہ ہو۔ میاں نے کبھی آدھی بات اُلٹ کر بیوی کو نہیں کہی کیا معنی معصومہ نے کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ جو بات دیکھی میاں کے خلاف مرضی ہی وہیں چھوڑ دی۔ وہ آدمی کیا جو اتنا بھی نہ سمجھے وہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہی جو بار بار کہنے پر بھی باز

۱۔ بدلہ۔ ۲۔ سستی۔ کاہلی۔ ڈھیل۔ ۳۔ دل سے فدا۔ ۴۔ جس کی عقل میں نقص یعنی کمی ہو۔ ۵۔ بن داموں کا غلام۔ ۶۔ اس دُنیا میں دل کو دل سے راہ ہوتی ہی یعنی ایک دل کی دوسرے کو خبر ہو جاتی ہی۔ ۷۔ جس کی کچھ قیمت نہ ہو سکے یعنی بہت بیش قیمت۔ ۱۲

نہ آئے ایسی عورتیں جو شوہروں کے خلاف مرضی کام کرتی ہیں ایک گھر میں دو حکومتیں قایم کرنا چاہتی ہیں لیکن دو بادشاہ در اقلیمے نمی گنجند۔ ضرور ہی کہ دونوں میں کج بحثی ہو جس کا انجام نااتفاقی ہی حقیقت میں شوہر گھر کا بادشاہ ہی اور بیوی وزیر۔ اگر بادشاہ اور وزیر کی مرضی مل جائے تو پھر ملک کیوں نہ پنپے اسی طرح اگر میاں بیوی کی مت ایک ہو تو وہ گھر جنت کا نمونہ کیوں نہ ہو۔ پس گھر کا دوزخ یا جنت بنانا بالکل عورتوں کے ہاتھ میں ہی۔ میاں کا یہ حال تھا کہ بن کہے کپڑ التّا۔ کہنا پاتّا۔ ہمیشہ لاتے اور منواتے رہتے تھے کہ کسی طرح بیوی کا دل میلا نہ ہو۔ جو میاں کی مرضی تھی وہی بیوی کی مرضی تھی دونوں ایک دوسرے کے نعم البدل تھے۔ ان کی زندگی دوسروں کے لیئے بہترین نمونہ تھی۔ یہی میاں تھے جن کی لاڈلی سے ایک منٹ بھی نہ بنی یا یہی میاں تھے کہ معصومہ کا کلمہ پڑھتے تھے اور جان و دل سے فدا تھے اور معصومہ کے قدموں پر ان کی نگاہ تھی۔ میاں کو ایسا مٹھی میں لے لینا صرف معصومہ کی اطاعت شعاری کا ثمرہ تھا اس میں جادو ٹونے کا دخل تھا نہ کسی گنڈے تعویذ کا عمل

توان بلطف و مدارا اسیر کردن دل ۔ بہ دام و دانہ بگیرند مرغ دانا را

۱۔ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے۔ ۲۔ ٹیڑھی بات ۔ ۳۔ بدل جاتی ہے جیسے کپڑ التّا۔ ۴۔ آزردہ۔ ۵۔ ایک سے ایک بہتر۔ ۶۔ یعنی ہر وقت معصومہ ہی کا نام زبان پر تھا۔ ۷۔ قابو میں کر لینا۔ ۸۔ مہربانی اور محبت سے کسی کے دل پر قابو کر سکتے ہیں کیوں کہ دانے کے لالچ میں سیانا جانور بھی آن پھنستا ہی۔ ۱۲

۲۷۔ پھلا پھولا چمن

عیش و عشرت میں بسر ہوتی تھی میری زندگی
پہلوئے گل میں تھا حاصل ساز و سامانِ چمن

معصومہ کو بیاہے پانچواں برس تھا۔ اس گھر میں خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ میاں بیوی پر نثار تھے تو بیوی میاں پر فریفتہ اگر کسر تھی تو صرف ایک بات کی کہ اللہ نے اب تک کوئی بال بچہ نہیں دیا تھا جس کی وجہ سے گھر میں اصلی چہل پہل[1] اور رونق نہ تھی۔ اولاد کی تمنا کس کو نہیں ہوتی۔ غریب سے غریب بھی آرزو مند ہوتے ہیں اور یہ تو بڑا گھر تھا۔ گو فرخندہ جمال بھی اس خواہش سے مستغنی[2] نہ تھا لیکن اس نے کبھی بیوی کے منہ پر نہ رکھا[3] اور کہتا تو کیا کہتا بھلا یہ کسی کے بس کی بات ہے۔ یہ تو خدا کی دین ہے۔ جسے چاہے دولت اولاد سے مالا مال[4] کر دے اور جسے چاہے چوہے کا بچہ بھی نہ دے۔ مثل مشہور ہے رزق روزی عورت کی قسمت سے آل اولاد مرد کی تقدیر سے۔ اولاد کی تمنا ایک فطرتی[5] بات ہے ایسا کون ہوگا جو اپنے گھر کی رونق اور آبادی نہ چاہتا ہو۔ شادی بیاہ کی اصل غرض یہی ہے کہ سلسلۂ نسل جاری ہو اور اگر یہ نہیں تو ایسا ہے

۱۔ رونق۔ ۲۔ بے پروا۔ ۳۔ دو بدو نہ کہا تھا۔ ۴۔ بھرپور۔ ۵۔ قدرتی۔ جبلی۔ ۱۲

کہ باغ تو لگایا مگر پھل نہ آیا۔ عورتوں کو مردوں سے زیادہ اولاد کا خیال ہوتا ہی معصومہ بھی اپنی لاولدی[1] سے دل ہی دل میں کڑھتی[2] تھی لیکن کیا کرسکتی جب کبھی کسی سے ذکر آیا بس یہی صلاح دی کہ گنڈہ تعویذ کرو۔ اللہ کے کلام میں بے شک بڑی برکت ہی معصومہ سچی مسلمان تھی وہ جانتی تھی کہ کلام ربانی میں بڑی تاثیر[3] ہی لیکن گنڈہ تعویذ تو نرا ڈھکوسلا[4] ہی اور منت مرادوں سے مقصد براری[5] ہوتی ہی ہاں ایمان میں خلل ضرور آجاتا ہی اور انسان مفت میں دوزخ گھسیٹے[6] ہیں۔ ان وجوہ سے اس نے اس طرف مطلق توجہ نہیں کی۔ اب رہا علاج معالجہ کرائے تو کون گھر میں بڑا بوڑھا کوئی تھا ہی نہیں جس کو تک[7] دو[8] ہو مس راس جو پڑھانے آتی تھیں اُن سے معصومہ سے بہت بے تکلفی ہو گئی تھی گھنٹوں وہ آکر بیٹھا کرتی تھیں مس صاحب معصومہ کو انگریزی پڑھاتی تھیں اور خود معصومہ سے مراۃ العروس اور توبۃ النصوح پڑھتی تھیں۔ خدا نے اُن کے دل میں یہ بات ڈالی اُنھوں نے معصومہ سے ذکر کیا۔ معصومہ نے نادان عورتوں کی طرح ٹھنڈا[11] سانس بھرا نہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی نہ بے تابی[12] اور نا امیدی

۱۔ بے اولادی۔ ۲۔ آزردہ۔ ۳۔ اثر۔ ۴۔ خال۔ ۵۔ ڈھونگ۔ ۶۔ مطلب نکلنا۔ ۷۔ نقصان۔ ۸۔ ٹھائی گیرے مفت خورے غیر مستحق۔ ۹۔ اصل معنے دوڑ دھوپ کے ہیں یعنی ایسا کون تھا جس کے دل کو لگی ہو۔ ۱۰۔ کنواری عورت مس اور بیاہی مسز کہلاتی ہی۔ ۱۱۔ سانس کو دلّی میں مذکر اور لکھنؤ میں مونث بولتے ہیں رنج و غم میں ٹھنڈا سانس بے اختیار نکلتا ہی۔ آہ سرد۔ ۱۲۔ بے قراری۔ ۱۲۔

ظاہر کی۔ کہا تو یہ کہا کہ یہ تو اللہ کی دین ہے۔ اپنی اپنی تقدیر کا لکھا[1] ہے۔ مس صاحب نے اُس وقت تو کچھ نہ کہا مگر دوسرے پھیرے[2] میں آئیں تو ان کے ساتھ اور ایک میم بھی تھی۔ یہ سمجھیں کوئی مشن کی نئی میم آئی ہوگی۔ ملانے لائی ہیں جیسا کہ بارہا ہو چکا تھا۔ مس راس نے مس سٹیلی کو انٹروڈیوس (تعارف) کرایا کہ یہ زنانہ ہاسپٹل[4] کا لیڈی ڈاکٹر ہے۔ مس سٹیلی مسکرائیں اور شیک ہینڈ[5] کیا۔

مس راس۔ ہم آپ کا ذکر مس صاحب سے کیا۔ مس صاحب بہوٹ[6] اچھا ہے۔ ہمارے سنگ[7] آپ کو ڈیکھنے چلا آیا اور مس صاحب بہوٹ کھش[8] ہوگا اگر آپ علاج کرنا مانگٹا[9] ہے۔ ہم امیڈ کرٹا ہے مس صاحب کا ڈوا آپ کو ضرور فائدہ ڈے گا۔ معصومہ نے مس راس اور مس سٹیلی دونوں کا شکریہ ادا کیا اور لیڈی ڈاکٹر[10] جو جو پوچھتی گئیں سب حال کہہ سنایا۔

مس سٹیلی۔ ہم بہت افسوس کرٹا ہے۔ پانچ برس! بچہ نئیں۔ آپ بلکول[11] ٹن درسٹ معلوم ڈیٹا ہے کوئی سبب نئیں۔ ضرور کچھ کھرابی[12] ہے۔ آپ کسی وکٹ[13] ہاسپٹل آنا سکٹا ہے تو ہم اگزمین (امتحان) کرے گا اور ڈیکھے گا کیا نوکسان[14] ہے۔

۱۔ مقدر کا لکھا۔ ۲۔ کئی دفعہ۔ ۳۔ پہنچوایا۔ ملاقات کرائی۔ ۴۔ ہسپتال شفاخانہ۔ ۵۔ مصافحہ ہاتھ ملانا۔ ۶۔ بہت۔ ۷۔ ساتھ۔ ۸۔ خوش۔ ۹۔ چاہتا۔ ۱۰۔ عورت ڈاکٹر۔ ۱۱۔ بالکل۔ ۱۲۔ خرابی۔ ۱۳۔ وقت۔ ۱۴۔ نقصان۔ ۱۲

اس گفتگو کی سوائے اِن تینوں شخصوں کے کسی کو خبر نہ تھی۔ معصومہ کے نوکروں کی یہ مجال[1] نہ تھی کہ جہاں کوئی آیا اور سب سمٹ آئیں۔ ہُس ہُس[3] میرے کان میں گھُس کن سُوئیاں لینی[4] شروع کیں۔ دو چار دن کے بعد خود مس اس آکر معصومہ کو اپنے ساتھ دواخانے لے گئیں مِس سٹیلی بڑی خلیق اور ملنسار اور ہمدرد تھیں بہت خاطر تواضع سے پیش آئیں۔ چاے پلائی اور معصومہ کو دیکھ بھال کر کہا کہ کچھ بہوٹ ڈی فکٹ (خرابی) نائیں ہی۔ اسٹریلٹی (بانجھ پنا) بلکول نئیں۔ البٹ[5] کچھ نوکسان ہی۔ علاج کرنے سکے گا تو ہم اُمیڈ کرٹا ہی کہ ٹم کو بہوٹ بچہ ہوگا (ہنس کر) اٹنا بہوٹ تم گھبرا جاے گا۔ معصومہ نے لگ کر[6] کئی مہینے علاج کیا۔ مس صاحب بھی بہت توجہ اور اہتمام سے علاج کرتی تھیں لیکن کوئی فوری[7] اثر مترتب نہیں ہوا مس صاحب نے کہا۔ وِل[8] ہم کو کچھ اِن کم پے ٹبلیٹی (ناموافقت امزجہ و حالات) شوبا[9] ہوٹا ہی۔ ہم سول[10] سرجن کو چھٹی دیٹا ہی تم اپنے صاحب کو بولو کہ سول سرجن صاحب سے مولاکات[11] کرے۔ ٹم کو اب

۱۔ طاقت۔ حوصلہ۔ ۲۔ جمع ہو جائیں۔ اکھٹی ہو جائیں۔ ۳۔ بچے ایک کہانی کہا کرتے ہیں پودنے کی کہ جو چیز راستہ میں ملی اُس نے سب کو کان میں گھُسا لیا یہ پودنے ہی کا مقولہ ہے۔ کہ ہُس ہُس مرے کان میں گھُس یعنی سب کو اپنے پاس ٹھونس لینا۔ ۴۔ خفیہ طور پر باتیں سُننا۔ ۵۔ البتہ۔ ۶۔ مسلسل۔ دل ہی سے۔ ۷۔ جلد نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔ ۸۔ اچھا۔ ۹۔ شبہ۔ ۱۰۔ ضلع کا صیغۂ مال کا بڑا ڈاکٹر۔ ۱۱۔ ملاقات۔ ۱۲

کوئی کھرابی[1] نہیں۔ بہوٹ ممکن ہے ٹمارا[2] صاحب کا نوکساں ہو۔ فرخندہ جمال سول سرجن کے پاس گئے اُس نے اِن کو دیکھ کر کہا وِل ڈپٹی صاحب ہم آپ کا بابٹ مس سٹیلی کو بولے گا۔ پھر خدا جانے اُس نے مس سٹیلی سے کیا کہا لیکن خدا کے حکم کی دیر[3] تھی۔ چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ تیری شان! جس بات کا وہم وگمان بھی نہ تھا وہ ظہور میں آئی ؂

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار[4] نہ ہو اُس سے مایوس[4] امیدوار

مس سٹیلی خوشی سے اُچھل پڑیں اور مبارک باد دی۔ مس سٹیلی کو جس قدر خوشی نہ ہوتی کم تھی کہ اُن ہی کی محنت کا یہ ثمرہ تھا لیکن چھ مہینے تک کسی کو کانوں[5] کان بھی خبر نہ ہوئی جب پوری طرح علامات[6] ظاہر ہوگئیں اور یقین کامل ہوگیا تو پھر سب کو خودبخود[7] معلوم ہوگیا۔ فرخندہ کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔ ابھی اِن کو اولاد کی کیا قدر تھی۔ یہ کیا جانتے تھے کہ اولاد کیسی نعمت ہے نو مہینے میں مس سٹیلی کے ہاتھ سے خدا نے چاند سا بیٹا دیا۔ بھلا مجال تھی کہ ہمارے ہاں کے زچہ خانوں کی طرح طوفان بے تمیزی برپا ہوتا۔ نہ یہاں بھیڑ بھاڑ تھی۔ نہ مہمانوں کی اودھم نہ غُل نہ شور۔ البتہ دلّی سے معصومہ کی چچی امراؤ اور اُن کی بھاوج اختر آگئی تھیں۔ سو اُن کو بھی مس صاحب نے

۱۔ خرابی۔ ۲۔ تمھارا۔ ۳۔ دیر۔ ۴۔ ناامیدی۔ ۵۔ مطلق۔ بالکل۔
۶۔ نشانیاں۔ ۷۔ آپ ہی آپ۔ ۱۲

ہٹا دیا تھا۔ بچے کو نہلا دھلا زچہ کو فوراً سو جانے اور آرام کرنے کی تاکید کی کیونکہ زچہ ہلکان ہو جاتی ہے اُسے فوراً سکون اور آرام کی ضرورت ہے بچہ ہوتے ہی گرم گرم دودھ پلایا۔ اسٹنس آف چکن (چوزے کی یخنی) کے دو چمچے پلائے مس صاحب اپنے بنگلے گئیں اور اِدھر معصومہ کی جو آنکھ لگی تو برابر تین گھنٹے آرام کیا تیسرے پہر کو پھر مس صاحب آگئیں اور بچے کو دودھ لگا دیا۔ عورتوں نے دبی زبان سے کہا بھی کہ ہمارے ہاں تو تیسرے دن دودھ لگاتے ہیں ابھی دودھ اُترا ہی کہاں ہوگا مس صاحب نے کہا تم کو کیا معلوم جس قدر جلد ممکن ہو دودھ لگانا چاہیئے۔ اس سے ایک تو بچہ دودھ نہیں بھولتا دوسرے ماں کا دودھ خود بڑا مسہل ہے گھٹی وٹی کچھ مت دو تیسرے زچہ کو بھی اس میں فائدہ ہے۔ صرف بڑی احتیاط اِس بات کی ہے کہ زچہ ہل چل نہ کرے نہ اُٹھ کر بیٹھے معصومہ کو دودھ کا بخار تو ضرور آیا مگر میم کی دوا سے چند گھنٹوں میں اُتر گیا۔ رات کو کچھ ایسی خواب آور دوا دی کہ مزے سے بے خبر سو گئیں۔ لڑکے کا نام خجستہ خصال رکھا۔ اصل خیر سے چھٹی چلّہ سب بہ خیر و خوبی ختم ہوا مس سٹیلی کو پانسو روپیے کا چیک دیا گیا جس کو انھوں نے بہت خوشی سے قبول کیا اور اپنی طرف سے اور پان سو ملا کر معصومہ

۱۔ حیران ۔ ۲۔ چین ۔ ۳۔ نیند لانے والی ۱۲

زنانہ وارڈ" کے نام سے ایک کمرہ ہسپتال میں بنا دیا۔ ادھر لڑکا پیدا ہوا اُدھر ڈپٹی صاحب کو خان بہادری کے خطاب کے ساتھ ترقی بھی ملی۔ لڑکا کیا بھاگوان تھا۔ اب گھر کی رونق کچھ اور ہی تھی۔ نو برس میں اللہ نے سات بچے دیئے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں۔ سب میں سوا سوا برس کا چھوٹا بڑا تھا۔ سارا گھر گلزار[1] ارم بن گیا۔ اُن کی پیاری پیاری اور بھولی بھولی صورتیں اُن کی مزے مزے کی باتیں طرح طرح کے تماشے ماں باپ تو ماں باپ ان ہوئے[2] کو بھی پسند آتے تھے بچے سب نادان اور چھوٹے تھے لیکن معصومہ کی تربیت ایسی تھی کہ ابھی سے ادب قاعدہ ایسا سکھایا تھا کہ ماں کے اشاروں پر چلتے تھے۔ کیا مجال کہ ایک دوسرے سے لڑیں۔ یا مار کٹائی کریں یا اودھم مچائیں یا کسی بات پر مچلیں[3] اور ضد کریں۔ بچے صاف ستھرے۔ ہاتھ منہ دھلے ہوئے نہ ناک بہ رہی ہے نہ آنکھوں میں چیپڑ ہے نہ سر میں جوئیں۔ سر کے بال بنے ہوئے پاؤں میں موزے اور بوٹ۔ ایں[4] قدر وایں قدر۔ ایسے بھلے معلوم دیتے تھے کہ راستہ چلنے والوں کو پیار آتا تھا۔ ناشتہ۔ کھانے۔ نہانے۔ کپڑے بدلنے پڑھنے لکھنے۔ ہوا خوری۔ سونے۔ اُٹھنے بیٹھنے سب باتوں کے اوقات مقرر تھے۔ ابھی سے بچوں کو پابندی اوقات کا خیال تھا۔

۱۔ باغ بہشت۔ ۲۔ اجنبی غیر۔ ۳۔ اڑ جائیں۔ لوٹ جائیں۔ ۴۔ اتنے اور اتنے اور اتنے۔ ۱۲

بڑے تین لڑکے تو مدرسے میں جاتے تھے باقی لڑکی بشریٰ کو خود پڑھاتی تھیں۔ تم کو حیرت ہوگی کہ پانچ برس کی ننھی سی جان کیا پڑھتی ہوگی پڑھنے کے یہ معنی نہیں کہ بغدادی قاعدہ رٹوایا جا رہا ہے۔ مار بھی پٹ رہی ہے اور کان بھی مڑوڑے جا رہے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ یہ بھی کوئی پڑھنا ہے پڑھنا کیا ہوا عذاب جان ہوا۔ یہاں تو پڑھنے کا پڑھنا اور کھیل کا کھیل تھا۔ بہت سی باتیں زبانی بتاتی تھیں۔ سو تک گنتی یاد تھی۔ دس تک پہاڑے۔ قصہ کہانیوں میں سیکڑوں باتیں ذہن نشین[1] کر دیں۔ جب طبیعت حاضر دیکھی تھوڑی دیر کے لیے حرف بھی پہچنوا دیئے۔ پڑھنا وہی ہے جو خوش دلی اور شوق سے ہو بچوں پر نہ جبر ہو نہ سختی۔ مار دھاڑ کا اس میں کیا کام۔ دُنیا عجب مقام ہے۔ جسے دیکھو کسی نہ کسی فکر میں سرگرداں ہے۔ خوشی کے ساتھ غم لگا ہوا ہے ؎

رنج و راحت جہاں میں توام[2] ہے
کہیں شادی ہے اور کہیں غم ہے

معصومہ کا ایک بچہ پلا پلایا بڑے کا بڑا ہیضہ سے دلی میں گود خالی کر گیا جس کا بے انتہا قلق تھا۔ معصومہ تو پہلے ہی سے دھان[3] پان تھی اب ہر سال بچہ ہونے سے اور بھی کم طاقت ہو گئی۔ دودھ پہلے ہی سے کم تھا

۱۔ دل میں بٹھا دیں۔ ۲۔ ساتھ ساتھ۔ توام کے اصلی معنی جوڑواں کے ہیں۔ ۳۔ دُبلی پتلی۔ نازک ۱۲

مشکل سے چار پانچ مہینے دودھ کفاف[1] کرتا تھا۔ انّا رکھ کر آئے دن کی مصیبت کون لے۔ اِس لیئے شروع ہی سے گائے کا دودھ لگا دیتے تھے ملنز فوڈ اور ہارلکس ملک[2] ایلنبیری فیڈنگ بھی دیا جاتا تھا۔ اسی طریقے پر خدا کے فضل سے سب بچے پرورش پائے اور پروان چڑھے[3] مگر کلیجے کو داغ لگنا تھا سو لگ گیا۔ چار دن میں بچہ چٹ پٹ ہو گیا۔ اولاد کا داغ ماں کے دل سے پوچھا چاہیئے۔ اُس کا گلگوتھنا[4] سا ڈیل ٹھگنا[5] سی صورت۔ گوری رنگت اُس پر سیاہ بال۔ پیاری پیاری حرکات۔ ہُمک[6] کر گود میں آنا کلکاری مار کر[7] ہنسنے کا خیال جب آتا تھا تو دل پر ایک سانپ لوٹ جاتا تھا اور زار و قطار آنسو جاری ہو جاتے تھے ؎

مثِ چوں زیم کہ سینۂ من چاک کردہ اند
لختِ جگر بریدہ تہِ خاک کردہ اند[8]

معصومہ اپنی طرف سے بچوں کے دودھ کی بہت احتیاط کرتی تھی۔ تازہ گائے کا دودھ بن ملونی[9] کا آتا تھا چونے کا پانی بھی ملا دیا جاتا تھا۔ اپنے سامنے شیشی کو

۱۔ پورا ہوتا تھا۔ ۲۔ ملنز فوڈ اور ہارلکس ملک دونوں سفوف ہیں جو بچوں کے لیئے ازبس مفید اور مقوی ہیں اور ایلنبیری فیڈنگ ایک قسم کا سفوف ہے جو گائے کے دودھ میں ملا دینے سے اُس کی خاصیت قریب قریب ماں کے دودھ کی سی ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ گرائپ واٹر کا استعمال بھی بچوں کے معدے کی شکایات کا بڑا عمدہ علاج ہے۔ ۳۔ بڑے ہوئے۔ پرورش پائی۔ ۴۔ گول مول سڈول۔ ۵۔ ننھی منّی۔ خوب صورت چھوٹی سی۔ ۶۔ اچھل کر۔ ۷۔ ٹھٹھا مار کر۔ ۸۔ میں اب کس طرح جیوں کہ میرا سینہ چیر کر میرے کلیجے کے ٹکڑے کو خاک میں ملا دیا۔ ۹۔ آمیزش۔ ۱۲

ہر وقت خوب صاف کرا کے پلواتی تھی مگر پھر بھی ہمارا خیال ہے کہ ماماؤں کی غفلت اور دودھ کی بے احتیاطی سے یہ بچہ ضائع ہوا۔ گو انسان اپنی موت سے مرتا ہے مگر اوپر والے کچھ نہ کچھ وجہ گھڑ ہی لیتے ہیں۔ معصومہ کے اس وقت اللہ رکھے چار بچے اور تھے لیکن اولاد کی دولت سے کسی کا دل سیر[1] نہیں ہوتا۔ کتنے بھی بچے ہوں مگر غریب سے غریب بھی یہ نہیں چاہتا کہ ہو کر ایک بھی مرے۔ معصومہ بے چاری کی اچھوتی[3] کوک کو داغ لگ ہی گیا۔ مدتوں اس غم میں گھلتی رہی۔ میاں نے بار ہا سمجھایا کہ رنج و غم بے فائدہ ہے۔ جو گیا پھر آتا نہیں۔ خدا کی امانت تھی اُس نے لے لی اس پر اس قدر رنج کرنا ایک گونہ[4] اظہار ناشکری ہے اور شانِ عبودیت[5] کے خلاف ہے۔ شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن[6]۔ خدا کی مرضی میں کسے دخل ہے وہ جو چاہے کرے ہمارا کام صبر و شکر ہے اور بس۔ فرض کرو کہ ایک باغ میں چند مالی نوکر ہیں۔ باغ جس کا ہے وہ ہر طرح مالک و مختار ہے اگر وہ کسی درخت کو کاٹ ڈالنے کا حکم دے تو کیا مالی کو حق ہے کہ وہ اُس کو منع کرے یا اُس کی مجال ہے کہ اُس کے حکم کی تعمیل میں حیل و حجت[7] کرے یا یوں سمجھو کہ کسی نے کچھ روپیہ تمھارے پاس امانت رکھوایا اور چند دن کے بعد وہ اپنی امانت واپس مانگتا ہے تو کیا

۱۔ نباہی۔ ۲۔ بھرتا نہیں۔ ۳۔ جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو۔ ۴۔ ایک حد تک۔ ۵۔ بندگی کی حالت۔
۶۔ زندگی کے دن ہر طرح تیر کرنے فرض ہیں خواہ خوشی سے گزریں خواہ رنج سے۔ شعر
ای شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے۔ ۷۔ بہانہ بحث و تکرار۔

کوئی خوش[1] معاملہ آدمی اُس کی امانت واپس دینے میں پس[2] وپیش کرے گا یہ تو دُنیا کے آقا اور نوکر کا حال ہوا جس میں آقا کے اختیارات محدود[3] ہیں لیکن خدا اور بندے کی مناسبت اور طرح کی ہوتی ہے وہ قادر[4] مطلق ہے اور یہ عاجز و نا چار یہ جتنے بچے ہیں ہمارے پاس خدا کی امانت ہیں۔ ہم کو ایک مامتا اُسی نے لگا دی ہے اگر یہ نہ ہوتی تو یہ ننھی سی جانیں پرورش کیوں کر پاتیں مگر اس مامتا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم اِن کے مالک بن بیٹھیں اور اپنی مِلک سمجھنے لگیں۔ جو اپنی رحمت سے دیتا ہے لے بھی سکتا ہے۔ رحمت پر شکر اور مصیبت پر صبر ہر بندہ کا فرض ہے اگر اُس نے ہم سے ایک بچہ لے لیا تو اُس کی مصلحت وہی خوب جانتا ہے

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر غور کرو تو خود دُنیا کے دن کی ہے جس طرح دُنیا ہمارے لیئے ایک سرا ہے کہ چند دن مسافرانہ ٹھیرتے ہیں اور پھر چلتے پھرتے نظر آئیں گے اُسی طرح یہاں کی ہر چیز بے ثبات[5] اور فانی[6] ہے اور یہاں کی راحتیں اور تکلیفیں دونوں عارضی اور چند روزہ[7] ہیں۔ خوشی اور غم دونوں حالتیں گزر جاتی ہیں۔ جو لوگ یہاں کی خوشی پر پھول جاتے ہیں وہ بالکل نادان ہیں

۱۔ راست باز کھرا۔ ۲۔ تامل۔ ۳۔ بندھے ٹکے۔ ۴۔ پوری قدرت والا۔ ۵۔ جس کو قیام نہیں۔ ۶۔ فنا ہونے والی مٹنے والی۔ ۷۔ تھوڑے دن کی۔ ۱۲

اور اسی طرح جہان کی تکلیفوں پر کڑھنا اور اُس کے پیچھے اپنی جان گنوانا سراسر حماقت اور نادانی ہی صرف تقدیم و تاخیر کا فرق ہی کوئی آگے جاتا ہی کوئی پیچھے۔ غرض جانا سب کو ہی ؎

قفسِ تن میں نہ گھبرا ہوا سے طائرِ روح
جو گرفتار ہی ایک روز رہا ہوتا ہی

علاوہ اس کے حدیث شریف میں آیا ہی کہ جن کے بچے خوردسال مرجاتے ہیں اور وہ خدا کی مرضی پر صابر و شاکر رہتے ہیں اُن کے لیے بڑا اجر ہی جزع و فزع کرنے سے حاصل تو کچھ نہیں ہوتا مگر ہاں ثواب جاتا رہتا ہی پس جو بات اپنے اختیار سے خارج ہو اُس کے لیے اتنا شیون اور ماتم بپا کرنا تم جیسی ذی شعور عورت سے بہت بعید ہی۔ ع گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را۔

عرفی اگر بہ گریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

یہ بھی تم نے سنا ہوگا کہ چھوٹے بچے والدین کے لیے بخشش کا ذریعہ ہو جاتے ہیں پس اگر ہمارا ایک بچہ اپنے مالک کے پاس چلا گیا تو اُس کی مرضی

۱- کھونا۔ ہلکان کرنا۔ ۲- بالکل۔ ۳- بے وقوفی۔ ۴- آگے پیچھے۔ ۵- اے جان کے پنچھی و تو جو بدن کے پنجرے میں قید ہی کبھی نہ گھبرا ہو کیوں کہ جو کوئی قید میں ہوتا ہی وہ ضرور ایک نہ ایک دن چھوٹ جاتا ہی۔ ۶- ماتم۔ رونا پیٹنا۔ ۷- اگر تم خدا کے حکم کو نہیں پسند کرتے تو تمھارے بس میں ہو تو پھر قضا کو پلٹا دو۔ جو نا ممکن ہی۔ ہوگا وہی جو مالک کی مرضی ہو۔ ۸- عرفی (ایک شاعر کا تخلص ہی) اگر کسی کے رونے سے ملاقات ہو جایا کرتی تو پھر ملنے کے لیے سو برس تک بھی رونا ایک آسان بات تھی۔ ۹- بے صبری اور گھبراہٹ۔ ۱۲

میں ہم کو کیا دخل۔ اللہ نے جو بچّے تم کو دیئے ہیں اُن پر شکر اور اُن کی خیر مناؤ۔ تم کو روتے دیکھ کر یہ سہمے جاتے ہیں تمھیں اِس کا بھی خیال نہیں۔ میاں کی اِس تقریر سے معصومہ کو ایک گونہ تسلّی تو ضرور ہوئی کیوں کہ وہ خود سمجھ دار تھی مگر ساتھ ہی اس کے حد درجے کی رقیق القلب[1] بھی تھی وہ دوسروں کی مصیبت دیکھ کر تڑپ جاتی تھی چہ جائے کہ وہ مصیبت جو خود اس پر پڑی ہو۔ غرض یہ پہلا گھن[2] تھا جو اُسے لگا۔ ابھی اس صدمے کو ایک برس بھی نہ گزرا تھا کہ چچا نے جو بچارے باپ کے تھے انتقال کیا۔ یہ صدمہ بھی کچھ کم نہ تھا کہ گھر کا کماؤ اُٹھ گیا۔ اِن دو متواتر[3] صدمات نے معصومہ کو بٹھا دیا۔

۲۸۔ حیدر آباد کی ملازمت

اگر[4] فردوس بر روے زمین ست — ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

خجستہ خصال کے بعد جب دوسرا لڑکا نیک فال پیدا ہوا تو وہ بھی اپنا رزق آپ ساتھ لایا۔ یہ عجیب حسن اتفاق تھا کہ ہر بچّے کے ساتھ کچھ نہ کچھ ترقی بھی ہوتی تھی۔ لوگ ہونستے[5] بھی تھے کہ اللہ نے اولاد بھی دی اور دولت بھی حیدر آباد میں نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں کا طوطی بول رہا تھا فرخندہ جمال

۱۔ نرم دل۔ ۲۔ کیڑا۔ ۳۔ لگاتار، پیاپے۔ ۴۔ اگر دُنیا کے پردے پر کہیں جنت ہے تو وہ جگہ بس یہی مقام ہے۔ ۵۔ کسی کی فلاح اور بہبودی پر رشک کرنے کو ہونسنا کہتے ہیں۔ ۱۲

تے اُن سے بڑی گہری ملاقات تھی۔ وہ بھی ڈپٹی تھے اور یہ بھی۔ پھر سرسیّد کے چیلوں میں بھی تھے۔ علی گڑھ کالج میں بار بار چندہ دیا۔ بورڈنگ[1] بنوائے۔ فرخندہ منزل[2] ان ہی کے زر عطیہ سے بنی ہے۔ ڈپٹی کلکٹری میں فرد[3] تشنی تھے۔ مولوی صاحب نے ان کو حیدرآباد بلوالیا۔ وہی ایک عظیم الشان قدردان اور سیرچشم[4] ریاست ہے جو اسلامی بادشاہت کی زندہ یادگار ہے۔ سُنتے تھے کہ دکن میں ہُن[5] برستے ہیں۔ اب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حضور سرکار عالی نظام ایک پارس[6] ہیں جس کسی کی رسائی ہو گئی بس سونا ہو گیا۔ بلا تفریق[7] قوم و ملّت سب کی کھپت[8] ہے ہندو مسلمان پارسی۔ انگریز سب ہی اس چشمۂ فیض[9] سے سیراب ہیں ؎

ہر کجا[10] چشمہ بود شیریں — مردم و مرغ و مور گرد آیند

نواب[11] سر سالار جنگ نے سارے ہندوستان سے چُن چُن کے لایق

۱۔ طلبا کے رہنے کے مکان۔ ۲۔ جو روپیہ دیا تھا۔ ۳۔ ایک غیر معمولی شخص۔ ۴۔ جن کی نظر بھری پڑی ہو۔ ۵۔ قدیم طلائی سکہ تھا۔ ۶۔ ایک قسم کا پتھر ہے جس چیز کو وہ چھو جائے سونے کی ہو جاتی ہے۔ ۷۔ بلا امتیاز قوم اور مذہب کے۔ ۸۔ گنجایش۔ ۹۔ فیض کا چشمہ۔ ۱۰۔ جہاں کہیں میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے پیاس کے مارے کیا انسان اور کیا حیوان سب ہی تو جمع ہو جاتے ہیں۔ ۱۱۔ نواب میر تراب علی خاں بہادر سر سالار جنگ اولیٰ۔ نواب میر لائق علی خاں بہادر سر سالار جنگ ثانی اُن کے فرزند تھے اور نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ ثالث سالار جنگ اولیٰ کے پوتے اب سرکار عالی نظام کے مدار المہام ہیں۔ ۱۲

لوگوں کو جمع کیا اور ملک دکن کو رشک ارم بنا دیا۔ فرخندہ جمال کو برٹش گورمنٹ میں اب چھ سو روپیے ملتے تھے آگے چل کر آٹھ سو ہو جاتے بس نیٹیو (ہندوستانی) کے لیئے معراج ہو گئی یہاں چھوٹتے ہی اُن کو ہزار روپیے کی آفر (وعدہ) ہوئی اور قدر و منزلت عزت و توقیر وہ کہ کبھی اِن کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اِن کے ساتھ ساتھ دو عزیز بھی معقول تنخواہ کے ملازم ہو گئے بھلا یہ چٹخارا کہیں چھوٹ سکتا ہی۔ آئے تھے سال بھر کی فرلو (ایک قسم کی طویل رخصت) لے کر لیکن اب دکن چھوڑ کر کون جاتا ہی۔ کنٹربیوشن دے کر جم گئے۔ اِن کی لیاقت امانت دیانت کا ڈنکا بجنے لگا۔ تھوڑے ہی عرصے میں صوبہ دار (کمشنر) ہو گئے بھلا ہندوستان میں ان کو یہ دن کہاں نصیب ہوتا۔ پھر خدا جانے کیا کیا عہدے اِن کے لیئے تجویز ہوئے مگر سترہ سو کی تنخواہ پر بورڈ کا ممبر تو ہم نے بھی ان کو دیکھا ہی۔ حیدرآباد کے قیام میں اِن کو کئی لڑکے اور

۱۔ انتہا۔ ۲۔ ایک گورمنٹ سے بحالت ملازمت جب دوسری سرکار میں خدمت مستعار طور پر منتقل ہوتی ہی تو پہلی سرکار میں سلسلۂ ملازمت قایم رکھنے کے لیئے فی صدی بیس روپیے دینا پڑتا ہی اسی کو کنٹربیوشن کہتے ہیں۔ ۳۔ شہرت ہو گئی۔ ۴۔ بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ تمامی حالات من و عن میرے ہیں یعنی میں صوبہ دار ہو گیا اور میرے ہاں پوتا پوتی بھی ہو گئے حالاں کہ میں نے کہیں اس امر کا اظہار نہیں کیا کہ اس کتاب کے حصۂ دوم کے کل واقعات مجھ سے متعلق ہیں اتنا ضرور ہی کہ بہت سی آپ بیتی ہی جس کے ساتھ جا بجا سلسلۂ سخن کے لیئے کچھ فرضی باتیں بھی جوڑنی پڑی ہیں۔ منہ المصنف ۱۲۔

ایک لڑکی پیدا ہوئی زندگی کے دن بلا غل[1] و غش ہنسی خوشی گزرتے تھے۔ دن[2] عید رات شب برات تھی۔ لیکن زمانہ کب ایک حال پر رہتا ہی ہمیشہ پلٹیاں[3] کھایا ہی کرتا ہی۔

۲۹۔ صفیہ کی ولادت

باپ کی لائی ترقی ماں کی مرگِ ناگہاں[4]
جس کا پہلے سے نہ تھا دل میں ذرا[5] وہم و گماں

معصومہ حاملہ تھیں۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ حیدرآباد کی آب و ہوا زچاؤں کے لئے موافق نہیں لیکن خود ان کے کئی بچے اسی ملک میں ہو چکے تھے خدا یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہ ساتویں اور آخری زچگی تھی۔ حیدرآباد میں بہ خیر و خوبی سولھویں رمضان گیارہ بجے شب کے لڑکی پیدا ہوئی صفیہ نام رکھا گیا۔ عموماً لوگ لڑکی کا نام سنتے ہی مضمحل[6] ہو جاتے ہیں چہروں پر اداسی چھا جاتی ہی لیکن معصومہ کو بیٹی کے ہونے کی خدا جانے کیا بات ایک غیر معمولی خوشی تھی۔ فرخندہ جمال کو بیٹیوں کی ایسی کون سی لالا[7] تھی کہ وہ گھبرا جاتا۔ لے دے کے ایک لڑکی تھی وہ بھی ابھی تیرا پانچ برس کی اب

۱۔ بلا فکر ۔ ۲۔ بہر وقت خوشی ۔ ۳۔ کروٹیں ۔ انقلاب ۔ ۴۔ یکایک کی موت جس کا شان و گمان نہ ہو ۔ ۵۔ پژمردہ ۔ ۶۔ غمگین ۔ ملول ۔ پژمردہ ۔ ۷۔ قطار ۔ ۱۲

دوسری صفیہ پیدا ہوئی۔ بشریٰ بڑی لاڈلی تھی۔ بیٹوں سے کسی طرح اس کی کم
چاہت[1] نہ تھی۔ تین بیٹوں پر ہوئی تھی۔ تیسری لڑکی بڑی بھاگوان[3] ہوتی ہے۔ اور
تینتری[2] کہلاتی ہے۔ فرخندہ کو گھبرانے کی کوئی بات نہ تھی مگر معصومہ عورت ذات
تھی وہ جانتی تھی کہ مردوں کو لڑکیوں سے عموماً نفرت ہوتی ہے اس نے بطور
دفع دخل مقدر[4] میاں سے یہ بات کہی کہ مجھے تو یہ لڑکی لڑکوں سے بڑھ کر ہے خدا
جانتا ہے کہ لڑکے کی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس کی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بشریٰ
کو بھائی تو ماشاء اللہ خدا رکھے کئی دے دیئے ہیں مگر بہن اس کی کوئی بھی نہ تھی سو
صدقے جاؤں[5] اپنے رب کے بشریٰ کو کھیلنے کے واسطے اس نے ایک بہن دے دی
فرخندہ ہنس کر بولے مجھے بیٹا اور بیٹی دونوں برابر اور واقعی تھی بھی یہی بات وہ بشریٰ
کو کسی طرح لڑکوں سے کم نہ چاہتا تھا بلکہ سوا ہی ہو تو تعجب نہیں۔
وہ خود ایک روشن خیال آدمی تھا۔ لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیاں زیادہ
موہنی[6] ہوتی ہیں اور ان کی باتیں بھی زیادہ پیاری اور بھولی بھالی ہوتی
ہیں اور پھر لڑکے تو گھر کی دھن دولت ہیں لڑکیاں تو پرایا دھن ہے
دوسرے گھر جانے والی ۵

۱۔ محبت۔ ۲۔ تین بیٹوں پر جو بیٹی ہو وہ تینتری کہلاتی ہے اور بڑی بھاگوان ہوتی ہے۔
۳۔ خوش قسمت۔ مبارک قدم۔ ۴۔ کسی بات پر اعتراض ہونے سے پہلے اس کو دفع
کر دینا۔ ۵۔ قربان جاؤں۔ ۶۔ پیاری۔ ۱۲

آج رہے کل ہوں گے پرایا[1] رکھی رہی مہمانوں سے کاہے کو لڑیئے

ان کی آؤ بھگت چاؤ چونچلے جو کچھ ہوتے ہیں ماں باپ کے ہاں ہولیں پھر یا تقدیر

یا نصیب ماں باپ ہیم کے ساتھی ہیں نہ کرم کے۔ خدا جانے کس گھر جائیں

اور کیسوں سے پالا پڑے۔ نومولود لڑکی کی چھٹی خاصی طرح ہوئی۔ نویں دن

جمعہ کو بڑے لڑکے کا روزہ بڑے ارمان سے ہوا مہمان جمع ہوئے۔ دعوت

ہوئی عید کے کُل دن باقی تھے۔ صرف چار دن۔ بچوں کو عید کی خوشی لگی

ہوئی تھی۔ کسی کی جوتی آرہی تھی تو کسی کی ٹوپی کسی کے جھم جھم کے کپڑے

سِل رہے تھے۔ سب طرح امن و امان اور خیریت تھی۔

۳۰- دلی کی روانگی

بسفر رفتنت مبارک باد[2]

بسلامت روی و باز آئی

فرخندہ جمال کو کچھ ایسا ہی ضروری کام تھا جو عید چھوڑ کر صرف آٹھ دس دن کے

لیے دلی جارہے تھے۔ حیدرآباد میں دو ہی تعطیلیں بڑی ہوتی ہیں عید یا محرم

زچہ اور بچے کی طرف سے اب پورا اطمینان تھا۔ معصومہ خاصی طرح چلنے پھرنے

۱- یہ برج کی زبان ٹھیٹ ہندی بھاشا ہے اس میں (ڑ) کی جگہ بھی (ر) بولی جاتی ہے۔ ۲- آپ کو سفر

پر جانا مبارک ہو۔ ساتھ خیر کے جاؤ اور ساتھ خیر کے واپس آؤ۔ ۱۲

لگیں تھیں، ہشاش بشاش[1] تھیں۔ میاں کے جانے کا سب سامان کیا۔ ساتھ کے کپڑے درست کیے بچھونا بندھوایا۔ ناشتہ منگوایا اور ٹفن[2] بیسکٹ میں خود رکھا۔ قاعدے کی بات ہے کہ کچہری بند ہونے والے دن کام زیادہ ہوتا ہے پہلے تو فرخندہ کچہری سے بہت دیر کر آئے قریب چھ کے پھر ملنے[3] جلنے والے آگئے اُن کو اتنی فرصت نہ ہوئی کہ گھر میں جاکر تھوڑی دیر بیٹھے یہ تو وہ جانتے ہی تھے کہ صرف زبان[4] ہلانے کی دیر ہے سفر کا سامان تو انھوں نے سب درست کر ہی دیا ہوگا پھر ایسا کون سا لمبا چوڑا سفر تھا دس دن ادھر سے اُدھر بات[5] کرنے میں گزر جائیں گے معلوم بھی نہ ہوگا کہ گئے بھی تھے یہ صرف راستہ ناپنا تھا اس خیال سے اور بھی سویرے سے گھر میں نہ گئے کہ دوست احباب جو پونہچانے آئے اُن کو چھوڑ کر جانا مناسب نہ تھا حقے پان کا دور چل رہا تھا مزے مزے کی گپ شپ[6] اُڑ رہی تھی۔ ریل کا اسٹیشن گھر سے کچھ دور نہ تھا پیدل بھی پانچ منٹ میں جا سکتے تھے اسباب پہلے ہی سے نوکر چاکر لے کر چلے گئے تھے کہ فرخندہ وقت کے بہت پابند تھے گھڑی نے آدھا بجایا یعنی ساڑھے نو۔ ریل دس بجے جاتی تھی جب یہ

۱۔ خوش خوش۔ ۲۔ ناشتہ رکھنے کا بید کا صندوق۔ ۳۔ میل ملاپ والے۔ ۴۔ ذرا کہنے کی دیر تھی ادھر بات مُنہ سے نکلی اُدھر تعمیل ہوئی۔ ۵۔ ذرا سی دیر میں گزر جائیں گے۔ ۶۔ دل لگی کی باتیں۔ ۱۲

جھپٹ کر اُٹھے۔ کپڑے سفر کے پانچ منٹ میں پہن لیے۔ کوٹھے پر بیوی کے پاس گئے دیکھا کہ بیوی بچّی کو گود میں لیے پلنگ پر بیٹھی ہیں دوسرے بچّے کپڑے پہن کر پہلے ہی سے طیار ہیں کہ ہم تو آبا کو پہنچانے جائیں گے گو رات کا وقت تھا اور بچّے کبھی کے سو بھی جاتے لیکن ریل پر جانے کی خوشی بچّوں کو ہوتی ہی ہے جاگتے رہے۔ معصومہ (ہنس کر) نوج[1] تمھاری طرح کوئی ایسا چچڑ[2] ہو کر بیٹھے کہ ریل کا وقت آ گیا جب بھی تمھیں تمھارے دوستوں نے نہ چھوڑا کہ گھڑی دو گھڑی[3] تو گھر میں لگ کر بیٹھتے (مذاق سے) شاید کچھ کام کر رہے ہو گے جو جانے کا بھی خیال نہ رہا۔

فرخندہ۔ نہیں خیال کیوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ملنے کو آ گئے تھے اُن کو چھوڑ کر اُٹھنا مناسب نہ تھا۔ سامان تو جا ہی چکا ہے اب دیر کس بات کی ہے۔ ابھی چلا۔

معصومہ۔ ذرا ٹھیرو۔ تم نے کہا تھا اس لیے تمھیں یاد دلاتی ہوں۔ صفیہ کے کڑوں کا سونا ضرور لیتے آنا میں نے چیزوں کی فہرست لکھ دی ہے (یہ کہہ کر تکیے کے تلے سے اپنا لکھا ہوا پرچہ نکال کر دیا) تم کو اتنی فرصت کہاں کہ اس وقت دیکھ سکو اشتیاق کو دے دینا وہ سب چیزیں لا دیں گے اور ٹرنک میں دو ٹکڑے کار گھے کے میں نے رکھ دیے ہیں وہ یاد کر کے

۱۔ خدا نہ کرے۔ ۲۔ ایسا جم کر بیٹھے کہ اُٹھنے کا نام نہ لے۔ ۳۔ لمحہ بھر توجم کر بیٹھتے۔ ۱۲۔

میری بھاوج کو دے دینا اور سب کو میری طرف سے سلام کہنا اور بچوں کو بہت بہت پیار کرنا اور دیکھنا پونہچتے ہی اپنی خیریت کا تار ضرور ضرور بھیج دینا ورنہ میری جان ہولوں میں گھلے گی۔ فہرست لے کر فرخندہ نے گلے کے بٹوے میں رکھ لی اور کہا کہ ہاں صفیہ کے کڑوں کے سونے کا خیال ہی۔ اچھا کیا جو تم نے پھر یاد دلا دیا فی امان اللہ[1]!

معصومہ۔ اللہ بیلی[2]!

گاڑی طیار تھی بچوں کو لے ریل کی روانگی سے پانچ منٹ پہلے اسٹیشن پر پونہچے جو لوگ ان کو پونہچانے آئے تھے وہ بھی اسٹیشن پر پونہچے۔ ٹکٹ پہلے ہی سے نوکروں نے لے سامان ریل میں رکھ دیا تھا پہلے ہی سے پلیٹ فارم[3] پر ٹرین[4] طیار کھڑی رہتی ہی آتے ہی سب سے مل ملا بسم اللہ کہہ کر ریل پر سوار ہوئے۔ بچوں نے منہ بنانا[5] شروع کیا آزردہ ہونے لگے۔ فرخندہ نے سب کو پیار کیا اور کہا کہ میں تو بس اب آیا اور تمھارے واسطے اچھے اچھے کھلونے لاؤں گا۔

بشیری۔ ابا ہمارے لئے گوڑیا لائیے گا۔

فرخندہ۔ بیٹا ضرور۔

۱۔ اللہ کی حفاظت میں۔ ۲۔ عورتیں رخصت کے وقت اللہ بیلی کہتی ہیں۔ یعنی اللہ تمھارا حافظ و نگہبان ہی۔ ۳۔ وہ چبوترہ جس پر ریل ٹھیرتی ہی۔ ۴۔ ریل کی گاڑیوں کی لمبی قطار۔ ۵۔ رونے کی سی شکل بنائی لیسورنے لگے ۱۲۔

اتنے میں گھنٹی بجی سیٹی ہوئی۔ ریل یہ جا وہ جا۔

رمضان کے دن فرخندہ سفر میں بھی روزے نہیں چھوڑتے تھے اُن کا کہنا تھا کہ جہاں سلسلہ ٹوٹا بس ٹوٹا تین بجے رات کو سحری کی۔ کچھ پڑھتے رہے۔ صبح کی نماز پڑھ کر لیٹے آنکھ لگ گئی۔

۳۱۔ یہاں کیا گزری

آنے والا جانے والا بے کسی میں کون تھا ہاں فقط اِک دم غریب آسا رہا جاتا رہا

معصومہ تقدیر کی بڑی دھنی تھی۔ ایک غریب لڑکی کو دیکھو اور ایسا راج پاٹ اُس کی بڑی شان ہے جسے چاہے مالا مال اور نہال کر دے اور جسے چاہے تباہ اور سقیم الحال۔ اب اِس وقت خدا نظرِ بد سے بچائے معصومہ کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ بڑا لڑکا تو نو برس کا تھا اور بڑی لڑکی چھٹے میں اور سب سے چھوٹا لڑکا سراج تین برس کا تھا اور اسی وجہ سے ماں کو ہر وقت لپٹا رہتا تھا۔ گھڑی بھر کو نہ چھوڑتا تھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے بہترین عورت وہ ہے جو کثرت سے صاحب اولاد ہو۔ یہ خوش نصیبی بھی معصومہ کے حصے کی تھی۔ یہ گھر ایک پھلا پھولا چمن تھا جس میں یہ بلبلانِ شیریں سخن اور قمریانِ

۱۔ مصیبت۔ ۲۔ حکومت ثروت۔ ۳۔ خوش۔ ۴۔ ابتر حالت۔ ۵۔ بری نظر۔ ۶۔ ذرا دیر کو۔ ۷۔ میٹھی بولیاں بولنے والے۔ خوش گفتار۔ ۱۲

خوش لحن[1] نغمہ سنج[2] تھیں۔ ہر شخص خوش حال اور فارغ البال[3] تھا۔ دھن دولت آل اولاد امن امان۔ سکھ چین۔ کسی بات کی کمی نہ تھی۔ دن کو گھی کے چراغ جلتے تھے۔ کسی کو اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یوں آناً فاناً[4] یہ بنا بنایا گھر اجڑ[5] جائے گا۔ خدا جانے کس کم بخت کی نظر کھا گئی[6]

بہ یک گردش چرخ نیلوفری[7] نہ دارا بجا ماند و نی داوری

میاں ادھر سدھارے[8] بچے پونہچا کر آئے۔ ان کے کپڑے اتارا تو سب کو سلا دیا۔ خود قلیہ چپاتی کھائی پان وان کھا کر کوئی گیارہ بجے کے عمل[9] میں بستر استراحت[10] پر لیٹیں۔ آدھا گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ یکایک سر میں ایسے غضب کا درد شروع ہوا جیسے کوئی بھالے[11] مارتا ہے۔ معصومہ تھی بڑی ضابط[12] اف نہ کی[13]۔ جب تکلیف حد سے گزری تو ماما سے کہا جو پاس ہی لیٹی ہوئی تھی کہ میرے سر میں خدا جانے کس غضب کا درد ہے۔ یہ تو کچھ اور طرح کا ہے۔ ماما سر دبانے لگی۔ منع کیا نہ دباؤ اور

۱۔ اچھی آواز کی۔ ۲۔ نغمہ کے معنی راگ اور سنج = تولنا یعنی سنجندہ راگ گانے والی۔ ۳۔ خوش گزران ۴۔ جھٹ پٹ۔ ۵۔ تباہ ہو جائے۔ ۶۔ نظر لگ گئی۔ ۷۔ آسمان کی ایک ہی گردش میں نہ دارا جیسا بادشاہ رہا اور نہ اس کی حکومت ہی رہی۔ ۸۔ روانہ ہوئے۔ ۹۔ بہ بل محل ہے۔ ۱۰۔ آرام۔ ۱۱۔ برچھے۔ ۱۲۔ متحمل۔ برداشت کرنے والی۔ ۱۳۔ دم نہ مارا۔ ۱۲

زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ یہ کہتے کہتے تشنج[1] شروع ہوا۔ ہاتھ پاؤں مڑ گئے منہ سے کف[2] جاری ہو گئے۔ آنکھیں پتھرا گئیں[3] چھت کو لگ گئیں آدھی رات کا وقت گھر میں تھا کون نوکر چاکر سو سلا رہے تھے۔ رمضان کے دن کچھ اپنے گھر سحری کو چلے گئے تھے۔ ماماٗیں یہ حالت دیکھ کر بدحواس[4] ہو گئیں۔ ہاتھوں[5] کے طوطے اُڑ گئے۔ بڑھیا آیا بدحواس گھبرائی ہوئی باہر آئی۔ چو طرف ڈاکٹر کو آدمی دوڑائے۔ بھلا آدھی رات کا وقت کون ملتا ہے سب سے پہلے ڈاکٹر مظہر حسین صاحب جو وہیں قریب رہتے تھے نیند میں سے آنکھیں ملتے ہوئے ویسے ہی چلے آئے کیوں کہ ان سے اور فرخندہ سے بہت دوستی تھی اور یوں بھی ان کا خلق اور ہمدردی مشہور ہے اور صفیہ کے پیدا ہونے کے بعد بھی یہی نگراں تھے دوسروں میں سے کسی نے دروازہ ہی نہ کھولا کسی نے ٹال دیا کہ سواری لاؤ۔ کس کے دل کو لگی[6] تھی جو آتا۔ مظہر حسین صاحب کے آتے آتے تک دم آنکھوں میں تھا۔ پتلیاں ساکن[7] ہو گئی تھیں ؎

پتلیاں گردشِ دوراں کی خبر دیتی ہیں[8] ہچکیاں روح کو پیغامِ سفر دیتی ہیں

۱۔ ہاتھ پاؤں اینٹھنا۔ ۲۔ جھاگ۔ ۳۔ کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ غیر متحرک۔ ساکن۔ پتلی کو جنبش نہ تھی۔ ۴۔ پریشان۔ ۵۔ ہاتھ سے ایک چیز نکل گئی یعنی محو حیرت اور پریشانی ہو گئیں۔ ۶۔ کس کو ہمدردی تھی۔ ۷۔ حرکت بند ہو گئی تھی۔ ۸۔ زمانے کے پلٹا کھانے کی ۱۲

دو بجنے میں ابھی پاؤ گھنٹہ باقی تھا کہ روح قالب خاکی سے اعلیٰ علیین[1] کو پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رونا پیٹنا پڑ گیا۔ بچے جو ماں کو ابھی ابھی باتیں کرتے چھوڑ کر سوے تھے ماتم بپا ہونے سے گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ کیا ہوا۔ یہ لوگ کیوں رو رہے ہیں۔ ان معصوموں کو کیا معلوم کہ مرنا کیا چیز ہے۔ ماں کو بے حس[2] و حرکت پڑے دیکھ کر ننھے ننھے دل دہل[3] گئے رونے چلّانے لگے ؎

کون روتا ہے کسی کی یاد میں تم کو اتنی بھی خبر ہوتی نہیں

اسی وقت فرخندہ کو تار دیا گیا۔ ان پر کیا گزری آگے چل کر معلوم ہوگا۔ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ دن نکل آیا۔ کارخانۂ عالم اپنے معمول پر جاری ہوگیا ؎

دُنیا کے کارخانے ہرگز یہ کم نہ ہوں گے

چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

دس دن کی بچی بھوک سے تڑپ رہی ہے۔ ماں بے خبر سوتی ہے اور ایسا سو رہی ہے کہ پھر حشر تک نہ جاگے گی گھر میں سوائے نوکروں چاکروں کے کوئی مرد نہیں نہ کوئی ایسی بڑی بوڑھی عورت عالمِ غربت[4] اور پردیس۔ یاس[5] و حرماں

۱۔ مقام تقرب الٰہی۔ ۲۔ ہلتی نہ جُلتی۔ ۳۔ سہم گئے۔ ڈر گئے۔ ۴۔ تنہائی اور مجبوری۔

۵۔ ناامیدی اور بدنصیبی۔ ۱۲

کے سوائے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فرخندہ جمال خدا جانے کب آئے تار اُسے ملے یا نہ ملے۔ یا الٰہی کیا کیا جائے۔ کون کرے۔ دھن دولت سب موجود ہے مگر اس عالم بے کسی میں کچھ کام نہیں آتا۔ محلّے میں جس نے سُنا سنّاٹے[1] میں رہ گیا۔ ہیں یہ کیا ہوا۔ رات تک تو اچھی خاصی تھیں کیا ہوا جو یوں چٹ پٹ ہو گئیں۔ ہم نے تو بیماری کی خبر بھی نہ سُنی ابھی چند ہی گھنٹے تو ہوئے جو اُن کے شوہر بھلا چنگا چھوڑ کر دلّی گئے ہیں۔ اگر کچھ بیمار ہوتیں تو بھلا وہ کب جانے والے تھے خواہ[2] دُنیا اِدھر کی اُدھر ہو جاتی۔ بہر حال نمک حلال اور جاں نثار[3] نوکروں نے اُن کے دوست احباب کو خبر دی۔ کئی گھرانوں کی بیویاں آگئیں۔ پڑوس[4] میں جو مولوی غلام علی صاحب قریشی کا کنبہ رہتا تھا اِن سے سب مرحومہ کی بڑی محبت تھی سب ٹوٹ پڑیں[5] اُن کے مردوں نے باہر سب اہتمام کیا۔ بیویوں نے اندر نہلا دھلا کفنا دیا۔ اور سب طیاری کر لی بلکہ یہاں تک کہ جنازے کو حضرت نور الدین شاہ صاحب قادری کی درگاہ میں بعد دوپہر لے جا کر رکھ دیا اور طے یہ پایا کہ پانچ بجے تک ریل کا انتظار کیا جائے فرخندہ جمال اِس گاڑی میں آجائیں گے اُن کے

۱۔ ہک دھک۔ متحیر۔ ۲۔ خواہ کچھ بھی ہو جاتا۔ کیسی بھی ضرورت ہوتی۔ ۳۔ جان چھڑکنے والے۔ ۴۔ ہمسایہ۔ ۵۔ یلغار آگئیں۔ ۱۲

آئے بعد دفن کیا جائے گا کہ نانڈیڑ سے اُن کا تار بھی آگیا تھا کہ میں واپس آرہا ہوں

۳۲- وہاں کیا گزری

من درچہ خیالیم وفلک درچہ خیال ـــ کارے کہ خدا کرد فلک راچہ مجال

فرخندہ جمال ریل میں زناٹے سے چلے جارہے تھے اور دل میں منصوبے گانٹھ رہے تھے کہ دلی پہنچ کر یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ تدبیر کند بندہ و تقدیر زند خندہ۔ یہ خبر نہ تھی کہ گھڑی ساعت میں ایسا انقلاب عظیم ہو جائے۔ سحر کر کے صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ذرا اُن کی آنکھ لگی ہی تھی کہ چھ بجے نانڈیڑ کا اسٹیشن آیا۔ تار والے نے آکر اُن کو جگایا۔ خدا جانے اُسے کیسے معلوم ہو گیا کہ اِن ہی کا تار ہے غالباً کسی اور سے نام پوچھ لیا ہوگا آنکھیں ملتے ہوئے انھوں نے تار لیا۔ سمجھے کہ کوئی چیز رہ گئی ہوگی جو تار دیا ہے یا کوئی چیز منگانے کی اور یاد آئی ہوگی۔ خالی الذہن بلا وہم و گمان لفافہ کھولا۔ تار تو سیح مح کا بجلی کا تار تھا آنکھوں میں بجلی کوند گئی۔

۱- میں کس خیال میں ہوں اور آسمان کس خیال میں ہے۔ جو کام خداوند تعالیٰ چاہے بھلا اُس میں دم مارنے کی انسان (بے چارے) کی کیا طاقت ہے۔ ۲- تیزی۔ ۳- ارادے۔ ۴- سوچ۔ ۵- اُدھر انسان اپنی جگہ تدبیریں سوچتا رہتا ہے اور اُدھر تقدیر اُس پر ٹھٹھے لگاتی ہے۔ ۶- حیدرآباد گوداوری ویلی ریلوے کا ایک اسٹیشن ہے جو مستقر ضلع ہے اور حیدرآباد سے ۱۷۴ میل ہے۔ ۷- پہلے سے دل میں کچھ خیال بھی نہ تھا ۸- چمک گئی۔ ۱۲-

آنکھیں پتھرا گئیں۔ پڑھا نہ گیا کہ کیا لکھا ہے۔ بار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے مگر لکھا وہی تھا جو ہوا تھا۔ اب ناظرین کو ہم کیا بتلائیں کہ کیا لکھا ہوا تھا اور کس قلم سے لکھیں کہ چند گھنٹوں میں کیا قیامت بپا ہو گئی۔ پچھلے باب میں ناظرین خود پڑھ چکے ہیں۔ ہمارے دل میں تاب نہیں کہ ہم اُن الفاظ کو دُہرائیں۔ بہرحال فرخندہ جمال وہیں اُتر پڑا۔ یہ بھی عجب اتفاق تھا کہ نوکر کوئی اُنھوں نے اِس خیال سے ساتھ نہ لیا تھا کہ تھوڑے دنوں کو تو جا رہا ہوں۔ دو ایک ہم سفر اور تھے اُنھوں نے جھٹ بچھونا لپیٹ لپاٹ ان کا سامان چلتی گاڑی میں سے پھینک دیا۔ اِن کے حواس اِس قدر کہاں تھے کہ اسباب اُتار سکتے۔ معصومہ کی یہ بھی خوش نصیبی تھی کہ ایسی جگہ تار ملا کہ آدھ گھنٹے کے اندر ہی منماڑ کی طرف سے دوسری ریل آنے والی تھی اگر کہیں ایک اسٹیشن بھی آگے چل کر ملتا تو پھر تجہیز و تکفین میں بھی شریک نہ ہو سکتے۔ فرخندہ جمال کو یہ بھی خیال ہوا کہ آدمی کے سو دشمن سو دوست۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ کسی بدمعاش نے یہ چالاکی اِس غرض سے کی ہو کہ لاؤ اِن کے سفر میں کھنڈت ڈال دو اور ان کو ناحق پریشان کرو۔ لیکن جس کی بات ہوتی ہے اُس کے دل کو لگ جاتی ہے یہ صرف ایک چاہت کی بات تھی کہ اپنے عزیز

۱۔ کھول کھول کر۔ ۲۔ طاقت۔ برداشت۔ ۳۔ خلل۔ ۴۔ محبت۔ ۱۲

کی کوئی بری خبر سننا نہیں چاہتا ورنہ تین بجے رات کو اتوار کے دن ڈبل محصول دے کر ارجنٹ تار بھیجنے والا کون تھا۔ پہلا شاک (صدمہ) ایسا ہوا کہ ہوش و حواس جاتے رہے دیر تک کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہوا اور کیوں کر ہوا نہ عقل بجا تھی ۵

مزہ آتا نہیں تھم تھم کے ہم کو رنج و راحت کا
خوشی ہو غم ہو راحت ہو الہی ناگہاں کیوں ہو

تار میں سبب مرگ درج نہ تھا۔ اس سے طرح طرح کا اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید طاعون ہوا ہو یا ہیضہ ہو۔ لیکن ان دونوں بیماریوں میں ایسی فوری موت نادر الوقوع[1] ہے۔ ممکن ہے کہ سانپ نے کاٹ لیا ہو۔ زچگی کے عوارض کی طرف خیال بھی نہ گیا کہ دس دن گزر چکے تھے چھٹی بھی نہالی تھیں بہر حال حیلے[2] رزق بہانے موت دل نے گواہی دی کہ جَفَّ[3] الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ[4]

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا — آدمی بلبلا ہے پانی کا

حکم قضا و قدر ٹلتا نہیں مشیت[4] ایزدی اور مصلحت الہی اسی میں تھی کہ چند گھنٹوں کی جدائی ہو جائے بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہٹا دیا تھا کہ ان کے سامنے یہ سانحہ نہ ہو۔ بیوی کے یہ عاشق زار تھے ایسے موقع پر آدمی کا دل الٹ

۱۔ شاذ و نادر یا بہت کم واقع ہونے والی۔ ۲۔ جس طرح حصول ذریعہ معاش کے لئے کسی قسم کے وسیلہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح موت کے لئے بس کسی قسم کا بہانہ کافی ہے۔ ۳۔ جو بات ہونے والی ہے تقدیر کا قلم اُسے لکھ کر خشک ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تقدیر کا لکھا پلٹتا نہیں۔ ۴۔ جو خدا چاہے ۵۔ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ۱۲

جاتا ہی خدا جانے اِن پر کیا گزر جاتی۔ اُس کی مصلحتیں وہی بہتر جانتا ہی انسان کی فہم و ادراک[1] سے بالکل باہر ہی۔ فرخندہ جمال ایک مشہور آدمی تھے خبر سنتے ہی نانڈیڑ گئے وہ عہدہ دار جو اسٹیشن سے قریب تھے آ گئے اور ان کی دل جوئی اور ہمدردی کرنے لگے

۳۳۔ واپسی

عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ[2]

زندہ در گورم اگر گردشِ افلاک کند — بہ کہ در مرگِ عزیزاں بسرم خاک کنند[3]

آدھے گھنٹے میں منماڑ سے حیدرآباد جانے والی ریل آن پہنچی جس طرح اِن کا سامان رکھا گیا۔ اُسی طرح اِن کو بھی پکڑ کر ریل میں بٹھلا دیا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات کا ہجوم تھا۔ لگاتار[4] آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ کلیجا نکلا پڑتا تھا۔ ریل کم بخت چلتی ہی نہ تھی۔ راستہ پہاڑ ہو گیا کسی طرح کٹتا ہی نہ تھا۔ کبھی ننھے ننھے بچوں کا خیال تو کبھی اس مرگ مفاجات کا ملال ؎

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست — ایں ماتم سخت ست کہ گویند جواں مرد[5]

۱۔ سمجھ بوجھ۔ ۲۔ انسان کے ارادے ٹوٹ جانے سے معلوم دیتا ہی کہ مالک قضا و قدر کوئی اور ہی ہی اور وہی رب قدیر ہی۔ ۳۔ عزیزوں کی موت تو ایک غضب ہی کا سامنا ہی اس سے تو بہتر یہی ہی کہ زمانے کی گردش مجھے زندہ درگور کر دے۔ ۴۔ مسلسل۔ ۵۔ نوّے برس کے بڈھے کا مرنا تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ لیکن کسی جوان کا مرنا سخت رنج اور صدمہ کی بات ہی۔ ۱۲۔

ہائے افسوس صد افسوس کیسا بنا بنایا گھر اجڑ گیا چشم[1] زدن میں کیا سے
کیا ہو گیا کہ بھرے[2] پرے سر سبز و شاداب باغ میں خزاں آگئی ؎

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نظام آباد[3] کے اسٹیشن پر ایک آدمی ملا جو حیدرآباد سے اس خیال
سے بھیجا گیا تھا کہ راستے سے ساتھ ہولے خدا جانے اکیلے کیا کچھ اپنا حال تباہ
کریں گے۔ اس کی صورت دیکھتے ہی یقین کامل ہو گیا۔ اس کے منہ سے
فرطِ[4] غم سے ایک لفظ نہ نکل سکا سرکار کی صورت دیکھ کر ڈاڑھیں[5] مار کر
رونے لگا۔ راستے میں اور بھی کئی اسٹیشنوں پر دوست احباب ملے
جنھوں نے پوری ہمدردی کا اظہار کیا اور بہت اچھا ہوا کہ جا بجا لوگ ملتے چلے
گئے ورنہ تن تنہا اور زیادہ دم گھٹتا۔ اتنا تو ہوا کہ فرخندہ جمال رو رو کر اپنی دردناک
مصیبت کہتے جاتے تھے۔ کہنے سننے سے بھی دل کی بھڑاس نکلتی ہے اور طبیعت
کو ایک طرح کا سکون ہوتا ہے۔ چار بجے دن کے ریل سکندرآباد پہونچی یہاں سے
قریب آدھے گھنٹے کے گاڑی ٹھہر کر پانچ بجے حیدرآباد پہونچتی ہے سکندرآباد
سے حیدرآباد پانچ میل ہے اگر سیدھے چلے جاؤ تو ریل سے بہت پہلے پہونچ
جاتے ہیں یہاں دیر کا کیا محل تھا۔ اسی خیال سے موٹر بھیج دی گئی تھی کہ

۱۔ پلک جھپکاتے۔ ۲۔ ہرے بھرے۔ ۳۔ حیدرآباد سے (۱۰۶) میل ہے۔ ۴۔ دفورِ رنج۔ ۵۔ چیخ چیخ کر چلا کر۔

ریل سکندر آباد پہنچتے ہی چلے آئیں بیس منٹ میں پہنچ جائیں گے شوفر نے گھر کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ لیا۔ آخر گھر نہ جا کر یہ کدھر چلا۔ فرخندہ جہاں سے رہا نہ گیا اُنھوں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ گھر نہ جا کر کدھر جا رہا ہی اُس نے کہا کہ جنازہ درگاہ میں دیر سے آپ کے انتظار میں رکھا ہوا ہی اَللّٰہُ اکبر جَلّ جلالہٗ اَعظم شانہٗ کیا مقامِ عبرت ہی۔ ابھی کل کی بات ہی کہ بیوی کو زندہ سلامت چھوڑ کر گئے تھے کسے خبر تھی کہ وہ دوسری رات نہ پکڑ سکیں گی فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ کیا اب بھی دُنیا کی بے ثباتی کے قائل نہ ہو گے۔ معصومہ نے کل ہی فہرست سامان کی لکھ کر دی تھی کہ میرے لیئے یہ لانا اور وہ لانا۔ اُس وقت کسے خبر تھی کہ جس نے اپنے ہاتھ سے نو بجے شب کو یہ فہرست لکھی ہی اُس کی زندگی میں اب آفتاب طلوع نہ ہوگا۔ اور آج مغرب میں معمولی آفتاب غروب نہیں ہوا بلکہ وہ اُس کی زندگی کا آفتاب تھا جو غروب ہو گیا

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ۔ سامان سو برس کا ہی کل کی خبر نہیں

کیا اس تحریر کو دیکھ کر دل پر چھریاں نہ چلتی تھیں۔ جس کی سیاہی بھی

۱۔ موٹر چلانے والا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی اور اس کی شان کیسی بڑی ہی۔ ۳۔ اے سمجھ والو! عبرت پکڑو۔ ۴۔ واقف۔ ۵۔ اُس سامان کی فہرست کی طرف اشارہ ہی جو معصومہ نے لکھ کر دی تھی۔ ۱۲

ابھی خشک نہ ہوئی تھی کہ وہ لکھنے والی چل بسی ؎

یلوح الخط فی القرطاس دھرا   وکاتبہ رمیم فی التراب

نوشتہ بماند سیہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید

۳۴- تجہیز و تکفین

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم   پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

کشتۂ کہ عشق دارد نگذاردت بدینسان   بہ جنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد

درگاہ کا میدان لوگوں سے بھرا پڑا ہے ساری مسجد میں آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں حیدرآباد میں ملکی اور غیر ملکی- دیسی اور پردیسی کا بڑا جھگڑا ہے۔ لیکن یہاں تو ملکیوں ہی نے ایک غیر ملکی غریب الوطن کے ساتھ وہ کیا جو شاید اپنے اہل وطن بھی نہ کرتے ؎

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ   تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہیں

مسجد کی درمیانی محراب کے سامنے ایک جنازہ جس پر سرخ دو شالہ پڑا ہوا

۱- لکھا تو مدتوں کاغذ پر جھلکتا رہتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کے لکھنے والے کی ہڈیاں گل سڑ کر خاک میں مل جل جاتی ہیں یعنی اس کا پتہ بھی نہیں لگتا کہ کون تھا کہاں گیا۔ ۲- سفید کاغذ پر سیاہی سے لکھا ہوا تو قایم رہتا ہے مگر لکھنے والے کو کل تک کا بھی بھروسہ نہیں کہ زندہ رہے گا یا چل بسے گا۔ ۳- میں تو جاں بلب ہوں گھڑی ساعت کی مہمان ہوں کاش تم میرے جیتے جی آجاؤ ورنہ میرے مرے بعد اگر آئے تو کس کام کے آئے۔ ۴- اتنا مجھے بھی معلوم ہے کہ محبت کی کشش تمھیں چین سے تھوڑی بیٹھنے دے گی۔ دیر سویر کی اور بات ہے اگر جنازے پر نہ پہنچ سکے تو خیر میرے مزار پر تو ضرور آؤ ہی گے۔ ۱۲

ہو رکھا ہے۔ جنازہ نہیں معلوم ہوتا کسی دلہن کا محمل[1] ہے۔ بچوں نے جنازے کو گھیر رکھا ہے۔ روتے روتے تھک گئے ہیں ان کے چہرے اتر گئے ہیں۔ صبح سے ایک کھیل ان معصوموں کے منہ میں اڑ کر نہیں گئی ہونٹ منہ خشک ہو گئے ہیں۔ سہمے اور دبکے[2] ہوئے ہیں۔ ہاں ان کو چھوڑ کر بھی گریہ ان کو نہیں چھوڑتے نعش کے گرد یہ بچے ایسے تھے جیسے بنات النعش[3] باپ کو دیکھتے ہی بے قرار ہو کر لپٹ گئے۔ فرخندہ جمال کی نظر جب جنازے پر پڑی تو معصومہ زبان سے تو کیا بول سکتی تھی مگر زبان حال سے کہا ؎

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
یار لائے مرے بالیں پہ اسے پر کس وقت

حضرت شاہ عبدالحی صاحب تمیمی القادری نے بڑی بھاری جماعت نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر تیار تھی۔ یہ کس کی قبر تھی کدھر دہلی اور کدھر حیدرآباد ؎

دو چیز آدمی را کشد زور زور[4] یکے آب و دانہ دوم خاک گور

قبر پر پہنچ کر قنات گھیری گئی۔ غیر محرم ہٹ گئے محرم رہ گئے۔ آخری دیدار دکھایا گیا چہرہ دیکھتے ہی ؎

تو عزم سفر کردی و رفتی زبر ما[5] بستی کمر خویش و شکستی کمر ما

۱- گہوارہ ۲- خوف زدہ ۳- آسمان پر پلنگڑی کی شکل کا تارہ ہے۔ چند تارے پلنگ کے چار پائے ہیں اور اس کے پیچھے تین تارے آگے پیچھے جنازے کے ساتھ تین بیٹیاں ہیں۔ ۴- آدمی کو دو چیزیں زبردستی گھسیٹے لے جاتی ہیں ایک رزق دوسرے اس کی مٹی جہاں کہیں کی ہو۔ ۵- تم نے سفر کی ٹھانی اور ہم کو چھوڑ چلیں۔ تم تو جانے پر مستعد ہو گئیں اور ہماری کمر توڑ چلیں۔ ۱۲

وہ حالت نہ تحریر میں آسکتی ہے نہ تقریر میں - خدا دشمن پر ایسا بُرا وقت نہ ڈالے
آنکھیں بند کیئے بیٹھی نیند سو رہی تھیں

چشم آں دم کہ ز شوقِ تو نہم سر بہ لحد[1]
تا دمِ صبح قیامت نگراں خواہد بود

کون کہہ سکتا تھا کہ یہ تنِ بے جان ہے - ڈیل ڈول جوں کا توں تھا - ذرا گھٹا نہ
تھا کہ بیمار نہ پڑی تھیں - رنگ اور زیادہ نکھر گیا تھا - چہرہ مثل حور کے چمک
رہا تھا - ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی - لمبے لمبے گیسو دیکھ کر دل ناشاد پر
سانپ[2] لوٹ گیا ؎

یاد داری کہ وقتِ زادن تو[3]　　ہمہ خنداں بدند و تو گریاں
آں چناں زی کہ وقتِ مردن تو　　ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

حیف[4] در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آخر کار آغوشِ لحد[5] میں رکھا گیا - پٹا[6] کو کیا رکھا گویا ابدالآباد[7] تک اس صورت کو
ہم سے چھپا دیا - اس کے بعد کیا ہوا کیا لکھا جاے ؎

۱ - جس گھڑی تیرے شوق میں میں قبر میں سر رکھوں - میری آنکھ روزِ قیامت تک تیری مشتاق رہے گی - ۲ - افسوس ہونا - رنج و صدمہ گزرنا - ۳ - کچھ تجھے یاد بھی ہے کہ جب تو پیدا ہوا تو سب کے سب خوشی سے ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا (بچہ پیدا ہوتے ہی روتا ہے) انسان کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ مرتے وقت اس کے برعکس معاملہ ہو کہ تو تو ہنستا ہو (کہ اپنے مالک کے پاس جا رہا ہے) اور سب لوگ تیرے صدمۂ فراق اور تیری نیکیاں یاد کر کے بے اختیار رو رہے ہوں - ۴ - افسوس پلک جھپکانے میں دوست کی صحبت کا خاتمہ ہو گیا ابھی پھول کو اچھی طرح دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ بہار کا موسم بھی ختم ہو گیا - ۵ - قبر کی بغل - ۶ - قبر پر پتھر کی سلیں یا تختے رکھ کر جو ڈھک دیتے ہیں - ۷ - ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روزِ قیامت تک - ۱۲

آ کے تربت پہ مری رو کے کیا یاد مجھے
خاک اُڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى۔ بچوں نے یہ سانحہ کب دیکھا تھا۔ خدا اُن کو پھر نہ دکھائے۔ ہکا بکا اور ششدر کھڑے ایک ایک کی صورت دیکھتے تھے کہ الٰہی یہ باپ کیسے سنگ دل ہیں ان کا کیسا پتھر کا کلیجہ ہو کہ ہماری پیاری ماں کی چھاتی پر پتھر کی سلیں رکھ کر منوں مٹی کے تلے دبا دیا اور جس کی ذرا سی تکلیف اُن کو گوارا نہ تھی آج اپنے ہاتھوں اُن کو کیسے خاک میں ملا دیا۔ الغرض فاتحہ پڑھ کر اُن کو جنگل بیابان سنسان میدان میں اکیلا چھوڑ کر اپنے گھر آئے۔ بچوں کا حال کیوں کر لکھوں کہ وہاں سے اُن کو کیسے جدا کیا۔ ناخن سے گوشت جدا کرنا یا تن سے روح کو جدا کرنا بہ مقابلے اس جدائی کے آسان تھا معصومہ کی جان اور خوش نصیبی تھی اُس میں سب سے بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ اُن کو شوہر کے ہاتھ سے مٹی ملی۔ گو وہ بد نصیب شوہر بھی زندہ در گور ہو گیا۔ پھر رمضان مبارک کا مہینہ۔ لیلۃ القدر۔ اور درجۂ شہادت (بحالت زچگی مرنا) یہ سب باتیں مرحومہ کے مقبولِ درگاہِ ایزدی اور جنتی ہونے کی پوری اُمید دلاتی ہیں۔

۱۔ مٹی ہی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اُسی میں تم پھر جاؤ گے اور اُسی میں سے ایک دفعہ پھر اُٹھائے جاؤ گے (یعنی حشر کے دن)۔ ۲۔ حیران۔ ۳۔ گم سم۔ ۴۔ ویران۔ ۵۔ گور زندہ تھا گر مردوں سے بدتر۔ ۶۔ شب قدر۔ ۱۴

۳۵-دار المحن

سر پیٹتی دل کی آرزوئیں نکلیں

دم بھر میں بھرا گھر ہوا ویراں افسوس

وہ گھر جو کل عشرت کدہ[1] تھا۔ آج ماتم کدہ[2] ہے۔ مکان تھا لیکن نہ تھا۔ ایک دم کیا گیا گویا ساری رونق گئی۔ پٹاری میں پان تھے۔ اُگالدان میں پیک بھی پڑی ہوئی تھی۔ کھونٹی پر اُن کا دوپٹہ جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ جو صندوق کھُلے تھے کھُلے تھے جو بند تھے بند۔ جوتیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی کہیں چلی گئی ہیں اب آتی ہوں گی۔ بچے اپنی ماں کو کونے کونے ڈھونڈتے تھے کوئی پاخانہ میں جا کر دیکھتا ہے تو کوئی غسل خانہ میں۔ کوئی کہتا ہے حکیم کے ہاں گئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کسی سے ملنے گئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے ہم کو چھوڑ کر دلّی چلی گئیں۔ جتنے مُنہ اُتنی ہی باتیں۔ ان کی جگر خراش[3] باتوں سے پتھر کا کلیجہ پگھل جاتا تھا۔ اب سب سے بڑی فکر ننھی بچی کی تھی کہ یہ بے زبان دس دن کی جان کیوں کر پلے گی۔ دل نے کہا ارے مورکھ[4] نادان تو کیوں پشیمان اور حیران ہوتا ہے۔ تو کیا اور تیری بساط کیا۔ جس نے اُس کی ماں کو جدا کر دیا ہے وہی اسے پروان چڑھائے گا

۱-رنج کا گھر- ۲-ماتم کا گھر- ۳-دل کو زخمی کرنے والی- ۴-احمق- ۱۲

بچی بھوک سے تڑپ رہی تھی۔ گائے کا دودھ اُسے مل رہا تھا۔ حیدرآباد
میں انّا کا ملنا اگر ناممکن نہ تھا تو وقت طلب تو ضرور تھا۔ پھر انّاؤں کے
دماغ۔ خصوصاً جب کہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ امیر گھرانہ ہے اور بن ماں کی
بچی ہے جتنے وہ پاؤں پھیلائیں تھوڑا تھا ؎

بہ تمنائے[۱] گوشت مردن بہ — از تقاضائے زشت قصاباں

سب سے پہلے خدا کی قدرت دیکھیے کہ انّا فوراً مل گئی اور سارے دودھ
کی شکر خدا کا کہ بچی نے دودھ بھی پی لیا۔ خیر اس طرف سے تو بے فکری ہوئی اب
دوسرے بچوں کی سنیئے ان کو کون سنبھالے۔ کون سُلائے۔ منہ کون دھلائے
کھانے پینے کی کون خبر لے۔ باپ کا یہ کام نہیں نوکروں سے یہ ہوتا نہیں
راتوں کو جب بچوں کی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے تو ایک ایک کا رونا اور ماں
کو ڈھونڈنا اور بلکنا ناقابل بیان ہے سوتے سوتے گا اُٹھتے ہیں کہ کس کے
پاس سو رہے ہیں۔ ماں کو نہ پاکر مچل جاتے ہیں ؎ ع

رات کیا آتی ہے اک سر پہ بلا آتی ہے

باپ بے چارے کر ٹہلتا ہے۔ بہلاتا ہے۔ سمجھاتا ہے۔ مناتا ہے۔ اسی کشمکش میں
صبح ہو جاتی ہے۔ بچوں کو بے اعتباری اس درجے ہو گئی ہے کہ باپ کے کھسکنے
کے روادار نہیں کہ خدا جانے یہ ہم کو چھوڑ کر کہاں چلے جاتے ہیں اور یہ پھرے

۱۔ قصائیوں کے تقاضے سے تو یہی بہتر ہے کہ سرے سے گوشت ہی نہ کھائیں۔ ۱۲

تو کیونکر بچوں کو دن رات لے کر بیٹھیں۔ غرض ہر طرح مشکل ہی مشکل ہے جسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی آسان نہیں کر سکتا۔ وہی بے قرار دلوں کو چین دینے والا ہے۔

مناجات

اے سمجھے بوجھے بن سوجھے — جانے پہچانے بن بوجھے

اے سب داناؤں سے دانا — سارے تواناؤں[1] سے توانا

ہوا سے اونچے[2] اور پربت سے — چاند سے اور اس نیلی چھت[3] سے

اے بالا تر ہر بالا تر سے — چاند سے سورج سے انبر سے

سب سے انوکھے[4] سب سے نرالے — آنکھ سے اوجھل[5] دل کے اُجالے

اے اندھوں کے آنکھ کے تارے — اے لنگڑے لولوں کے سہارے

ناؤ جہاں کی کھینے[6] والے — دُکھ میں تسلّی دینے والے

ہر دل میں ہے تیرا بسیرا[7] — تو پاس اور گھر دور ہے تیرا

تو ہی ٹھکانا مسکینوں کا — تو ہی سہارا غمگینوں کا

تو ہی اکیلوں کا رکھوالا — تو ہی اندھیرے گھر کا اُجالا

سوچ میں دل بہلانے والا — بپتا[8] میں یاد آنے والا

بے آسوں کی آس تو ہی ہے — جاگتے سوتے پاس تو ہی ہے

۱۔ طاقت وروں۔ ۲۔ اونچے۔ ۳۔ آسمان۔ ۴۔ عجیب۔ ۵۔ پوشیدہ۔ ۶۔ پار کرنے والے۔ ۷۔ رہنے کی جگہ۔ ۸۔ مصیبت۔ ۱۲

بے کس کا غمخوار تو ہی ہے — بُری بنی کا یار[1] تو ہی ہے

تو ہی ڈبوئے تو ہی ترائے[2] — تو ہی دلوں کی لگی[3] بجھائے

جُھکائے[4] جُھکا کے ابھارے — ہارے ہار کے پھر جتا دے

تو جو چاہے وہ نہیں ٹلتا — بندے کا یاں بس نہیں چلتا

تو مارے اور خواہ نوازے[5] — پڑے ہیں ہم تیرے دروازے

سہل اور مشکل تجھ کو ہے یکساں[6] — ہم کو ہے مشکل تجھ کو ہے آساں

رنج اور دکھ قبضے میں ہیں تیرے — چین اور سکھ[7] قبضے میں ہیں تیرے

اے رحمت اور ہیبت والے — شفقت[8] اور دباغت[9] والے

اے انکل[10] اور دھیان[11] سے باہر — جان سے اور پہچان سے باہر

ایک کو تو نے شاد[12] کیا ہے — ایک کے دل کو داغ[13] دیا ہے

اس سے نہ تیرا پیار کچھ ایسا — اس سے نہ تو بیزار[14] کچھ ایسا

ہر دم تیری آن[15] نئی ہے — جب دیکھو تب شان نئی ہے

اے اچھے اور بُرے کے بھیدی — کھوٹے اور کھرے کے بھیدی

چھپی[16] دشمنی کے کھوجنے والے — پاپ[17] اور پُن[18] کے چھاننے[19] والے

دل میں لگن بس اپنی لگا دے — سب غم اپنے غم میں کھپا دے[20]

۱- ساتھی - ۲- پار کرے - ۳- آگ - ۴- نیچا کرے - ۵- سرفراز کرے - ۶- برابر - ۷- آرام - ۸- مہربانی - ۹- ہیبت - رعب داب - ۱۰- اندازہ - ۱۱- خیال - ۱۲- خوش - ۱۳- دکھ - ۱۴- ناراض متنفر - ۱۵- انداز - ۱۶- پوشیدہ مخفی - ۱۷- ظلم گناہ - ۱۸- ثواب حسنات - ۱۹- پرکھنے دریافت کرنے - ۲۰- دھن

غیر کے رشتے توڑو سارے ‏ ‏ دل کے پھپھولے[1] پھوڑو سارے
تو ہی ہو دل میں تو ہی زبان پر ‏ ‏ ہار[2] کے جاؤں لات جہاں پر
پاؤں تجھے ایک اک کو گنوا[3] کر ‏ ‏ خاک[4] میں جاؤں سب کو ملا کر (حالی)

معصومہ کی حسرت بھری موت اُس کا دنیا سے یوں اچانک[5] اُٹھ جانا عمر بھر کا داغ تھا۔ معصومہ نے جس گھر کو بنایا تھا اُسے خود خاک میں ملا دیا۔ معصومہ نے جو باغ لگایا تھا عین موسم بہار میں اُسے خیر[6] باد کہا۔ باغ لگایا مگر بہار نہ دیکھی۔ درخت لگائے مگر پھل نہ کھایا۔ زمانہ بڑا مدبّر[7] اور مصلح وقت ہی خدا خود ہی تسلّی دیتا ہی۔ صبر آتے ہی آتے آتا ہی۔ معصومہ کو گئے دو ہفتے ہوئے آئے کہ فرخندہ جمال نے ان کے زیورات کی فہرست مرتب کرائی معلوم ہوا کہ بعض نمک حرام نوکر موقعہ پاکر اس وقت بھی نہ چوکے۔ خانہ[8] خالی را دیو می گیرد۔ ہم سب کو اپنی اپنی پڑی تھی اور ان خدا ناترسوں[9] کو اپنی۔ معصومہ کا تھوڑا بہت زیور بھی اس گڑبڑ میں پار[10] کر دیا۔ جو جس کے ہاتھ لگا دبا بیٹھا۔ بھلا ایسا موقع کہاں ملتا ہی جان بھی گئی مال بھی گیا۔ فرخندہ جمال نے کہا ع

این[11] ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

۱۔ آبلے۔ ۲۔ بے زار ہو کر چھوڑنا۔ ۳۔ کھو۔ ۴۔ نفرت سے چھوڑنا۔ ۵۔ دفعۃً۔ ۶۔ رخصت۔ وداع۔ ۷۔ درست کرنے والا۔ ۸۔ خالی گھر پر جن قبضہ کر لیتا ہی ۹۔ خدا سے نہ ڈرنے والوں ۱۰۔ اڑا دیا۔ ۱۱۔ عاشقی میں جہاں اور غم ہیں یہ بھی ایک سہی۔ ۱۲

لاکھوں روپے کی جان گئی اب اس تھوڑے زیور کے واسطے کیا دل چھوٹا کروں۔ اور کس کی پیروی دستگیری کروں۔ مجھے اس وقت کچھ نہیں سوجھتا جانے بھی دو۔ چند روز کے بعد فرخندہ جمال سے جب گھر کی سنبھال نہ ہو سکی تو بہ مجبوری اُن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی عورت ایسی مل جائے کہ جو ان بچوں کی خبر گیری کر سکے تو اچھی بات ہے۔ کنبے بھر میں خیال دوڑایا ایک بھی نظر نہ آیا۔ مرحوم کے کوئی بہن نہ تھی ورنہ مثل مشہور ہے ماں مرے موسی جیے۔ ماں اور خالہ میں کچھ بڑا فرق نہیں۔ مگر یہاں میدان خالی تھا۔ اب غیر جگہ کیا جائے تو خدا جانے وہ کیسی نکلے۔ اُس کو کیا غرض پڑی جو سوکن کے بچوں کو سنبھالے۔ کس کی بکری اور کون ڈالے گھانس۔ کرنے جاو بھلائی اور ہو بُرائی۔ اُلٹی آنتیں گلے پڑیں۔ نماز بخشوانے گئے اور روزے گلے پڑے۔ روز کا جھگڑا کون چکائے گا بھلی چنگی جان کو اُمیدِ موہوم پر غضب میں ڈالنا ہے۔ ایسی عورت کا لانا گویا اِن معصوموں کے حق میں ایک دشمنِ جانی پیدا کرنا ہے۔ بخشو

۱۔ رنجیدہ۔ آزردہ۔ ۲۔ خالہ۔ ۳۔ یعنی کرنے جاؤ نیکی اور ہو بُرائی۔ نیکی برباد گناہ لازم۔ ۴۔ یہ بھی ایک کہاوت ہے کہ اللہ میاں سے نماز معاف کرانے گئے وہاں روزے اور مستزاد کیے گئے۔ ۵۔ تصفیہ کرے۔ ۶۔ اچھی خاصی۔ ۷۔ غیر متیقن امید پر۔ ۸۔ جان کا دشمن یعنی کٹر دشمن۔ ۹۔ بلی مرغ کی دشمن ہیں۔ مگر بظاہر بواری کو میل ملاپ شروع کیا اور مرغ کو بے دم کا دیکھ کر لگاوٹ کی باتیں کرنے لگیں۔ مرغ ہوشیار تھا بلی کی چال بازی تاڑ گیا کہنے لگا کہ بلی بی بس تم اپنی مہربانی رہنے دو اور مجھے اس حال میں یعنی ننڈورا ہی جینے دو تو غنیمت ہے۔ ۱۲

بی تلی مرغا لنڈورا ہی بھلا۔ اچھا ہوا کہ خیالِ[1] خام دل سے نکال دیا ورنہ ضرور ان بچوں کی مٹی[2] پلید ہوتی۔ اگر بچوں میں کوئی سیانا[3] ہوتا یا خیر لڑکی ہی سمجھ دار ہوتی تو گھر سنبھال لیتی فرخندہ کو اتنی فکر کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ مگر اب تو ماں باپ دونوں ہی تھے۔ اور ان ہی کا کام تھا اور ان ہی کی ہمت اور استقلال خدا پر بھروسہ کر کے خاموش ہو گئے۔

۳۶۔ حالاتِ[4] بعد الممات

اے[5] اجل گرتنِ بے جاں تہ خاک سپری نہ توانی کہ نکو نامیش از یاد بری

معصومہ کی موت کا کیا سبب تھا آج تک نہ کھلا۔ کوئی کہتا تھا کہ فالج ہو گیا۔ کوئی کہتا تھا عوارض ولادت کے سبب سے سخت تشنج ہو کر دماغ کی رگ پھٹ گئی (کیوں کہ مرے بعد ناک سے خون جاری تھا) اور فوری موت واقع ہو گئی۔ بہرحال کچھ بھی ہو جان جانی تھی سو گئی۔ معصومہ کا وجود گو دنیا کے پردے سے مٹ گیا مگر اس کی زندہ نشانیوں کو خدا سلامت رکھے باقی ہیں۔ سب سے بڑھ کر اس کی نیکیاں کیسی صفحۂ دنیا پر نمایاں[6] ہیں جو

۱۔ خیالِ فاسد۔ ۲۔ بری حالت۔ ۳۔ ہوشیار سمجھ دار۔ ۴۔ موت کے بعد کا احوال
۵۔ اے موت اگرچہ تو نے جسم مردہ کو خاک میں ملا دیا مگر اس کی نیکیوں کو بھی بھلا دینا تو تیرے بس کی بات نہیں۔ ۶۔ ظاہر ۱۲

کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتیں ؎

تمھیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کی زندہ ہو
تمھاری نیکیاں زندہ تمھاری خوبیاں باقی

موت نے گو جسم خاکی کو خاک میں ملا دیا۔ مگر ایسی نیک بی بی چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی اور نہ اُس کی نیک مزاجی۔ ملنساری خلق۔ دین داری۔ انسانی ہمدردی کی صفاتِ حسنہ مدت ہائے دراز تک صفحۂ دل سے محو ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی موت اُس کے جاننے والوں کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے ؎

ذوقِ الطاف تو ای کاش نمی یافت دلم
یادِ ہر لطف تو اکنوں سببِ صد الم است

معصومہ کے غم کی گھٹا ایسی گہری چھائی ہوئی تھی کہ تھوڑی بہت خوشی خوشی معلوم نہ دیتی تھی صفیہ کے پیدا ہوتے ہی زرخندہ جمال کی ترقی بھی ہوئی تھی ارادہ تھا کہ اس کے چلّے کے ساتھ ترقی کی بھی خوشی منائی جائے لیکن سب ارمان خاک میں مل گئے ع

ای بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۔ اچھی صفتیں۔ ۲۔ مٹ۔ ۳۔ بہت کثرت سے۔ ۴۔ ای کاش میرے دل نے تمھاری مہربانیوں کا مزہ چکھا ہی نہ ہوتا اب تو تمھاری ایک ایک بات یاد کر کے صدہا غم اُٹھانے پڑتے ہیں۔ ۵۔ افسوس کہ بہت سی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ ۱۲

اب پہنچی خوشی کرنے والا رہا کون تھا معصومہ کے مرنے کے بعد فرخندہ جمال اس قدر دل برداشتہ ہوئے اور دنیا کی بے ثباتی نے گہرا اثر پیدا کیا کہ وہ پنشن لینے پر بالکل آمادہ ہو گئے لیکن لوگوں نے بہت کچھ سمجھایا بجھایا کہ یہ کیا غضب کرتے ہو تمہارا کچا ساتھ ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کی طرف تو دیکھو۔ ابھی نہ کسی کی تعلیم ہوئی نہ شادی بیاہ۔ خانہ نشین ہو جاؤ گے اور دل گھبرائے گا زندگی دبال جان ہو جائے گی فرخندہ جمال نے بھی بہ جبر و اکراہ آمادگی ظاہر کی۔ مگر وہ دن اور آج کا دن ہم نے کبھی فرخندہ کو خوش دل نہ دیکھا وہی شخص جو رونق محفل تھا۔ جہاں بیٹھ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا بلبل ہزار داستاں چہک رہا ہے وہی اب مغموم ملول شکستہ خاطر خاموش اور دل گیر تھا۔

کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتواں کی ۔۔۔ رگ رگ میں نیش غم ہے کہیئے کہاں کہاں کی

یہ اضطراب دل کا باہر بیان سے ہے ۔۔۔ ٹھیرے کہیں تو کہیئے حالت دل تپاں کی

جب تک حیدرآباد میں فرخندہ جمال رہے بلا ناغہ جاڑے آندھی جائے مغرب سے تھوڑی دیر پہلے وہ بلاناغہ قبر پر جایا کرتے تھے اور ایصال ثواب کے لیئے بہت کچھ پڑھا کرتے تھے۔ لیکن چرخ کج رفتار کو یہ بھی گوارا نہ ہوا۔ افسوس کہ اس مٹی کے ڈھیر کو ہی دیکھ کر جو تسکین خاطر حزیں ہوتی تھی وہ موقع بھی دہلی چلے جانے سے جاتا رہا۔

۱۔ کسی بات میں دل نہ لگتا تھا۔ ۲۔ یعنی چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے۔ ۳۔ گھر بیٹھ جاؤ گے۔ ۴۔ بند (؟) ۵۔ زبردستی اور ناپسندیدگی۔ ۶۔ طیاری۔ ۷۔ ہمیشہ۔ کسی حال میں بھی۔ ۸۔ ثواب پہنچانے کو۔ ۹۔ ٹیڑھی چال والے آسمان کو۔ ۱۰۔ ہونے نہ دیا۔ ۱۲

سرکارِ عالی جو اپنے عہدہ داروں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق ہو اور جہاں ¹پشتہاپشت کی پرورش کا ²بیڑہ کیا جاتا ہو۔ باپ کے بعد بیٹا اور پوتا ملازمت سے مستفید ہوتا ہو۔ یتیموں اور لیسروں کے وظائف مقرر ہوتے ہیں۔ بیواؤں کم سن بچوں۔ ³ناکتخدا لڑکیوں کی تنخواہیں جاری ہو جاتی ہیں۔ ایسی سرکار کو چھوڑنا آسان بات نہ تھی۔ گو فرخندہ معقول تنخواہ پاتے تھے مگر پھر بھی گورنمنٹ نے اپنا دستِ کرم دراز کیا اور اُن کے بڑے لڑکے کو سو روپیہ منصب اور دوسروں کو پچاس پچاس روپیے ماہانہ اکیس سال کی عمر تک اور لڑکیوں کو پچیس پچیس روپیے وظیفہ شادی تک مقرر کیا اور اس طرح اُن کو اولاد کی فکر سے بھی مطمئن کر دیا لڑکیوں کے وظیفے کے ساتھ اور ایک یہ بھی رعایت عموماً جاری ہو کہ شادی کے وقت دو سال کے وظیفے کی ⁴مجموعی رقم اِن کے جہیز کے لیئے سرکار کی طرف سے دی جاتی ہو اور پھر وظیفہ بند۔ ⁵شکرِ نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو۔ اسی حالت میں معصومہ کی وفات کے بعد پانچ سال تک فرخندہ جمال حیدرآباد میں رہے۔

۱۔ نسلاً بعد نسل۔ ۲۔ ذمہ داری لی جاتی ہو۔ ۳۔ بن بیاہی۔ کنواری ۴۔ اکٹھی۔ ۵۔ جتنی بہت سی نعمتیں تو نے دی ہیں اُتنا ہی زیادہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔ ۱۲

۳۴۔ خاتمہ

الٰہی بحقِ بنی فاطمہ[۱] کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

جس طرح ہر مسافر کے لیئے ایک منزل ہی اُسی طرح ہر ملازم کے لیے ایک وقت وہ آتا ہی کہ وہ کام سے سُبک[۲] دوش کیا جاتا ہی۔ اِن کی انگریزی کی ملازمت کا زمانہ بھی سرکار عالی نے محسوب[۳] فرما لیا تھا اس طرح مدت ملازمت سی[۴] سالہ اور عمر پچپن سالہ دونوں باتیں ختم ہوگئی تھیں۔ اس گورنمنٹ میں رعایت مراعات پرورش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا جاتا۔ گو پچپن سالہ[۵] پنشن دینے کا قاعدہ ہی مگر ساٹھ ساٹھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر کے لوگ اب تک ملازمت میں شریک ہیں۔ فرخندہ جمال کو خوشی سے توسیع[۶] دی جا سکتی تھی مگر خدا جانے اُنھوں نے پانچ سال بھی کیسے کاٹے۔

رباعی

دن زیست[۷] کے کیا جانیئے کیسے کاٹے یہ بھی نہ کھلا زندہ ہیں کیسے کاٹے

مرمر کے بسر[۸] ہوئی یوں حامد کچھ دیر نزع میں جیسے کاٹے

۱۔ اے اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی آل اولاد۔ کے تو مجھے دنیا سے با ایمان اٹھا یو۔ ۲۔ ہلکا ۳۔ اپنی طرف لگا لیا۔ ۴۔ تیس برس کی۔ ۵۔ تیس سال کی نوکری اور پچپن سال کی عمر جب پوری ہو جاتی ہی تو پنشن مل جاتی ہی اس سے زیادہ مدت تک بھی خاص خاص لوگوں کو نوکری میں رکھ لیا جاتا ہی اور اسی کو توسیع کہتے ہیں یعنی میعاد بڑھانا۔ ۶۔ زندگی۔ ۷۔ گزری۔ ۸۔ جان کنی۔ ۱۲

یہ زمانہ بھی بہت مشکل سے گزرا۔ سنگ آمد سخت آمد۔ باول ناخواستہ نوکری کرتے تھے توسیع کا ان کو خیال بھی نہ تھا۔ نصف تنخواہ کی پنشن چھ سو روپیے مل گئی۔ اور دلّی آن بیٹھے۔ انسان بہت کچھ چاہتا ہے کہ دنیا کو چھوڑ دے مگر جب تک زندہ ہے دنیا کا ترک کرنا ناممکن ہے۔ دلّی میں ان کو کئی مرتبہ آنریری مجسٹریٹی کے لیے کہا گیا مگر اُنھوں نے صاف انکار کردیا کہ اگر مجھے نوکری ہی کرنی ہوتی تو حیدرآباد سے نوکری چھوڑ کر کیوں آتا۔ لیکن جس شخص کی ساری عمر کاروبار میں گزری ہو اُس سے خالی کیسے بیٹھا جاسکتا ہے۔ اُنھوں نے تالیف و تصنیف کا مشغلہ شروع کیا۔ ان کی کتابوں کی سوسائٹی نے بڑی قدر کی۔ گھر گھر پھیل گئیں۔ کچھ قومی خدمات کا سلسلہ شروع کیا۔ علی گڈھ کالج کے ٹرسٹی تو پہلے ہی سے تھے اب اور زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ کانفرنس میں بالتزام جایا کرتے تھے۔ انجمن حمایت الاسلام کا سالانہ جلسہ بھی ان سے نہ چھوٹتا تھا۔ ان قومی خدمات کی بدولت ان کا نام اور چمک گیا۔

۱۔ پھر کسی طرح گو سخت تھا مگر خیر گزر گئی۔ گزر گئی گزران کیا جھونپڑی کیا میدان۔ ۲۔ چھوڑنا۔ ۳۔ وہ حاکم عدالت جو محض اعزازی طور پر بلا یافت تنخواہ مقرر ہو۔ ۴۔ منتظم، مؤلف۔ ۵۔ ایجوکیشنل کانفرنس سے مراد ہے یعنی تعلیمی مجلس۔ ۶۔ ہمیشہ۔ ۷۔ لاہور کی مشہور انجمن ہے جو مسلمانوں کی بہبودی اور فلاح۔ یتامیٰ کی نگہداشت اور پرورش غرض ہر طرح کی بہتری کے کام کرتی ہے۔ ان کا ایک اسلامی کالج بھی ہے۔ ۸۔ مشہور ہوگیا۔ ۱۲

کنبہ[1] پرور اتنے بڑے تھے کہ سب کو ان سے فیض تھا۔ بیواؤں کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ داد و دہش[2] نہایت فراخ[3] دلی سے جاری تھی۔ خیرات اس طرح دیتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ غرض اپنی عاقبت بھی خوب درست کرلی۔ کئی دفعہ ادائی فریضۂ حج کا ارادہ کیا لیکن بچوں کی بیڑی ایسی پڑی ہوئی تھی کہ ہل نہ سکتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو سمیٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی حالت اب تک بچوں والی مرغی کی سی تھی نہ کہیں آنے کے نہ جانے کے۔ ہانیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را[4] بچوں کو دیکھ دیکھ کر یہ جیتے تھے۔ اور بچے باپ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ ایسا شفیق باپ کہاں ملتا ہے جس نے اپنے آرام اور چین کو اولاد پر قربان کردیا اور جس نے ماں کو بھلادیا۔ جس وقت معصومہ مری تھیں کس کو امید تھی کہ فرخندہ جمال یوں دھونی رما کر بیٹھیں گے۔ کوئی تو کہتا تھا ارے میاں غریب کی جورو نہ مرے اور امیر کے گھر کو آگ نہ لگے۔ ذرا غم غلط ہونے دو ہم ان ہی کو دکھادیں گے کہ دوسری کرلائیں گے اور ان بچوں کو کوئی پوچھنے کا بھی نہیں۔ مگر سچی محبت ہو تو ایسی ہو کہ فرخندہ جمال نے اس طرف رُخ[5] بھی نہ کیا۔ بچے بھلے اور آپ بھلے۔ معصومہ کے مرنے کے بعد

۱۔ کنبے کے خبرگیر۔ پالنے والے۔ ۲۔ بخشش۔ دینا۔ ۳۔ کشادہ دلی۔ فیاضی۔ ۴۔ کونے میں جو سب سے الگ تھلگ بیٹھے رہتے ہیں اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچتی۔ ۵۔ رُخ۔ ہلکا۔ اُدھر سے خیال ہٹنے دو۔ ۶۔ ذرا بھی توجہ نہ کی۔ ۱۲۔

کسے خیال تھا کہ یہ ننھے ننھے بچے یوں پل جائیں گے۔ یوں اصلی پالنے والا تو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں مگر محبت بھی وہی دل میں ڈالتا ہے جس نے باپ کو یہ نیک۔ توفیق دی اور اُس کی عمر میں ایسی برکت دی اُن کے تو ہی ایسے درست رہے کہ بڑے لڑکے اور بڑی لڑکی کی تو شادیاں بھی اچھے گھرانوں میں ہوگئیں اور بیٹا بیٹی دونوں اپنی اپنی جگہ باپ کی طرح فارغ البال اور خوش حال ہیں۔

فرخندہ جمال کو خدا نے پہلے نانا اور پھر دادا بھی بنا دیا۔ جب دیکھو شام کو ہوا خوری کے وقت نواسہ اور پوتا ساتھ ہیں۔ چار بچے ابھی ناکتخدا ہیں۔ خداوند عالم فرخندہ جمال کی عمر میں اتنی اور برکت دے کہ ان کی بہاریں بھی دیکھ لیں۔ پھر آخر تو سب کو اُسی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں سے کہ سب آئے ہیں۔ آمین!

آیا ہے جو جہاں میں تو جانا ضرور ہے
سارا ہی قافلہ سرِ راہِ مرور[1] ہے

[1] چل چلاؤ۔ ۱۲

تمت بالخیر

قطعہ

نوشتہ مولوی عبد الغنی خاں صاحب رافت رئیس میرٹھ

دیکھ کر میں نے بشیر الدین احمد کو ملول — ان سے پوچھا اس کا باعث کیا ہے ای عالی وقار
اس قدر افسردگی کیوں چھا گئی ہے آپ پر — کر گئی کس کی جدائی آپ کو یوں سوگوار
کس کے غم میں اس قدر چپ لگ گئی ہے آپ کو — کس کی فرقت نے کیا ہے آپ کو یوں دل فگار
سن کے فرمایا کہ مجھ پر جو مصیبت ہے پڑی — سامنے کس کے کروں اس کو عزیزو آشکار
جانتا ہوں میں کہ ہے دنیا یہ سب دار الفنا — اور اپنے دل کو سمجھاتا بھی ہوں گو بار بار
پر مجھے آتا ہے جب اس مرنے والی کا خیال — بیٹھے بیٹھے آپ ہی روتا ہے دل بے اختیار
حیدرآباد دکن میں اس سے میں مل بول کر — جا رہا تھا جب وطن کو ریل پر ہو کر سوار
رات بھر آرام سے سوتا رہا میں بے خبر — صبح ہوتے رستے میں ملا اک مجھ کو تار
جس میں لکھا تھا کہ وہ آرام جاں روح رواں — وہ مری مونس مری ہمدم مری طاعت گزار
کر گئی ہے یک بیک دنیائے فانی سے سفر — دیکھ کر اس کو مرا جاتا رہا صبر و قرار
آدھے رستے سے پلٹ کر مجھ کو پھر آنا پڑا — گھر میں چھوڑا تھا جسے دیکھا اسے زیر مزار
اس کی فرقت میں بھلا چین آئے مجھ کو کس طرح — کس طرح سے آئے بتلاؤ مرے دل کو قرار
اس کے قدموں سے ہوا آباد ویراں گھر مرا — رنج و راحت کا مرے تھا اس پہ سب دار و مدار
سانحہ اک وہ قیامت خیز ہے اس کے سوا — چھوٹے چھوٹے سب ہیں بچے ان میں اک ہے شیر خوار
سوتے سوتے اٹھ کے راتوں کو مکاں میں ہر طرف — ڈھونڈتے پھرتے ہیں ماں کو سب کے سب دیوانہ وار
مرنے والی نے مجھے یوں مار ڈالا اپنے ساتھ — اس کو جنت میں جگہ دیوے مرے پروردگار

وجہ افسردہ دلی کی جب یہ رافت نے سنی
آہ اک بھر کر ہوا وہ سنگ دل بھی اشکبار

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صاحب رئیس تیتلی ضلع سارن سال انطباع ثانی حسنِ معاشرت

ذی ہوش اہلِ خبرت یعنی بشیر احمد — تھے جن کے باپ حضرت حافظ نذیر احمد
لکھی کتاب خوب نے چھپوائی ہے جو ان کی — چھپوائی دُھوم سے جب اہلِ مذاق بخت کی
حالات ہیں جو اُن کے اس میں بوجہ احسن — ترتیب پائے جس کے اس وجہ سے معنون
یہ ہے جناب والا اخلاق کا رسالہ — آئینہ ہے تجلی جمشید کا پیالہ
اخلاق جس سے اس کی تہذیب فرع اس کی — کھینچے شبیہ ایسی یہ تاب مصور کس کی
کوئی ہو بھی ہے ایسا اس کا نہیں جو شیدا — گھر گھر ہے اس کا چرچا کس پر نہیں ہویدا
اک بار چھپ کے پہلے مقبول ہو چکا ہے — اصرار شائقیں پر دوبارہ اب چھپا ہے
تاریخ صحیح اس کی میں نے لطیف لکھی — حسنِ معاشرت کی تصویر ہے یہ چھپی

سنہ ۱۹۱۶ع

ریویو مندرجہ مخبر دکن مدراس مطبوعہ ۱۲۔ نومبر ۱۹۱۳ء

یہ ایک اخلاقی ناول ہے جو ہمارے معزز دوست مولوی بشیر الدین احمد تعلقدار ضلع رائچور کے شستہ قلم سے نکلا ہے۔ مولوی صاحب کی متعدد دلچسپ تصانیف قبولیت عام کی نگاہوں پر چڑھ چکی ہیں اور اب یہ ایک سنجیدہ اور پُر لطف مختصر افسانہ ہدیۂ ناظرین ہے جس کو اول سے آخر تک پڑھ جانے کے بعد ہم یہ رائے قایم کر سکتے ہیں کہ ملک کی اخلاقی حالت درست کرنے کے لیے یہ کتاب ایک زبردست آلہ ہے۔ کتاب کے حصہ اوّل میں نواب سلیمان قدر اور اُن کی بیگم کا حال ہے اور اسی طرح فرخندہ جمال (جو ہیروئن ہے) کی پیدائش سے اُن کی پہلی بیوی کی وفات تک انسانی زندگی کا خلاصہ درج ہے۔ مولوی صاحب نے جس شائستگی اور جس فصاحت سے منازل زندگی کے مختلف مناظر دکھلائے ہیں غالباً وہ صدقِ احساس اور جذبِ کامل کا مقتضا

ہیں۔ دوسرے حصّہ میں ازدواج ثانی سے حالات بعد الممات کے نشیب و فراز دکھلا دیئے ہیں۔ ہم ملک کے نوجوانوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس مختصر مگر دلچسپ کتاب کو ضرور ملاحظہ کریں۔ اس کے پڑھنے سے انہیں صرف روزمرہ دہلی کے نکات ہی معلوم نہیں ہوں گے اور زندگی کا سبق ہی نہ ملے گا بلکہ یہ دعویٰ بھی ان کے نزدیک ثابت ہو جائے گا کہ ہندوستان کی خاک بھی ایسے باکمالوں کو پیدا کر سکتی ہے جن کے وجود پر مغرب کو ناز ہے۔ ناول میں افسانہ کا رنگ قایم رکھنا مولوی صاحب کے فاضل اجل باپ (مولانا حافظ ڈاکٹر نذیر احمد بالقابہ) کی ایجاد تھی اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ مصداق الولد سر لابیہ۔ یہ حدیث اُن کی لایق یادگار قلم سے پوری ہو رہی ہے۔

ریویو مندرجہ علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مطبوعہ ۱۹۔ نومبر ۱۹۱۳ء

یہ ایک اخلاقی ناول ہے جو جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب دہلوی اول تعلقہ دار ضلع عثمان آباد (حیدر آباد دکن) نے دہلی کی شستہ و رفتہ زبان میں لکھا ہے اور جس میں نہایت دلنشین پیرایہ میں بتایا ہے کہ اگر مائیں تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہوں تو اولاد کی عمدہ تربیت کس قدر آسان و قابل اطمینان ہوتی ہے اور اُسکے خلاف حالت ہونے میں تربیت اولاد کا کام کس قدر دشوار اور ابتر ہو جاتا ہے اور یہ کہ عمدہ اور ناقص تربیت سے علی قدر حال آیندہ کیا نتایج مرتب ہوتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ناتربیت یافتہ اور پھوہڑ اور تربیت یافتہ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات زندگی کا مقابلہ ایسے طریقہ سے کیا ہے کہ ہماری سوسائٹی کی موجودہ افسوس ناک حالت کی ہو بہو تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ ناول اس قابل ہے کہ تمام شریف گھرانوں میں پڑھا اور پڑھایا جائے۔ دیباچہ میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ دماغی لحاظ سے عورتیں مردوں سے ہرگز کم نہیں ہیں۔

تقریظ نوشتہ مولوی نثار احمد صاحب (احمدی) علی گڈہ

مولوی بشیر الدین احمد۔ مصنف کتاب حسن معاشرت کے اوصاف ذاتی

و صفاتی پر اگر کسی کو اظہار رائے کی ضرورت پڑے تو میری ناچیز رائے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ[1] آخر اپنے باپ کے بیٹے ہیں۔ شمس العلما مولینا نذیر احمد مغفور کو ہندوستان کا کون سا بشر ہے جو نہیں جانتا جن کے کمال علمی اور علمی خدمات نے تہذیب و شائستگی کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں اور جن کا نام صفحۂ ہستی پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ مگر ایک حقیر طبقہ ہمارے ہندوستان میں ایسا بھی ہوگا جو اس سے ناواقف ہو پس ایسے حضرات کے لئے ضرورت ہے کہ میں اس اجمال کی کچھ تفصیل کر دوں جو کتاب اس وقت میرے مطالعے میں ہے اور جس کا اوپر (حسن معاشرت) نام دیا گیا ہے مولوی بشیر الدین احمد کے چوٹ کھائے ہوئے دل اور غیر معمولی قابلیت و داعی کا نتیجہ ہے۔ ہر چند کہ کتاب چھوٹی تقطیع کے (۲۲۸) صفحے پر ہے مگر قابل مصنف نے اس میں قابلیت کے جوہر (جو انھیں میراث میں آئی ہے) کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہیں۔

عالم کی شان یہ نہیں ہے کہ کسی مکتب یا مدرسہ کا تعلیم یافتہ ہو۔ سند مل چکی ہو۔ دستار فضیلت باندھ چکا ہو۔ شمس العلما کا خطاب پا چکا ہو۔ ان حضرات میں اگر درد دل اور نکتہ آفرینی نہیں تو وہ کسی شمار کے قابل نہیں۔ ڈوبتے کو ساحل پر کھڑے ہو کر بچاؤ کی تدبیریں بتلاتا رہیں اور بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کہہ کر بچانے پڑتا اور ترے نکال لاتا اور ہمارے بزرگ اور قابل دوست مولوی بشیر الدین احمد کے کارنامے اس کی دلیل ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں کرکے دکھلاتے ہیں اور جو دکھلاتے ہیں صریح فائدے سے خالی نہیں ہوتا جنھوں نے اس کتاب کے حصۂ اول میں ایک فرضی قصہ پیش کیا ہے جس میں ماں باپ کی حسن توجہ کی بدولت اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ایک نمونہ دکھلایا ہے۔ دوسری جانب ماں باپ ہی کی بے توجہی کے سبب دوسرا نمونہ ایک جاہل اور بے تمیز لڑکی کا دکھلایا ہے اور پھر ان دونوں کو مناکحت کے واسطے سے ایک جا جمع کرکے بتلایا ہے کہ جہل و بے تمیزی نے کیا کیا گل کھلائے اور کیسے اچھے اور شائستہ اور نیک نام گھر کو معرض خرابی میں لا ڈالا اور پھر اس کا انجام کیا ہوا۔

[1] پہلے ایڈیشن کا حوالہ ہے۔ ۱۲

دوسرے حصہ میں اُنھوں نے شائستہ ماں باپ کی ایک لڑکی کے جوہر چمکائے ہیں اور بے مثال قابلیت کا نمونہ دکھلا کر پہلے حصہ کی جو "جہل کی بدولت خرابی پر ختم ہوا ہی" خاطرخواہ تلافی کرائی ہی۔ اور اُس میں یہ ادنی فرق آپ بیتی کو پبلک میں پیش کیا ہی۔ اس انسانی زندگی کے مختلف شعبوں اور اصلی کارناموں کو جس خوبی جس لطافت اور جس ڈھنگ سے لایق مصنف نے لکھا ہی وہ بہت زیادہ قوم کی دل چسپی اور قدر کے لایق ہی۔

سب سے پہلے تو قصہ دل چسپ اور مانوس اور اصلی تمدن کی جان۔ پھر زبان ٹکسالی۔ سلیس روزمرہ اور پاکیزہ محاورات جس کو بچہ بھی سمجھ سکے۔ پھر جہل و بے تمیزی سے نفرت۔ اور پاکیزہ مہذب زندگی پر رغبت دلائی ہی۔ ضروریات زندگی کے ادنی ادنی چیزوں کے نام اور برتنے کے طریقے کیسی عمدگی سے بیان کیے ہیں۔ زندگی کے اہم ترین مقاصد کو کیسی سہولیت سے ذہن نشین کرایا ہی کہ بس آدمی دیکھتے کا دیکھتا رہ جائے۔ یہ سب سے مشکل بات ہی کہ جذبات انسانی پر قلمی رفتار اس درجہ احاطہ کرے کہ سب کچھ آجائے۔ عمدہ باتوں کا ذکر آئے تو دیکھنے والے کی خواہش ہو کہ کاش یہ سب باتیں اس میں یا اس کے لیے ہوتیں۔ بُری باتوں کا ذکر آئے تو اپنی کرتوت یاد آجائیں اور دل پر چوٹ لگے۔ متنبہ ہو۔

بہر کیف اعلی علمی مقاصد سے مقدم انسان کے لیے طریقۂ معاشرت کی اصلاح ہی اور وہ بوجہ احسن اس کتاب یا ایسی کتابوں سے ہو سکتی ہی۔

میں امید کرتا ہوں کہ قوم کے افراد اور خصوصاً ہماری محترم قومی خاتونیں اس کتاب کے حاصل کرنے اور اُس سے مستفید ہونے کو اپنا فرض اولین سمجھیں گی اور قابل مصنف کی حوصلہ افزائی کریں گی کہ اُن کو بار بار ایسی کتابیں تصنیف کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ اخیر پر میں قوم کی جانب سے مولوی بشیر الدین احمد صاحب

کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ع

اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

تقریظ نوشتہ جناب فاطمہ[۱] صغریٰ بیگم صاحبہ بنتِ جناب خواجہ احمد حسن صاحب سابق ہیڈ ماسٹر (دہلی)

کتاب "حسن معاشرت" کو اس کے قابل مصنف جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب (اول تعلقدار سرکار نظام) کی عنایت سے خاکسار کو دیکھنے کا فخر حاصل ہوا۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ہماری معاشرتی زندگی کی بہترین رہنما اور عورت مرد چھوٹے بڑے سب کے لیے یکساں مفید ہے۔

اس کا پہلا حصہ عورتوں کے لیے عموماً اور والدین کے لیے خصوصاً قابل غور ہے۔ والدین کی معمولی پہلوتہی و ناقص تعلیم و تربیت بچوں کا ستیاناس کر دیتی ہے۔ جاہل ماؤں کے بے جا لاڈ پیار تمام عمر کے لیے برباد کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ لاڈلی بیگم کے حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کے تمام عیوب ماں کے بے جا لاڈ پیار کا نتیجہ ہیں۔ جو آئے دن اکثر خاندانوں میں پائے جاتے ہیں۔

دوسرا حصہ قابل مصنف کی زوجہ محترمہ سید زمانی بیگم صاحبہ مرحومہ کے حسن و خوبی حالات[۲] زندگی ہیں۔ جن کو اگر بہ نظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات پر بلا رو رعایت روشنی ڈالی گئی ہے اس لیے اگر عورتوں کے لیے قابل تقلید ہے تو مردوں کے لیے بھی مفید ہے۔ اخلاق

[۲] یہ خود بھی مصنفہ ہیں انھوں نے بھی ایک اچھی کتاب لکھی ہے ۱۲

[۱] محترمہ فاطمہ صغریٰ بیگم صاحبہ سے چھوٹی دلہن مرحومہ سے ذاتی ملاقات بھی تھی ۔ ۱۲

درستی و اصلاح تمدن و معاشرت اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے قصّے کی صورت میں یہ ایک سہم دردانہ نصیحت ہے اور ایسے دردآمیز پیرایہ میں کی گئی ہے کہ پتھر کا کلیجہ بھی پگھل جائے یہ کوئی فرضی قصّہ نہیں بناوٹی ناول نہیں۔ بلکہ گزرے ہوئے واقعات اور برتے ہوئے حالات کا ایک سچّا فوٹو ہے۔ جو ہر طرح قابل تقلید ہے۔

یہ کتاب مستورات کے لیئے لکھی گئی ہے۔ نصیحت اس کے صفحے صفحے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اگر وہ توجہ کریں اور اس انمول نصیحت سے فائدہ اٹھائیں تو آئے دن کے خانگی تنازعات سب نہیں تو کسی قدر ضرور کم ہو جائیں۔ اگر ہم (یعنی مستورات) مردوں سے یہ درخواست کرتی ہیں کہ وہ اپنی موجودہ کمزوریوں کو دور کر کے اصلاح نسواں کی طرف متوجہ ہوں تو از روئے انصاف چاہیئے کہ ہم اپنی کمزوریوں کو بھی دور کریں۔ اور حقیقی فرض شناس بنیں۔

مرحومہ سید زمانی صاحبہ کی خوش سلیقگی خوش اخلاقی ملنساری فرض شناسی اور حسن معاشرت کا بیّن ثبوت علاوہ ان کے حالات زندگی کے اس کتاب کے ڈیڈیکیشن سے بھی ملتا ہے۔ انسان نیکی و نرمی سے موم ہو جاتا ہے۔ قابل مصنف نے اپنی اس معزز کتاب کو مرحومہ کے نام نامی پر معنون کیا ہے تو ضرور ان کی نیک صفاتی و اطاعت شعاری سے متاثر ہو کر کیا ہے۔ جھکنے کے آگے جھکا کرتے ہیں اگر وہ اعلیٰ صفات سے معرّا ہوتیں تو آج اُن کی یاد میں ہرگز آنکھیں خون جگر نہ روتیں۔ عام قاعدہ ہے کہ بھلے کو بھلائی کے ساتھ اور برے کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ لاڈلی بیگم کی کج خلقی و دیگر مذموم عادات نے ایک بہت ہی عبرتناک سین دکھایا اور طبیعت کو مکدر کر دیا لیکن پھر فوراً ہی پردہ پڑ گیا اور معصومہ بیگم کے اعلیٰ اخلاقی صفات نے نہایت ہی

خوش گوار سماں آنکھوں کے سامنے باندھ دیا اور ایک اسلامی خانہ داری کے بہترین نمونہ سے بخوبی کیفیت کرا دیا۔ چنانچہ انشا پردازی کے پہلو سے قابل تحسین فصاحت و بلاغت لطافت اور پاکیزگی کے لحاظ سے یہ ایک اعلیٰ درجہ کا پند نامہ ہے۔ جو مردوں کے لیے عموماً اور عورتوں کے لیے مخصوص بہترین رہبر اور امور خانہ داری کے لیے ایک باخبر اتالیق ہے۔

ایسی کارآمد و مفید تصنیف کے لیے ملک و قوم کو قابل مصنف کا خاص طور سے شکر گزار ہونا چاہیے۔

آخر میں میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف ممدوح کو عرصہ تک اس باغ عالم میں کامیابی کے ساتھ سلامت رکھے اور ملک و قوم کو ان کے فیض عام سے مستفیض فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار

فاطمہ صغریٰ بیگم

ریویو جو جناب بابو پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے

رسالۂ العصر بابت جنوری سنہ ۱۹۱۱ء میں کیا

مولوی بشیر الدین احمد کا نام نامی آج معرفی سے مستغنی ہے کیوں کہ آپ کے علمی کارناموں سے
علم دوست طبیعت آج اچھی طرح واقف ہے اور خود العصر میں آپ کی کئی مفید تالیفات و تصنیفات
پر تبصرہ لکھا جا چکا ہے۔ اقبال دلہن آپ کی پہلی تصنیف ہے یہ گویا بنیاد تھی جس پر آپ کی
دماغی مساعی جمیلہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اور اس قدر عرصہ گزرنے اور نتائج مابعد کے پیش نظر
رکھتے ہوئے اس وقت یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ بنیاد نہایت با اصول و
مستحکم تھی۔ اقبال دلہن جب اول اول شائع ہوئی اسی وقت رمز شناس نگاہوں
نے تاڑ لیا تھا کہ مولوی بشیر الدین میں اپنے زندۂ جاوید باپ کے قابل جانشین
ہونے کی صلاحیت موجود ہے اور اس کا مزید ثبوت جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ملتا گیا۔
اقبال دلہن کو جو مقبولیت حاصل ہوئی اس کا اندازہ اس سے کسی قدر ہو سکتا ہے
کہ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ کتاب کے آخر میں اکابر و مشاہیر و اخبارات
و رسائل کے جو ریویو و تقاریظ شامل ہیں ان کے دیکھنے سے منکشف ہوتا ہے
کہ مولوی بشیر الدین کی پہلی تصنیف کے متعلق عام و خاص میں اس قدر بلند
رائے قائم کی گئی ہے۔ اصل قصہ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ زبان و اسلوب
بیان نہایت دل پسند ہے۔ عبارت کی روانی۔ گفتگو کی بے ساختگی۔ مولوی نذیر احمد
مرحوم کی تصویر سامنے لا کھڑی کر دیتی ہے .... میاں بیوی کے تعلقات
پر مولوی بشیر الدین احمد نے جو لکھا ہے۔ بہت خوب لکھا اور اس قابل ہے کہ متاہل لوگ
اس کا ایک ایک لفظ آویزۂ گوش بنائیں۔ دوسرا نکاح ضرورتاً کیا گیا تھا لیکن اس کا
اثر جو کچھ پہلی بیوی پر ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ اقبال دلہن کا وہ سین کسی حد تک دردناک
ہے جہاں دکھایا گیا ہے کہ بڑی دلہن پر اس خبر کے سننے سے کیا گزری۔ یہ مقام تاثیر

بات پر زندگی کے اعتبار سے بھی پڑھنے کی چیز ہے .... غرضیکہ کتاب
حسن سے لبریز ہے اور عقد ثانی نے جوڑے کے متعلق کی مشکلات کو جس خوبی
سے واضح کیا گیا ہے وہ مولوی بشیر الدین احمد کا ہی حصہ ہے۔ ہر شخص کے لیئے اس کا
مطالعہ دلچسپ ہوگا اور مستورات اس کو پڑھ کر بالخصوص فوائد حاصل کر سکتی ہیں
کوئی گھر جہاں کتابوں کی پہنچ ہو سکتی ہو اقبال دلہن سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔
اُردو لٹریچر میں اس قسم کی کتابوں کی جو اپنے مضامین کے لحاظ سے مستورات کے ہاتھ
تک پہنچنے کے قابل ہوں بہت کمی ہے اور حسن معاشرت دوسری کتاب ہے
جو اقبال دلہن کے بعد مولوی بشیر الدین احمد کے سعی جمیلہ کی بدولت یہ کمی
پورا کرنے کے لیئے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہوئی ہے۔ لٹریری خوبیوں کے
اعتبار سے یہ اقبال دلہن کی حقیقی بہن ہے اور معنوی محاسن میں بھی کسی پہلو سے گری
ہوئی نہیں ہے۔ اس افسانہ کو مولوی بشیر الدین احمد نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔
پہلے حصہ میں نواب سلیمان قدر اور اُن کی بیگم اُن کے صاحبزادے
فرخندہ جمال اور فرخندہ جمال کی بدمزاج بیوی کا حال ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ لڑکیوں
کے تعلیم یافتہ ہونے کی کہاں تک ضرورت ہے اور بے تربیت لڑکیاں کس حد تک
شوہر کے لیئے ایک مصیبت ثابت ہوتی ہیں۔ دوسرے حصہ میں یہ دکھانے کی
کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ روشن خیال والدین کی اولاد کیسی روشن طبع نیک
اور تربیت یافتہ ہوتی ہے اور ان صفات کی بدولت وہ اپنے گھر کو جنت بنا دیتی ہے۔ یہ
حصہ نہایت غایت درجہ دلچسپ اور حقیقی معاشرتی زندگی کا ایک دل کش نمونہ ہے
جو اس کے پڑھنے سے پیش نظر ہو جاتا ہے اور پڑھنے والا یقیناً اس کا متمنی ہوتا ہے کہ
اُس کے گھر میں بھی یہی انتظام و تہذیب نظر آئے۔

فرخندہ جمال کی پہلی بیوی (لاڈلی بیگم) کی تصویر ایسے الفاظ میں کھینچی گئی ہے
کہ اُس کے جہل و بے تمیزی پر سبھوں کو افسوس ہوگا۔ پھر اُس کا انجام نہایت

عبرت ناک ہی۔ خاندانی نزاعات۔ باہمی تکرار۔ آپس کا نفاق۔ ساس بہو کی شکر رنجی۔ میاں بیوی کی گٹ پٹ۔ یہ واقعات ہیں جو اکثر گھرانوں میں پیش آتے رہتے ہیں اور اُن کا سماں صاف، وشیریں اور ٹکسالی زبان میں "حسن معاشرت" کے صفحات میں نفاست کے ساتھ دکھایا گیا ہی۔ اِن تمام واقعات کو پڑھنے سے احساس پذیر طبائع سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کے بالمقابل معصومہ (دوسری بیوی) کے اخلاق وعادات کا جو نقشہ حصۂ دوم میں کھینچا گیا ہی اور جس کی نسبت قابل مصنف فرماتے ہیں کہ "آپ بیتی" ہی خاص طور پر موثر ہی۔ گھر کی دیکھ بھال بچوں کا رکھ رکھاؤ۔ عام انتظام ونگرانی۔ شوہر کی ضروریات کا خیال۔ نفاست پسندی۔ کفایت شعاری۔ ان سب باتوں کی تصویر دیکھنا چاہو تو معصومہ کے حالات میں پاؤ گے لاڈلی بیگم کے ہاتھوں فرخندہ جمال نے جو کوفت اٹھائی تھی اُس کی تلافی معصومہ کی بدولت ہو گئی۔

ضرورت ہی کہ اس کتاب کو شریف گھرانوں میں لڑکیوں کو سبقاً سبقاً پڑھایا جاے۔ معاشرت منزلی کے متعلق اس میں بہت سی قابل قدر نصیحتیں جمع ہیں اِن دونوں کتابوں کی خریداری کی موکد سفارش کی جاتی ہی۔ کوئی گھر اِن سے خالی نہ رہنا چاہیے فقط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢٨	١٥	کثرت	کسرت	٥٩	٦	بپنیئے	بنیئے
٣١	٨	ہٹ [١١]	ہسٹ [١٣]	٦٠	١٧	رکھئے	رکھیئے
٣٦	١٥	چھیڑی	چھیڑنی	٦١	١٠	امنڈتی	امنڈ آتی
٣٧	١٣	ہین	ہیں اور	؍؍	آخر	ہلانہ	ہلانا
٣٨	آخر	منوخ	منسوخ - رد -	٦٣	١٥	ردّی	ردی
٤٠	٥	بے ہودہ	بیہودہ	٦٨	١٤	تو	×
؍؍	٩	ہی	ہیں	؍؍	؍؍	بے چاری	بے چاری تو
؍؍	؍؍	جگر	جھگڑا	؍؍	١٦	آیین	آئیں
؍؍	١٣	ٹلانا	ٹلا	٧٠	٣	بر	با
٤١	٩	بوڑھا	بوڑھی	٧٢	٤	ہین	ہیں
؍؍	؍؍	پکا چھیتا	پکی چھیتی	؍؍	؍؍	گھر	گھر
؍؍	١٥	لینا	×	٧٣	١٦	ناواقف	بالکل ناواقف
؍؍	١٦	سیانا	سیانی	؍؍	١٨	تسکین	خوشامد درآمد
؍؍	١٧	دینا	دیں گے	٧٤	١٤	رام	رام [١٣]
؍؍	آخر	؍؍	؍؍	؍؍	آخر	١٣	١٣ - رل جاتا ہی
٤٣	١٦	٥	٥ - اچھی	٧٥	٢	سکھّر	کٹر
٤٧	١	بے چارے	بے چارے	؍؍	١٦	جیو	جو
٤٩	١	ناتوں	ناتوں	٧٧	آخر	١١ غرور	١١ - غرور
؍؍	١٦	گجّن	گگھن	٧٩	١٠	سستر ہو	سرنگوں شرہو
٥١	آخر	آخر - ترت - بجھر	ترت پھرت	؍؍	١٦	بیچ بیچ	بیچوں بیچ
٥٥	٨	ادمی	آدمی	٨٤	٦	تابکر	تابکوٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۶	۱۲	کھبی	کبھی	۱۴۲	۱۲	جدا	جدا
۹۰	۸	آئے	آئے	″	۱۳	منگوایا	منگوایا۔
۹۱	۱۱	غوطہ	غوطے	″	۱۵	بکر	بکر۔
۱۰۴	۱۴	اولاد	اولاد ہو اور	۱۴۳	۳	کنجی	کنجی
″	۱۴	۱۵	۱۵۔ سردی	۱۴۸	۲	نہیں	نہیں کہ
۱۰۶	۷	جائیں	پہنچیں	۱۵۰	۲	تھوڑے	تھوڑے سے
″	۱۴	نہیں	نہیں	۱۵۱	۱۵	سے	سے
۱۱۴	۵	جھیٹ	جھپٹ	۱۵۴	″	تتمہ	تتمۂ
″	″	فرخندہ	فرخندہ	۱۵۵	۴	ست	ست۔
″	۱۴	کھنچ	کھینچ	۱۵۶	۳	ہولڈرکی	ہولڈرکی۔
۱۱۵	۴	گرجیں	گرجتی	۱۵۹	۱	ڈنٹ	ڈنٹ ڈپٹ
″	۹	جنت	جنّت	″	۹	بےکار	بےکار۔
۱۱۸	۱۶	لئے	لیئے	۱۶۱	۱	پہنچنے	پہنچنے
۱۱۹	۱۰	عشرہ	عشرۂ	۱۶۳	۱۷	تھی	ہجر
۱۲۰	۴	جوفرخندہ	کہ فرخندہ	″	″	تھا	میں ہوتا ہجر
۱۲۲	۴	مضائقہ	مضایقہ	۱۶۴	آخر	۳ بکھر	۲۔ بجر
″	۱۵	تھبے	بھرنے	۱۶۵	۱۵	کبھی	اتفاقاً۔
۱۲۳	۱۳	قرآں	قران	۱۶۷	″	بات۔ بات	بات تکرار نزع۔
۱۲۸	۱۴	کرنا۔	کرنا۔ سرگوشی	۱۶۹	۸	تک	تگ
۱۳۲	۱۰	کھپور	چتھوڑ	۱۷۲	۲	اِسے	اُسے
۱۳۴	۳	چلچلاتی	جب چلچلاتی	″	۱۲	غل	غُل
″	۸	اسے	اس	″	۱۰	ناامیدی	ناامید
۱۳۹	۱۵	آئیں	گئیں	۱۷۳	۱۰	ذلی	دلی
۱۴۰	۸	ہو	کر	۱۷۴	آخر	باغ	باغ
۱۴۲	۱۱	سیاہی	سیاہی۔	۱۷۶	″	ہونےوالی	ہونے والی۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۰	۱۳	بھی	بھی۔
۱۸۲	۱۵	کہتے	کہئے
”	”	شہرت	شہرت ہر
۱۸۳	آخر	غمگین ملول بیزار مردہ	غمگینی۔ ملال بیزار مردگی
۱۸۴	۱۵	-۲	یہ دراصل ۱۶ کا نوٹ ہے
”	۱۶	-۳	یہ دراصل ۱۷ کا نوٹ ہے
”	آخر	بیاری۔	بیاری۔ دل لبھانے والی
۱۸۷	۱۵	اشتیاق	اشتیاق
۱۸۸	۱۴	لا مجھے	لا مجھے
۱۹۳	۴	کیا ہوا	کیا ہوا؟
”	۵	ہوگئیں	ہوگئیں؟
۱۹۴	۱۲	نارہ	نار
۱۹۵	آخر	کھول کرہ	کھول کر غور سے
۱۹۶	۵	کیوں ہو	کیوں ہو؟
”	۱۵	ذریعہ	ذریعہ
”	۱۷	چاہیے	چاہیے۔
۱۹۷	۲ اور ۱	فہم وادراک	فہم وادراک
۱۹۸	آخر	بیچ کر	بیچ کر۔
۲۰۱	۵	نیات النعش	نبات النعش
۲۰۲	۲	تھیں	تھیں۔
”	۱۳	ایدالاباد	ابدالاباد
”	آخر	لیے	لیئے
۲۰۳	۱۴	لیلہ القدر	لیلۃ القدر
”	آخر	رندہ	زندہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۴	۱۵	بساط کیا	بساط کیا؟
”	”	گا	گا۔
۲۰۷	۱۵	گگن	گگن
”	”	کھپاوے	کھپاوے
”	۱۷	اندازہ	اندازے
”	۱۸	دھن ۱۲	دھن۔ ۲۱۔ مشاورہ ۱۲
۲۱۲	۱	کون تھا	کون تھا؟
”	۸	ہوتا تھا	ہوتا تھا کہ گویا
”	۱۴	طیاری	راضی ہوگئے
”	۱۸	ہونے نہ دیا	برداشت نہ ہوئی
۲۱۴	۱۴	اولاد۔	اولاد
۲۱۵	۱	آمد سخت	آمد و سخت
”	۴	ناممکن ہے	ناممکن ہے؟ ممکن نہیں ترک ہو سکے گی دنیا جب تک نہ کرے آپ سے ترک دنیا
۲۱۵	۹	سوسائٹی	سوسائٹی
۲۱۶	۱۶	دینا یہ	دینا دلانا
”	۱۷	رنج۔ ہلکا	رنج ہلکا
۲۲۸	۱	نکرار	تکرار

ختم شد